اجماع متصل اور ضروریات دین

اعلی حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا:کلکتہ)

(طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم)
(سنن ابن ماجہ)

اجماع متصل اور اجماع مجرد کے احکام واقسام کا بیان

اجماع متصل اور ضروریات دین

تحریر

طارق انور مصباحی

ناشر

اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا: کلکتہ)

(علم عقائد کورس کی نصابی کتاب)

اسم کتاب: اجماع متصل اور ضروریات دین

تالیف: طارق انور مصباحی

اشاعت: شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ

مارچ ۲۰۲۳ء

تعداد صفحات: ایک سو بہتر (۱۷۲)

ناشر: اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی

(توپسیا: کلکتہ)

فہرست مضامین

مقدمہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

اجماع متصل اور اجماع مجرد

اجماع کی دوقسمیں ہیں: اجماع متصل واجماع مجرد۔ضروریات دین میں اجماع سے اجماع متصل مراد ہے۔جس امر دینی پر اجماع مجرد ہو، وہ ضروریات دین سے خارج ہے۔اجماع متصل کو اجماع عام بھی کہا جاتا ہے۔جس امر پر اجماع متصل ہو، اس کو بدیہی دینی (ضروری دینی) کہا جاتا ہے۔اجماع مجرد کو اجماع خاص اور اجماع نظری بھی کہا جاتا ہے۔

اجماعی امر کے انکار پر تکفیر کیوں؟

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت (متواتر) امر دینی کے اعتقاد پر اتفاق کا نام اجماع متصل ہے۔ایسا امر دینی اہل اسلام کی اصطلاح میں ضروری دینی کے لقب سے مشہور ہے۔ضروری دینی کا انکار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب ہے، وہ امر دینی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی شافعی نے طویل بحث کے بعد رقم فرمایا: **(اذا تأملت ما سبق من التقرير–علمت ان الملحظ فی التكفير انما هو انكار الضروری المستلزم لانكار الاجماع–بخلاف انكار الاجماع من اصله–او حجيته–او المجمع عليه الغير الضروری–فانه لا يكون كفرًا)** (الاعلام بقواطع الاسلام:ص354)

ترجمہ: جب تم گزشتہ تشریح میں غور کروگے تو جان لوگے کہ تکفیر میں ضروری دینی کا انکار ملحوظ ہے جو اجماع کے انکار کو مستلزم ہے، اصل اجماع یا اجماع کی حجیت یا غیر ضروری اجماعی مسئلہ کے انکار کے برخلاف، کیوں کہ یہ انکار کفر نہیں۔

اجماع مجرد کا انکار، یا اجماع مجرد کی حجیت کا انکار، یا غیر ضروری دینی اجماعی امر دینی کا انکار متکلمین کے یہاں کفر نہیں۔ نظام معتزلی (م ۲۳۰ھ) نے اجماع مجرد کا انکار کیا، لیکن اس انکار کے سبب اس کی تکفیر کلامی نہیں کی گئی۔ متواتر امر دینی کے انکار کے سبب تکفیر کلامی ہوتی ہے۔ اسی متواتر امر دینی کو ضروری دینی، قطعی بالمعنی الاخص اور اجماعی بھی کہا جاتا ہے۔

ضروری دینی میں جو اجماع پایا جاتا ہے، اس سے متعلق وضاحت کی ضرورت تھی۔ رسالہ حاضرہ میں اجماع متصل و اجماع مجرد دونوں کی تفصیل مرقوم ہے۔ مشہور قانون ہے:

(**تعرف الاشیاء باضدادها**) اشیا کی معرفت ان کی ضد سے ہوتی ہے۔

بسا اوقات حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع قطعی (اجماع منصوص) کو اجماع متصل سمجھا جاتا ہے، حالاں کہ وہ اجماع مجرد کی سب سے اعلیٰ قسم ہے۔

اجماع مجرد کی چار قسمیں ہیں: (1) حضرات صحابہ کرام کا اجماع منصوص (2) حضرات صحابہ کرام کا اجماع سکوتی (3) حضرات مجتہدین غیر صحابہ کا اجماع ایسے امر میں جس میں ماقبل میں اختلاف نہ ہو (4) حضرات مجتہدین غیر صحابہ کا اجماع ایسے امر میں جس میں ماقبل میں اختلاف ہو۔ ارباب حل وعقد کا اجماع بھی اجماع مجرد میں شمار کیا جاتا ہے۔

اجماع مجرد، خبر واحد اور قیاس کی حجیت ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔ ان امور کا بیان باب دوم میں ہے۔ سند اجماع کے اعتبار سے اجماع کی چھ قسموں کا بیان باب سوم میں ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع قطعی (اجماع منصوص) سے ثابت ہونے والا امر قطعی بالمعنی الاعم اور ضروریات اہل سنت میں سے ہوتا ہے۔ اجماع مجرد کی دیگر قسموں سے ثابت ہونے والے امور ظنی ہیں، لیکن فقہائے کرام ان کو قطعی کہتے ہیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم:: والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم:: وآلہ العظیم

طارق انور مصباحی

13: شعبان المعظم 1444 مطابق 06: مارچ 2023 = بروز: دوشنبہ

باب اول

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

اجماع متصل اور ضروریات دین کی تشریح

حضور اقدس تاجدار دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متواتر امر دینی کے اعتقاد پر عہد رسالت سے تا امروز اتفاق کا نام اجماع متصل ہے اور ہر متواتر امر دینی پر عہد رسالت ہی سے اتفاق رہتا ہے۔ایسا نہیں کہ بعض امور متواترہ پر اتفاق ہو، اور بعض پر اتفاق نہ ہو۔

جس امر دینی پر اجماع متصل ہو، اس اجماعی امر کو ضروری دینی کہا جاتا ہے، جیسے فرائض اربعہ: نماز پنج گانہ، روزہ، حج وزکات پر امت مسلمہ کا اجماع متصل ہے۔ایسے اجماعی امور پر تمام اہل قبلہ کا اتفاق ہوتا ہے۔جو اختلاف کرے، وہ اہل قبلہ سے خارج قرار پاتا ہے، گرچہ وہ اسلام کا کلمہ پڑھتا ہو، اور خود کو مومن کہتا ہو، جیسے روافض ودیابنہ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے غیر متواتر امر دینی یا کسی اجتہادی امر دینی پر اتفاق کا نام اجماع مجرد ہے۔اجماع مجرد میں اجماع مجتہدین، اجماع اہل حل وعقد اور اجماع اہل سنت وجماعت داخل ہیں۔اجماع مجرد میں سب سے قوی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع منصوص (اجماع قولی) ہے۔اس کو اجماع قطعی بھی کہا جاتا ہے۔

جس امر دینی پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع منصوص ہو، وہ امر دینی قطعی بالمعنی الاعم اور ضروریات اہل سنت میں شمار ہوتا ہے۔اس کا منکر متکلمین اسلام کے یہاں گمراہ اور فقہائے احناف اور ان کے مؤیدین کے یہاں کافر فقہی ہوتا ہے۔

عہد نبوی میں اجماع مجرد کے وجود کی صورت نہیں اور عہد نبوی کے بعد اجماع متصل کا وجود نہیں ہوسکتا۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر امر دینی پر مومنین کے اتفاق مع الاعتقاد کا نام اجماع متصل ہے، پس وہ امر متواتر عہد نبوی ہی میں مسلمانوں کے

درمیان متواتر ہوگا اور عہد نبوی ہی میں سب کا اس پر اتفاق واعتقاد ہوگا۔

ایسا نہیں کہ عہد رسالت میں اس عقیدہ سے انکار یا سکوت ہوگا، پھر عہد رسالت کے بعد اتفاق ہوگا۔ بالفرض جس صحابی یا تابعی کو عہد نبوی میں اس امر متواتر کا علم نہ بھی ہو تو ان کو اجمالی تصدیق واقرار کے سبب اس کا معتقد تسلیم کیا جائے گا، یہی ایمان اجمالی ہے۔

اجماع مجرد اس امر پر ہوتا ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر نہ ہو۔ عہد رسالت کے بعد مجتہدین یا ارباب حل وعقد ایسے امر پر اتفاق کر لیتے ہیں۔ جو امر دینی متواتر ہو، اس پر اجماع متصل ہوتا ہے۔ اس پر اجماع مجرد نہیں ہوگا۔ اجماع مجرد غیر متواتر امر پر ہوتا ہے۔ عہد رسالت میں اجتہاد کی اجازت ہے، لیکن اجماع مجرد کے وقوع اور وجود کی صورت نہیں، گرچہ بعض محققین نے امکان عقلی ثابت کیا ہے، لیکن وقوع کے قائل نہیں۔

ضروریات دین حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متواتر امور دینیہ کا نام ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر قول وفعل کو ضروری دینی کہا جاتا ہے۔ ایسے امر دینی پر عہد رسالت ہی میں اتفاق ہوجاتا ہے، اسی اتفاق کا نام اجماع متصل ہے۔

سوال: جب کوئی حکم عہد رسالت میں اجماعی ہو، اور آج اس کی دلیل ظنی ہو، جیسے اس کا ذکر خبر واحد میں ہو، اور وہ حکم ہم تک تواتر کے ساتھ منقول ہو تو وہ ضروریات دین میں سے ہے، جیسے نماز پنج گانہ اور تعداد رکعات، اس لیے کہ نماز پنج گانہ اور تعداد رکعات پر دلالت کرنے والی احادیث غیر متواتر ہیں، اور وہ اخبار آحاد میں سے ہیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض ضروریات دین وہ ہیں جن کا ثبوت دلیل قطعی سے نہیں ہوتا ہے، بلکہ وہ اجماع متصل سے ثابت ہیں، پس یہ دعویٰ باطل ہوگیا کہ ضروریات دین وہ دینی امور ہیں جن کا ثبوت قطعی الثبوت وقطعی الدلالت دلیل سے ہوتا ہے؟

جواب: عہد رسالت میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا کسی امر دینی پر اجماع (اتفاق) اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہاں دلیل قطعی موجود ہے، گرچہ آج اس کی قطعی

دلیل ہمارے پاس موجود نہ ہو۔ چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

(1) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحابہ کرام نے کوئی قطعی الدلالت یعنی مفسر حدیث سماعت کی، پس یہ حدیث حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے لیے قطعی الثبوت وقطعی الدلالت ہوگئی۔اس کے مفہوم پر عہد نبوی میں حضرات صحابہ کرام کا اتفاق ہوگیا، یعنی سب اسی اعتقاد پر قائم ومستمر ہوگئے۔اب یہ اتفاقی عقیدہ نقل متواتر کے طور پر عہد مابعد تک منتقل ہوا تو یہ امر اجماعی ضروریات دین سے ہوگا جیسے نماز پنج گانہ کی رکعتوں کی تعداد تواتر کے ساتھ منقول ہے، پس تعداد رکعات ضروریات دین سے ہے اور اس پر دلالت کرنے والی حدیث بطریق آحاد منقول ہوئی تو وہ حدیث اخبار آحاد میں سے ہے۔

(2) قرآن مجید کی کوئی آیت مقدسہ اپنے معنی پر دلالت میں مفسر نہیں، پھر اس کی قطعی الدلالت بالمعنی الاخص تفسیر حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجمع صحابہ میں بیان فرمائی، جن کی تعداد متواتر کی تعداد کے برابر ہو، پس تفسیر کو بتانے والی یہ حدیث نبوی تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان التام کے لیے قطعی الثبوت وقطعی الدلالت ہوگئی۔

اسی تفسیر پر عہد رسالت میں حضرات صحابہ کرام کا اجماع واتفاق ہوگیا اور پھر وہ متفق علیہ عقیدہ تواتر کے ساتھ ہم تک منقول ہوا، پس یہ امر دینی ضروریات دین میں سے ہوگا، اور اس تفسیر کو بتانے والی حدیث بطریق آحاد منقول ہوئی تو وہ اخبار آحاد میں شمار ہوگی۔

فصل اول

اجماع متصل کی تشریح وتوضیح

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر امر دینی پر عہد رسالت سے آج تک امت مسلمہ کے اتفاق مع الاعتقاد کا نام اجماع متصل ہے۔چوں کہ یہ امر دینی متواتر بھی ہوتا ہے، اس لیے اس کو امر متواتر بھی کہا جاتا ہے۔تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق مع الاعتقاد بھی

ہوتا ہے، اس لیے اس امر دینی کو اجماعی بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں اصل اور بنیادی امر ”تواتر عن الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام“ ہے۔ اسی متواتر امر کو ضروری دینی بھی کہا جاتا ہے۔

اجماع متصل کا ماخذ اور مبنیٰ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا متواتر قول مبارک ومتواتر فعل مبارک ہوتا ہے۔ یہاں قول نبوی سے قرآن مجید بھی مراد ہے اور احادیث نبویہ بھی۔ وہ حدیث نبوی بعد میں کبھی تواتر کے ساتھ مروی ہوتی ہے، اور کبھی خبر واحد کے طور پر، جیسے نماز پنج گانہ، تعداد رکعات اور نماز کے طریق ادائیگی کے ذکر پر مشتمل احادیث طیبہ خبر واحد ہیں اور مذکورہ امور متواتر اور اجماعی ہیں، لہٰذا یہ امور دینیہ ضروریات دین سے ہیں۔

(1) امام قاضی عیاض مالکی نے رقم فرمایا: (وکذلک نقطع بتکفیر کل من کَذَّبَ وَاَنْکَرَ قَاعِدَةً من قواعد الشرع ومَا عُرِفَ یَقِیْنًا بالنقل المتواتر من فعل الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَوَقَعَ الاجماعُ الْمُتَّصِلُ عَلَیْہِ.

کَمَنْ اَنْکَرَ وُجُوْبَ الصَّلٰوۃِ الْخَمْسِ وَعَدَدَ رَکْعَاتِہَا وَسَجْدَاتِہَا- وَیَقُوْلُ اِنَّمَا اَوْجَبَ اللّٰہُ عَلَیْنَا فی کتابہ الصَّلَاۃَ عَلَی الْجملة-وکونها خَمْسًا وَعَلٰی ھذہ الصفات والشُّرُوْطِ لَا اَعْلَمُہٗ-اِذْ لَمْ یُرِدْ فِیْہِ فِی الْقُرْاٰنُ نَصٌّ جَلِیٌّ-والخبر بہ عن الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم خبرٌ واحدٌ-وکذلک اَجْمَعَ عَلٰی تکفیر مَنْ قَالَ مِنَ الْخَوَارِجِ اَنَّ الصَّلَاۃَ طَرْفَیِ النَّھَار)

(کتاب الشفا: جلد دوم: ص288)

ترجمہ: اسی طرح ہم ہر اس شخص کے کافر ہونے کا یقین رکھتے ہیں جو شریعت کے قواعد میں سے کسی قاعدہ کی تکذیب وانکار کرے، اور جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فعل کا انکار کرے جو نقل متواتر سے یقینی طور پر معلوم ہو، اور جس پر اجماع متصل واقع ہو چکا ہو، جیسے جو نماز پنج گانہ کی فرضیت اور اس کی رکعات وسجدوں کی تعداد کی تکذیب وانکار کرے، اور کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مقدس میں ہم پر اجمالی طور پر نماز

فرض فرمایا، اور نمازوں کا پانچ ہونا اور ان کا ان صفات وشرائط کے ساتھ ہونے کا مجھے علم نہیں ، کیوں کہ اس بارے میں قرآن عظیم میں نص صریح وارد نہیں ، اور اس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث خبر واحد ہے، اور اسی طرح خوارج میں سے اس کی تکفیر پر اجماع ہے جو کہے کہ نماز صرف دن کی دونوں طرف (صبح وشام) میں ہے۔

قاضی عیاض مالکی کے قول (ومَا عُرِفَ يَقِيْنًا بالنقل المتواتر من فعل الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَوَقَعَ الاجماعُ الْمُتَّصِلُ عَلَيْهِ) میں اجماع متصل کی وضاحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل مبارک جو تواتر کے ساتھ امت مسلمہ تک پہنچا اور اس کے اعتقاد پر اجماع متصل قائم رہا، وہ امر دینی ضروریات دین سے ہے۔ اعمال نبویہ کی طرح جو اقوال نبویہ تواتر اور اجماع متصل کے ساتھ امت مسلمہ کو ملے، وہ تمام متواتر امور ضروریات دین سے ہیں۔ ان میں سے کسی کا انکار کفر ہے۔

امام خفاجی نے فرمایا: (وقوله: (المتصل) ان الذی لم یتخلله عدم اجماع یقطعه) (نسیم الریاض: جلد چہارم: ص513- دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: اجماع متصل کہ جس میں عدم اجماع متخلل نہ ہو، جو اسے منقطع کر دے۔

ملا علی قاری نے فرمایا: ((المتصل) الذی لم یتخلله عدم اجماع) (شرح الشفاء للقاری مع نسیم الریاض: جلد چہارم: ص513- دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: اجماع متصل جس میں عدم اجماع متخلل نہ ہو۔

امام شہاب الدین خفاجی حنفی مصری نے رقم فرمایا: ((اَوْاَنْكَرَ قَاعِدَةً من قواعد الشريعة) وفی نسخة "الشرع" والمراد بالقواعد مَا بُنِيَ عَلَيْهِ الاسلامُ كَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وصومِ رمضانِ وَالْحَجِّ- فَلَيْسَ الْمُرَادُ بالقاعدة مُصْطَلَحُ اَصْحَابِ المعقول- فَلِذَا فَسَّرَ بقوله (وَمَا عُرِفَ يَقِيْنًا بِالنَّقْلِ الْمُتَوَاتِرِ) الذی یمتنع کذب قائله)

(نسیم الریاض: جلد چہارم:ص513-دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: (یا شریعت کے قواعد میں سے کسی قاعدہ کا انکار کرے) کتاب الشفا کے ایک نسخہ میں (الشریعۃ کی جگہ) ''الشرع'' ہے، اور قواعد سے اسلام کے بنیادی امور مراد ہیں جیسے نماز قائم کرنا، زکات ادا کرنا، رمضان کا روزہ رکھنا اور حج کرنا، پس قاعدہ سے ارباب علوم عقلیہ کی اصطلاح مراد نہیں، اسی لیے اپنے قول (جو نقل متواتر کے ذریعہ یقینی طور پر معلوم ہو) کے ذریعہ تشریح فرمائی۔خبر متواتر کے قائلین کا کذب محال ہوتا ہے۔

قاضی عیاض مالکی کی عبارت میں قواعد سے اسلام کے بنیادی احکام مراد ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی ہیں۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تمام متواتر دینی امور کا یہی حکم ہے کہ اس کا انکار کفر ہے اور عہد رسالت سے ان دینی امور پر اجماع متصل قائم ہوتا ہے۔ایسے اجماعی متواتر امور کو ضروریات دین کہا جاتا ہے۔جو مومنین تفصیلی طور پر ان متواتر امور کو جانتے ہیں، وہ ان پر تفصیلی ایمان رکھتے ہیں اور جن کو اجمالی علم ہے، ان کے حق میں اجمالی ایمان کافی ہے۔ان امور کا انکار کفر ہے۔

ملا علی قاری حنفی نے قواعد کی تشریح میں رقم فرمایا:(**ای باصل من اصول مما بُنِیَ عَلَیْہِ کَمَا بَیَّنَہ عَلَیْہِ الصلوٰۃ والسلام(بنی الاسلام علٰی خمس-شھادۃ ان لا الہ الااللّٰہ وان محمدًا رسول اللّٰہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصوم رمضان والحج)**)(شرح الشفاء للقاری: جلد چہارم:ص513-دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ:یعنی دین کے اصول میں سے کسی اصل کا انکار کرے جس پر اسلام کی بنیاد ہے، جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ امور پر ہے: (۱)اس بات کی شہادت کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور اقدس سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (۲)اور نماز قائم کرنا (۳)اور زکات دینا (۴)اور رمضان کا روزہ رکھنا (۵)اور حج کرنا۔

امر متواتر کی نقل پر اتفاق کا نام اجماع متصل

نظام معتزلی وغیرہ نے اجماع مجرد کا انکار کیا ہے، لہٰذا اس کی تکفیر کلامی نہیں کی گئی، کیوں کہ اجماع مجرد کی حجیت ضروریات دین سے نہیں، بلکہ ضروریات اہل سنت سے ہے۔ حضرات صحابہ کرام کے اجماع قطعی سے اجماع کی حجیت ثابت ہے، پس وہ ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔ صحابہ کرام کے اجماع قطعی سے ثابت ہونے والا امر ضروری دینی اور قطعی بالمعنی الاخص نہیں ہوتا، بلکہ قطعی بالمعنی الاعم اور ضروریات اہل سنت میں سے ہوتا ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی شافعی نے نقل فرمایا:(ان النظام وغیرہ انما انکروا کَوْنَ الاجماع حجةً زَعْمًا منهم-اَنَّہٗ لَا یَسْتَحِیْلُ الْخَطَاءُ عَلٰی اَھْلِ الْاِجْمَاع-وَاَنَّہٗ لَا دَلِیْلَ عَلٰی عِصْمَتِھِمْ قَطْعًا-اِذْ مَا اُسْتُدِلَّ بِہٖ عَلٰی ذٰلِکَ،یَحْتَمِلُ التَّاوِیْلَ-فَالْاِ جْمَاعُ الذی انکروہ هو تطابق العلماء علٰی تفرقتهم و کثرتهم علٰی رای نظری-وهذا لیس کانکار الضروری الذی هو تطابقهم علی الاخبار عن محسوس علٰی نقل التواتر-وذلک قطعی لحصول العلم الضروری به-والقدح فیه یسری الی ابطال الشریعة من اصلها- فتطابق العلماء علٰی رای واحد نظری لا یوجب العلم القطعی الا من جهة الشرع، فلم یکن انکار کونه من اصله حجةً،ولا انکار افادته القطع مع الاعتراف بحجیته مکفِّرًا عَلَی الاصح-فانه بخلاف انکار الضروری یَجُرُّ اِلٰی انکار الشریعة بل الشرائع کلها-فَمِنْ ثم کان کفرًا کَمَا تَقَرَّرَ-فاتضح الفرق بین انکار اصل الاجماع اوکونه حجة قطعیة وبین انکار الضروری)

(الاعلام بقواطع الاسلام:ص354)

ترجمہ: نظام معتزلی وغیرہ نے اجماع کے حجت شرعی ہونے کا انکار کیا، یہ خیال کرتے ہوئے کہ ارباب اجماع پر خطا محال نہیں ہے، اور ان کی عصمت کی کوئی قطعی دلیل نہیں ہے،

کیوں کہ جس دلیل سے عصمت پر استدلال کیا گیا، وہ تاویل کا احتمال رکھتی ہے، پس جس اجماع کا ان لوگوں نے انکار کیا، وہ علما کے متفرق (مختلف آبادیوں میں) ہونے اور کثرت کے باوجود کسی نظری رائے پر متفق ہونا ہے، اور یہ ضروری دینی کے انکار کی طرح نہیں جونقل متواتر کے ساتھ کسی امر محسوس کی خبر دینے پر علما کا متفق ہونا ہے، اوراس اجماع سے علم بدیہی حاصل ہونے کے سبب یہ اجماع قطعی ہے، اوراس میں اعتراض کرنا شریعت کواس کی جڑ سے باطل قرار دینے کی طرف لے جاتا ہے۔

پس علما کا کسی ایک نظری رائے پر متفق ہونا صرف شریعت (شرعی دلائل) کے اعتبار سے علم قطعی کا سبب بنتا ہے، پس سرے سے اس کے حجت ہونے کا انکار اوراس کی حجیت کے اقرار کے ساتھ اس کی قطعیت کے افادے کا انکار اصح مسلک پر کافر بنانے والا نہیں، کیوں کہ یہ بدیہی کے انکار کے برخلاف ہے، جس کا انکار شریعت اسلامیہ کے انکار، بلکہ تمام شریعتوں کے انکار کی طرف لے جاتا ہے، اسی وجہ سے یہ (ضروری دینی کا انکار) کفر ہے، جیسا کہ ثابت ہو چکا، پس اصل اجماع یا اس کی حجیت قطعیہ ہونے کے انکار اور ضروری دینی کے انکار کے درمیان فرق ہے۔

منقولہ بالا عبارت سے واضح ہوگیا کہ منکرین اجماع مجرد کا انکار کرتے ہیں۔کسی نظری واستدلالی رائے پر علما کے اتفاق کا نام اجماع مجرد ہے۔اس کو اجماع نظری بھی کہا جاتا ہے۔وہ لوگ اجماع متصل کے منکر نہیں جو ضروری دینی میں پایا جاتا ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی کے مندرجہ ذیل اقتباس میں اجماع متصل کی تشریح ہے۔

(وھذا لیس کانکار الضروری الذی ھو تطابقھم علی الاخبار عن محسوس علٰی نقل التواتر-وذلک قطعی لحصول العلم الضروری بہ- والقدح فیہ یسری الی ابطال الشریعۃ من اصلھا)

(یہ ضروری دینی کے انکار کی طرح نہیں جونقل متواتر کے ساتھ کسی امر محسوس کی خبر دینے

پر علما کا متفق ہونا ہے، اور اس اجماع سے علم بدیہی حاصل ہونے کے سبب یہ اجماع قطعی ہے، اور اس میں اعتراض کرنا شریعت کو اس کی جڑ سے باطل قرار دینے کی طرف لے جاتا ہے)

ضروریات دین میں پائے جانے والے اجماع متصل کا مفہوم یہ ہے کہ خبر متواتر کے راویوں کی تعداد کے مساوی صحابہ کرام کی جماعت نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی قول کو سنا، یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی فعل کو دیکھا، پھر اس کی متواتر نقل جاری رہی اور تمام مومنین اس کے اعتقاد پر متفق ہو گئے۔ چوں کہ یہ خبر متواتر ہے، پس علم یقینی بدیہی کا افادہ کرتی ہے اور ایسے متواتر امر کا انکار من کل الوجوہ شریعت کو باطل کر دیتا ہے، کیوں کہ شریعت اسلامیہ کے اہم عقائد ومسائل (ضروریات دین) اسی خبر متواتر کے ذریعہ مابعد کے مسلمانوں تک پہنچے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا طریق معتاد یہی ہے کہ امت کے مابعد افراد تک خبر متواتر کے ذریعہ ہی دین پہنچتا ہے، پس متواتر دینی امر کو نہ ماننے والا شرع اسلامی کا منکر ہے۔ جب وہ متواتر حکم کو نہیں مانتا ہے تو غیر متواتر حکم کو کیوں کر مانے گا؟

سبب ایصال یعنی تواتر کا انکار شریعت کے انکار تک لے جائے گا، لہٰذا ضروریات دین جو اجماع متصل (روایت متصلہ متواترہ اجماعیہ) کے ذریعہ ہم تک پہنچیں، ان ضروریات کا انکار کفر ہے، کیوں کہ یہ دین کے بدیہی امر کا انکار ہے۔ اجماع متصل میں متواتر روایت کے ساتھ اس امر دینی کا اعتقاد بھی ہوتا ہے، یعنی اس امر دینی کی متواتر روایت بھی ہوتی ہے اور مومنین کا اس پر اعتقاد بھی ہوتا ہے۔ اجماع مجرد بھی یہی ہے کہ امر اجماعی کے اعتقاد یا قول یا فعل پر اہل اجماع متفق ہوں۔ دونوں اجماع میں فرق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر امر پر اجماع متصل ہوتا ہے۔ اس میں اجتہاد ورائے کا بالکل دخل نہیں ہوتا ہے اور اجماع مجرد میں اجتہاد ورائے کا دخل ہوتا ہے۔

اجماع میں اتفاق سے کیا مراد ہے؟

علامہ تفتازانی شافعی نے اجماع شرعی کی تعریف میں رقم فرمایا: (**وفی الاصطلاح:**

اتفاق المجتهدین من امة محمد علیه الصلوۃ والسلام فی عصر علٰی حکم شرعی: والمراد بالاتفاق الاشتراک فی الاعتقاد او القول او الفعل)

(التلویح مع التوضیح: جلد دوم: ص:89-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: اصطلاح میں (اجماع) کسی حکم شرعی پرکسی زمانے میں امت محمدیہ کے مجتہدین کا اتفاق ہے، اور اتفاق سے اعتقاد یا قول یا فعل میں اشتراک مراد ہے۔

اجماع میں اتفاق سے اعتقاد یا قول یا فعل میں اشتراک مراد ہوتا ہے۔

عہد رسالت سے تاامروز تمام مسلمانوں کا اعتقاد میں اتفاق

جس امر دینی پر اجماع متصل ہو، وہ امر دینی تواتر کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہوتا ہے، اور عہد رسالت سے تاامروز قرنا بعد قرن اس پر اجماع متصل ہوتا ہے، یعنی ہر مسلمان اس کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس کا منکر کافر قرار پاتا ہے۔

امام قاضی عیاض مالکی نے رقم فرمایا: **(وکذلک ان انکر منکرٌ مَكَّةَ او الْبَيْتَ او المسجدَ الْحَرَامَ اَوْصِفَةَ الْحَجِّ-اوقال: الحج واجب فی القرآن واستقبال القبلة کذلک-ولکن کونه علی هذه الهیئة المتعارفة وان تلک البقعة هی مکة والبیت والمسجد الحرام لا ادری-هل هی تلک او غیرها-ولعل الناقلین ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فَسَّرَهَا بهذه التفاسیر-غَلَطُوْا وَوَهموا-فهذا ومثله لَا مِرْيَةَ فی تکفیره-ان کان ممن یظن به علم ذلک وممن خالط المسلمین وامتدت صحبته لهم-الا ان یکون حدیث عهد باسلام-فیقال له-سبیلک ان تسأل عن هذا الذی لم تعلمه بَعْدُ كَافَّةَ الْمُسْلِمِيْنَ-فَلَا تَجِدُ بَيْنَهُمْ خِلَافًا كَافَّةً عَنْ كَافَّةٍ الٰی معاصر الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم-ان هذه الامور کما قیل لک.**

وان تلک البقعة هی مکة والبیت الذی فیها هو الکعبة والقبلة التی صلی لها الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم والمسلمون وحَجُّوْا اِلَیْهَا وَطَافُوْا بِهَا-وان تلک الافعال هی صفات عبادة الحج-والمراد به-وهی التی فعلها النبی صلی اللّٰه علیه وسلم والمسلمون-وان صفات الصلوات المذکورة هی التی فعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم-وشرح مراد اللّٰه بذلک وَاَبَانَ حُدُوْدَهَا-فَیَقَعُ لک العلم کَمَا وَقَعَ لَهُمْ وَلَا تَرْتَابُ بِذٰلِکَ بَعْدُ-وَالْمُرْتَابُ فِیْ ذٰلِکَ والمنکرُ بَعْدَ الْبَحْثِ وَصُحْبَةِ الْمُسْلِمِیْنَ کَافِرٌ بِاِتِّفَاقٍ-وَلَا یُعْذَرُ بِقَوْلِهٖ"لا ادری" وَلَا یُصَدَّقُ فِیْهِ-بل ظاهره التَّسَتُّرُ عن التکذیب-اذ لا یمکن انه لا یدری-وایضًا فانه اِذَا جَوَّزَ عَلٰی جَمِیْعِ الامة الوهمَ وَالْغَلَطَ فیما نقلوه من ذلک واجمعوا انه قول الرسول وفعله وتفسیر مراد اللّٰه به،اَدْخَلَ الْاِسْتِرَابَةَ فی جمیع الشریعة-اذ هم الناقلون لها وللقراٰن-وَانْحَلَّتْ عُرَی الدِّیْنِ کَرَّةً-ومن قال هذا-کَافِرٌ)

(الشفاء: جلد دوم: ص289)

ترجمہ:اسی طرح اگر کسی منکر نے مکہ معظمہ یا بیت اللہ شریف یا مسجد حرام یا صفت حج کا انکار کیا، یا کہا کہ حج اور اسی طرح استقبال قبلہ قرآن میں فرض ہے،لیکن اس کا اس متعارف طریقے پر ہونا، یا اس سرزمین کا مکہ اور بیت اللہ اور مسجد حرام ہونا مجھے معلوم نہیں کہ کیا یہ وہی ہیں، یا ان کے علاوہ ہیں اور شاید راویوں نے خطا کی ہو، یا انہیں وہم ہوا ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تفسیر ان امور کے ذریعہ کی ، پس یہ شخص اور اس کے مماثل کی تکفیر میں کوئی شبہہ نہیں ،اگر معلوم ہو کہ یہ ان میں سے ہے جو اسے جانتا ہے اور ان میں سے ہے جو مسلمانوں کے ساتھ رہتا ہے اور مسلمانوں سے اس کی طویل صحبت ہے،اور اگر وہ نومسلم ہو تو اس کو کہا جائے گا کہ تمہارا راستہ یہ ہے کہ جس چیز کو تم اب تک نہیں جانتے ہو

تو اس کے بارے میں تمام مسلمانوں سے پوچھو۔تم سلسلہ درسلسلہ عہد رسالت تک تمام مسلمانوں کے درمیان اختلاف نہیں پاؤگے کہ یہ امور ویسے ہی ہیں جیسے تمہیں بتائے گئے۔

اور وہی سرزمین مکہ معظّمہ ہے اور جو بیت اللہ اس میں ہے، وہی کعبہ اور قبلہ ہے جس کی طرف (رخ کر کے) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے نماز پڑھی اور اس کا حج کیا اور اس کا طواف کیا اور یہ افعال عبادت حج کی صفات ہیں اور یہی حج سے مراد ہے، اور نماز کی مذکورہ صفات وہی ہیں جن کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادا کیا اور اس (عمل) کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی مراد کی وضاحت فرمائی اور اس کے حدود کو بیان فرمایا۔

پس (مسلمانوں سے دریافت کرنے کے بعد) تجھے اس کا یقین حاصل ہو جائے گا، جیسا کہ ان مسلمانوں کو یقین حاصل ہوا، اور اس کے بعد تجھے اس میں شک نہیں ہوگا اور تفتیش و بحث اور مسلمانوں کی صحبت کے بعد اس میں شک کرنے والا کافر ہے، اور وہ اپنے قول ''لا ادری'' (مجھے معلوم نہیں) کے سبب معذور نہیں ہوگا اور نہ اسے اس بارے میں سچا سمجھا جائے گا، بلکہ اس کا ظاہر حال تکذیب کی ستر پوشی ہے، کیوں کہ ممکن نہیں کہ اسے معلوم نہ ہو، نیز جب اس نے تمام امت پر ان کے روایت کردہ امور میں وہم وخطا کو جائز سمجھا اور تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اور اللہ تعالیٰ کی مراد کی تفسیر ہے تو اس نے ساری شریعت میں شک کو داخل کر دیا، کیوں کہ یہی مومنین شریعت اسلامیہ اور قرآن مقدس کی روایت کرنے والے ہیں اور (اس الزام کے سبب) دین کی رسی پورے طور پر کھل جائے گی اور جو شخص ایسا کہے، وہ کافر ہے۔

منقولہ بالا عبارت میں اجماع متصل کی کیفیت کا بیان ہے۔اجماع متصل کا سلسلہ عہد رسالت تک منتہی ہوگا اور اجماع مجرد کا سلسلہ اس زمانہ تک جائے گا جس زمانہ میں اجماع ہوا ہو، یعنی عہد صحابہ، عہد تابعین یا عہد مجتہدین۔بعض مسائل پر عہد مجتہدین کے بعد علمائے اسلام کا اجماع ہوا ہے، مثلاً تقلید شخصی پر عہد مجتہدین کے بعد علما وفقہا کا اجماع ہوا ہے۔

منقولہ بالاعبارت میں ہے:(**سبیلک ان تسأل عن هذا الذی لم تعلمه بَعْدُ كَافَّةَ الْمُسْلِمِيْنَ-فَلَا تَجِدُ بَيْنَهُمْ خِلَافًا كَافَّةً عَنْ كَافَّةٍ الٰی معاصر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم-ان هذه الامور کما قیل لک**)

ترجمہ:تمہارا راستہ یہ ہے کہ جس چیز کو تم اب تک نہیں جانتے ہوتو اس کے بارے میں تمام مسلمانوں سے پوچھو۔تم سلسلہ درسلسلہ عہد رسالت تک تمام مسلمانوں کے درمیان اختلاف نہیں پاؤ گے کہ یہ امور ویسے ہی ہیں جیسے تمہیں بتائے گئے۔

اس عبارت میں یہی بتایا گیا ہے کہ ضروریات دین پر عہد رسالت سے آج تک تمام مسلمانوں کا اتفاق ہوتا ہے۔اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہوتا ہے اور اختلاف کرنے والا کافر ہے۔ضروریات دین میں یقین اختیاری مطلوب ہے،یعنی شک وشبہہ دور کر کے ضروریات دین کا یقین کرنا ہے۔اکراہ شرعی کے علاوہ ضروریات دین کا انکار کسی صورت میں ہو،وہ انکار کفر ہے۔جس کو کوئی بات سمجھ میں نہ آئے،وہ علم والوں سے دریافت کرے۔

منکر اگر نومسلم ہے تو اس کو کہا جائے گا کہ تم مسلمانوں سے دریافت کرو،تم مومنین کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں پاؤ گے۔(کافۃ عن کافۃ)یعنی تمام مومنین ایسا ہی کہیں گے،یہاں تک کہ یہ سلسلہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مسعود کے مومنین تک پہنچ جائے۔عہد نبوی کے تمام مومنین یعنی صحابہ کرام بھی ایسا ہی کہیں گے،کیوں کہ ان نفوس قدسیہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسا ہی سنا اور دیکھا ہے اور ایسا ہی ان کے درمیان متواتر ہے۔جو سب کچھ جان کر بھی انکار کرے تو وہ کافر ہے۔

ضروریات دین کی متواتر روایت اور اخبار آحاد

ایسا واقع ہے کہ جن احادیث طیبہ سے ضروریات دین کا ثبوت ہوا،وہ اخبار آحاد کے طور پر مروی ہیں اور ضروریات دین کی متواتر روایت عہد رسالت سے جاری رہی ہے۔اس کی تفصیلی بحث باب سوم:فصل اول میں ہے۔اجماع متصل کے بعد اعتقاد میں اتفاق

کے سبب اس متواتر قول نبوی کی متواتر روایت جاری نہ رہی۔اجماع متصل کے سبب قول نبوی یعنی ماخذ کی روایت سے بے نیازی ہوگئی۔اس امر متواتر کی متواتر روایت جاری رہی۔

امام ابن حجر ہیتمی شافعی نے رقم فرمایا:(وفی تعلیق البغوی:مَنْ اَنْکَرَ السُّنَنَ الرَّاتِبَۃَ اَوْصَلَاۃَ الْعِیْدَیْنِ یَکْفُرُ–وَالْمُرَادُ انکار مشروعیتہا لانہامعلومۃٌ من الدین بالضرورۃ–والمُنْکِرُ ھَیْئَۃَ الصَّلٰوۃِ زَعْمًا مِنْہُ اَنَّھَا لَمْ تَرِدْ اِلَّا مُجْمَلَۃً وھذہ الصفاتُ والشروطُ لَمْ تَرِدْ بِنَصٍّ جَلِیٍّ مُتَوَاتِرٍ کُفْرٌ اَیْضًا اِجْمَاعًا کَمَا یُوْخَذُ مِنْ کَلَامِ الشِّفَاءِ)(الاعلام بقواطع الاسلام:ص354)

ترجمہ:حاشیہ بغوی میں ہے:جس نے سنن رواتب یا نماز عیدین کا انکار کیا،وہ کافر ہے،اوراس کی مشروعیت کا انکار مراد ہے،کیوں کہ وہ دین سے بداہۃً معلوم ہے۔

اوراس گمان سے طریق نماز کا انکار کرنے والا کہ نماز کا حکم اجمالی طور پر وارد ہوا،اور یہ صفات وشروط کسی متواتر صریح نص میں وارد نہیں،یہ بھی کفر اجماعی ہے،جیسا کہ کتاب الشفا کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔

نماز پنج گانہ،تعداد رکعات اور نماز کی ادائیگی کا طریقہ قرآن مجید یا حدیث متواتر میں مذکور نہیں،بلکہ خبر واحد میں ان امور کا ذکر آیا ہے اورعہد رسالت سے تاامروز مسلمانوں کے درمیان اعلیٰ درجہ کے تواتر کے ساتھ یہ امور مروی ہیں اوران پر عمل ہے۔ان امور دینیہ پرامت مسلمہ کا اجماع متصل ہے۔ان امور کو بیان کرنے والی احادیث مقدسہ محدثین کی اصطلاح میں خبر واحد ہیں،لیکن مسلمانوں کے درمیان قرناً بعد قرنٍ خبر متواتر سے نماز پنج گانہ ثابت ہے،اورعہد رسالت سے تاامروز بلااختلاف اس پرامت مسلمہ کا عمل جاری ہے۔

کوئی یہ کہے کہ پانچ نمازوں کا ذکر خبر واحد میں ہے۔ہم اسے نہیں مانتے ہیں تو وہ کافر ہے۔بعض خوارج دووقت کی نماز کے قائل تھے،ان کی تکفیر کی گئی۔

ضروریات دین پر جو اجماع ہوتا ہے،اس کو اجماع متصل کہا جاتا ہے۔اسی اجماع

کے اعتبار سے تمام ضروریات دین کو اجماعی اور مجمع علیہ کہا جاتا ہے، کیوں کہ تمام ضروریات دین میں یہ اجماع پایا جاتا ہے،یعنی ضروریات دین میں عہد رسالت سے تاامروز تمام امت مسلمہ کا اتفاق واعتقاد ہوتا ہے۔اس اجماعی امر دینی کا ذکر قرآن مجید کی قطعی الدلالت آیت مقدسہ میں ہو، یا قطعی الدلالت حدیث متواتر میں ہو، یا اخبار آحاد میں اس کا ذکر ہو، جیسے نماز پنج گانہ، یا خبر واحد میں بھی اس کا ذکر نہ ہو، جیسے عقل صحیح سے ثابت ہونے والی ضروریات دین۔ان تمام کا انکار کفر ہے۔

عہد ماضی میں ضروریات اہل سنت کی اصطلاح مستعمل نہیں تھی، بلکہ ضروریات دین کی دو قسم بیان کی جاتی تھی۔قسم اول سے ضروریات دین مراد ہوتی اور قسم دوم سے ضروریات اہل سنت مراد ہوتی۔اسلاف کرام نے جہاں رقم فرمایا ہو کہ خلافت صدیقی کا مسئلہ ضروریات دین سے ہے تو وہاں ضروریات دین کی قسم دوم مراد ہے جو عہد حاضر میں ضروریات اہل سنت کے لقب سے متعارف ہے۔

ضروریات دین پر تمام اہل قبلہ کا اتفاق ہوتا ہے،یعنی اہل سنت وجماعت کا بھی اتفاق ہوتا ہے اور غیر کافر کلامی کلمہ خواں جماعتوں کا بھی اتفاق ہوتا ہے۔جو بھی اختلاف کرے،وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ضروریات اہل سنت میں تمام اہل سنت وجماعت کا اتفاق ہوتا ہے۔ چوں کہ ضروریات دین وضروریات اہل سنت قطعیات میں سے ہیں،اس لیے ان میں اجتہاد جاری نہیں ہوتا ہے۔قطعیات میں مجتہد اور غیر مجتہد مساوی قرار پاتے ہیں۔اگر مجتہد بھی اختلاف وانکار کرے تو حکم شرعی وارد ہوگا۔

اجماع خاص واجماع عام

اجماع متصل کو اجماع عام اور اجماع مجرد کو اجماع خاص کہا جاتا ہے۔

امام شہاب الدین خفاجی نے اجماع کے معنی کے بیان میں رقم فرمایا:(قال البغوی:

هو نوعان–عام كاجماع الامة على الصلوٰة وعدد ركعاتها مما يعرفه العامة والخاصة–فانكاره كُفْرٌ–الا ان يكون منكره حديث عهد بالاسلام.

وخاص وهو ما يعرفه الخاصة كبطلان نكاح المتعة–ولا يكفر جاحده–وانما يحكم بخطائه–وكذا كل اجماع لا يعرفه الا العلماء كحرمة نكاح المرأة علىٰ عمتها)

(نسیم الریاض: جلد چہارم:ص 521- دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: امام محی السنہ بغوی نے فرمایا کہ اجماع کی دوقسمیں ہیں:

(۱) اجماع عام جیسے نماز (پنج گانہ) اوراس کی تعداد رکعات پر اجماع امت کہ اسے عوام وخواص جانتے ہیں، پس اس کا انکار کفر ہے، مگر یہ کہ منکر نومسلم ہو۔

(۲) اور اجماع خاص، یہ ایسا اجماع ہے جس کی معرفت خواص کو ہوتی ہے جیسے نکاح متعہ کا باطل ہونا، اوراس کا منکر کافر نہیں ہوگا، اوراس کے خاطی ہونے کا حکم لگایا جائے گا، اور ایسا ہی حکم ہراس اجماع کا جس کی معرفت صرف علما کو ہوتی ہے جیسے پھوپھی (کے نکاح میں میں رہنے) پر عورت (بھتیجی) سے نکاح کرنے کی حرمت۔

منقولہ بالا عبارت سے واضح ہوگیا کہ اجماع متصل کو اجماع عام اور اجماع مجرد کو اجماع خاص کہا جاتا ہے۔ اجماع مجرد میں خواص ہی کا اتفاق ہوتا ہے۔ اجماع مجرد میں اجتہاد کا دخل ہوتا ہے۔ دلائل میں غور وفکر کرنا اصحاب علم وفضل کا منصب ہے، لہٰذا استدلال کے ذریعہ اہل علم کو استدلالی امور کی معرفت حاصل ہوگی، پھران کے بتانے سے دوسروں کو ان کی معرفت حاصل ہوگی، جیسے دلائل میں غور وفکر کے سبب مجتہد کو فقہی وعملی مسائل کی معرفت ہوتی ہے، پھران کے بتانے سے مقلدین کو ان مسائل کی معرفت ہوتی ہے۔

ایسا نہیں کہ بتانے کے بعد بھی مقلدین وعوام کو استدلالی امور کی معرفت حاصل نہ ہو سکے۔ ضروریات دین میں نظر واستدلال کے بغیر ہر عام وخاص کو یقین حاصل ہوتا ہے۔ وہ

متواتر امور ہیں۔ان میں استدلال کی ضرورت نہیں،اسی لیےضروریات دین کی تعبیر میں کہا جاتا ہے کہ یہ ایسے امور ہیں جن کو ہر خاص وعام جانتے ہوں،یعنی بلانظر واستدلال جان لیں۔ایسا نہیں کہ تمام ضروریات دین کا بالفعل علم سب کو حاصل ہوتا ہے۔ہر مومن کو تمام ضروریات دین کا بالفعل علم ہونا ایک بعید امر ہے، پھر یہ مراد کیسے ہوسکتا ہے۔

علمائے اسلام کے صحبت یافتگان کو اجمالی علم ہوتا ہے کہ جو دینی امور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر واجماعی وقطعی بالمعنی الاخص ہیں، وہ ضروریات دین ہیں۔

(4)امام جصاص رازی حنفی نے رقم فرمایا:(**الاجماع علی وجهین:احدهما: يشترك فيه الخاصة والعامة لحاجة الجميع الى معرفته–وذلك نحو اجماعهم على ان الظهر اربع والمغرب ثلاث–وصوم رمضان وحج البيت وغسل الجنابة وتحريم الزنا وشرب الخمر وتحريم نكاح الامهات والاخوات ونحوهن فهذا اجماع قد تساوى الخاصة والعامة فيه.**

وَالْإِجْمَاعُ الْآخَرُ:مَا يَخْتَصُّ بِهِ الْخَاصَّةُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ الَّذِينَ هُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى مَا ذَكَرَهُ فِي كِتَابِهِ–وَلَا اعْتِبَارَ فِيهِ بِقَوْلِ الْعَامَّةِ– لِأَنَّ الْعَامَّةَ لَا مَدْخَلَ لَهَا فِي ذٰلِكَ)

(الفصول فی الاصول: جلد سوم:ص285-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:اجماع کی دوقسمیں ہیں :ان میں سے ایک وہ ہے جس میں خواص وعوام مشترک ہوتے ہیں،تمام کو اس کی معرفت کی حاجت وضرورت کے سبب، جیسے مومنین کا اس پر اجماع کہ ظہر کی چار رکعت ہے اور مغرب کی تین رکعت ہے اور روزۂ رمضان، حج بیت اللہ ،غسل جنابت، زنا وشراب کی حرمت اور ماؤں ، بہنوں اور ان جیسوں سے نکاح کی حرمت پر اجماع، پس یہ ایسا اجماع ہے کہ اس میں خواص وعوام برابر ہیں۔

اور دوسرا اجماع وہ ہے جو خواص اہل علم کے ساتھ خاص ہے جو اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مقدس میں اس کا ذکر فرمایا، اور اس اجماع میں عوام کے قول کا کوئی اعتبار نہیں، کیوں کہ عوام کا اس اجماع میں دخل نہیں۔

منقولہ بالا اقتباس میں اجماع عام سے اجماع متصل اور اجماع خاص سے اجماع مجرد مراد ہے۔ اجماع متصل اور اجماع مجرد میں مندرجہ ذیل دو واضح فرق ہے۔

(الف) اجماع مجرد سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد حکم شرعی کا اثبات ہوتا ہے۔ عہد رسالت میں حضور اقدس شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام بذات خود رونق افروز ہیں، پس اس عہد مسعود میں اجماع مجرد سے مسئلہ کے اثبات کی نہ ضرورت ہے، نہ کوئی صورت ہے، کیوں کہ اس اجماع میں خود حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام شریک ہوں گے، پس حکم شرعی قول نبوی سے ثابت ہوگا، نہ کہ اجماع سے۔

ضروریات دین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے ہی اجماعی ہوتی ہیں، پس یہاں اجماع سے اجماع متصل مراد ہے۔ اس کا مفہوم اشتراک فی الاعتقاد ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین عہد رسالت میں بھی اس عقیدہ پر متفق تھے۔

(ب) اجماع مجرد میں مجتہدین کا اتفاق شرط ہے، جب کہ ضروریات دین میں خواص مومنین وعوام مومنین تمام کا اجماع ہوتا ہے، اور ہر ایک کو اس کا ماننا لازم ہے۔ جو نہ مانے، وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے، جب کہ اجماع مجرد میں اگر کسی مجتہد نے اتفاق نہ کیا تو اجماع منعقد نہیں ہوگا، جیسا کہ اجماع مجرد کی بحث میں اس کی تفصیل مرقوم ہوتی ہے۔

(5) صدر الشریعہ بخاری حنفی (م ۷۴۷ھ) نے اجماع کی بحث میں رقم فرمایا:

((واما عامة الناس ففيما لايحتاج الى الراى كَنَقْلِ القرآن وامهات الشَّرَائِعِ داخلون فى الاجماع كالمجتهدين-وَفِيْمَا يَحْتَاجُ،لَا عِبْرَةَ بِهِمْ).

اِعْلَمْ اَنَّ الْاِجْمَاعَ عَلٰى نَوْعَيْنِ(۱)احدهما اجماعٌ يفيد قطعيةَ الحكم-اى سند الاجماع لا يكون موجبًا للقطع-بل الاجماع يفيد

القطعية(۲)والثانی اجماعٌ لا یفید قطعیةَ الحکم-بان یکون سند الاجماع موجبًا لِلْقَطع-ثم الاجماع یفید زیادة توکید-فَنَقْلُ الْقُرْاٰنِ وَاُمَّهَاتِ الشَّرَائِعِ مِنْ هذَا الْقبیل-والاجماع الاول لا ینعقد ما بقی مخالفٌ واحدٌ-وذلک المخالفُ اَوْمخالفٌ اٰخَرُ فی عهدٍ اٰخَرَ لا یَکْفُرُ بالمخالفة.

وَاَمَّا الْاِجْمَاعُ الثَّانِیُ فَلَیْسَ کَذٰلِکَ-فَاِنَّ الْحُکْمَ قطعیٌّ بدونه-فلیس المراد انه لولم یوافق جمیعُ العوام لم ینعقد الاجماعُ حتّٰی لا یَکْفُرَ الْجَاحِدُ-بلْ لَایمکن لِاَحَدٍ مِنَ الْخَواص والعوام المخالفةُ-حَتّٰی لَوْ خَالَفَ اَحَدٌ، یَکْفُرُ (التوضیح مع التلویح: جلد دوم:ص99-100-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:لیکن عام مومنین پس اس اجماع میں مجتہدین کی طرح داخل ہیں جس میں رائے (اجتہاد) کی ضرورت نہیں جیسے قرآن مجیداور شریعت کے بنیادی مسائل کی نقل و روایت،اور جس اجماع میں اجتہاد کی ضرورت ہے،اس میں عام مومنین کا کوئی اعتبار نہیں۔

جان لوکہ اجماع کی دوقسمیں ہیں:(۱)ان میں سے ایک ایسا اجماع ہے جوحکم کی قطعیت کا افادہ کرتا ہے،یعنی سند اجماع قطعیت کا سبب نہیں ہوتا ہے، بلکہ اجماع قطعیت کا افادہ کرتا ہے(۲)اور دوسرا ایسا اجماع ہے جوقطعیت کا افادہ نہیں کرتا ہے، بایں طور کہ سند اجماع قطعیت کا سبب ہوتا ہے، پھر اجماع زیادتی تاکید کا افادہ کرتا ہے،پس قرآن مقدس اورشریعت کے بنیادی مسائل کی نقل وروایت اسی قبیل سے ہے۔

اوراجماع اول منعقد نہیں ہوتا ہے جب کہ کوئی ایک مخالف باقی رہے،اوراس مخالف یا کسی دوسرے عہد میں کسی دوسرے مخالف کی مخالفت کے سبب تکفیر نہیں کی جاتی ہے،لیکن اجماع دوم پس ایسا نہیں ہے، کیوں کا (اس کا)حکم اجماع کے بغیر قطعی ہوتا ہے، پس یہ مراد نہیں کہ اگرتمام عوام موافقت نہ کریں تو اجماع منعقد نہیں ہوگا ، یہاں تک کہ منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی ، بلکہ خواص وعوام میں سے کسی کومخالفت جائز نہیں ، یہاں تک کہ اگر کسی نے

مخالفت کی تو وہ کافر ہو جائے گا۔

منقولہ بالا عبارت میں خواص سے مجتہدین مراد ہیں اور عوام سے غیر مجتہدین مراد ہیں۔ جس اجماع میں عوام وخواص دونوں شریک ہوں، اس کو اجماع عام کہا جاتا ہے۔ جس اجماع میں صرف خواص یعنی مجتہدین شامل ہوں، اس کو اجماع خاص کہا جاتا ہے۔

ضروریات دین میں اجماع عام ہوتا ہے، جس کو اجماع متصل کہا جاتا ہے۔ اس اجماعی دینی امر کی مخالفت کا حق مجتہد وغیر مجتہد کسی کو نہیں۔ مجتہد یا غیر مجتہد جو بھی مخالفت کرے، وہ کافر قرار پاتا ہے۔ ایسا اجماعی دینی امر، اجماع کے سبب قطعی نہیں ہوتا ہے، بلکہ متواتر قول نبوی ومتواتر فعل نبوی کے سبب قطعی وضروری دینی قرار پاتا ہے، پھر قرناً بعد قرن اس کی متواتر روایت ہوتی ہے اور اس کے اعتقاد پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہوتا ہے۔

جاہل مسلمان کو قرآن مجید میں مذکورہ احکام کا تفصیلی علم نہ بھی ہو تو اس کا عقیدہ یہی ہوتا ہے کہ جو کچھ قرآن مجید میں ہے، سب حق ہے۔ اسلام کے تمام احکام حق ہیں، پس اجمالی تصدیق واقرار کے سبب وہ اس اجماع میں شامل وداخل ہے۔ تفصیلی اعتقاد کا حکم علم تفصیلی علم کے وقت ہے۔ ہاں، کوئی امر خلاف حق صادر ہو تو اس وقت حکم شرعی وارد ہوگا۔

الحاصل اجماع عام میں مجتہد وغیر مجتہد اور عالم وجاہل مساوی ہیں۔ صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی درج ذیل عبارت پر غور کریں: (**وَاَمَّا الْاِجْمَاعُ الثَّانِیُ فَلَیْسَ کَذٰلِکَ-فَاِنَّ الْحُکْمَ قطعیٌّ بدونه-فلیس المراد انه لولم یوافق جمیعُ العوام لم ینعقد الاجماعُ حتّٰی لا یَکْفُرَ الْجَاحِدُ-بلْ لَا یمکن لِاَحدٍ مِنَ الْخَواص والعوام المخالفةُ-حَتّٰی لَوْ خَالَفَ اَحَدٌ،یَکْفُرُ**)

ترجمہ: لیکن اجماع ثانی (اجماع عام) پس وہ اس طرح (اجماع خاص کی طرح) نہیں ہے، اس لیے کہ (اجماع عام میں) حکم شرعی، اجماع کے بغیر قطعی ہوتا ہے، پس یہ مراد نہیں ہے کہ اگر تمام عوام اتفاق نہ کریں تو اجماع منعقد نہیں ہوگا، اور منکر کافر نہیں ہوگا، بلکہ

خواص (مجتہدین) اور عوام (غیر مجتہدین) میں سے کسی کو انکار کا حق نہیں، اور اگر کسی نے اختلاف کیا تو کافر قرار پائے گا۔

اجماع خاص یعنی اجماع مجتہدین کا حکم یہ ہے کہ اہل حق مجتہدین میں سے کسی ایک نے بھی کسی صحیح سبب کی بنیاد پر اختلاف کر دیا تو اجماع ہی منعقد نہیں ہوگا اور اس مجتہد پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا، اور چوں کہ وہ مسئلہ اجماعی نہ ہو سکا تو بعد میں بھی کوئی شخص اس کی مخالفت کرے تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

اجماعی امر جب ضروری دینی ہو تو اس کا انکار کفر ہے، کیوں کہ جب کوئی امر ضروری دینی ہے تو وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوگا، پس اس کا انکار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب ہے، اور تکذیب نبوی کفر ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی شافعی نے طویل بحث کے بعد رقم فرمایا: (**اذا تأملت ما سبق من التقرير–علمت ان الملحظ فی التكفير انما هو انكار الضروری المستلزم لانكار الاجماع–بخلاف انكار الاجماع من اصله–او حجيته–او المجمع عليه الغير الضروری–فانه لايكون كفرًا**) (الاعلام بقواطع الاسلام: ص 354)

ترجمہ: جب تم گزشتہ تشریح میں غور کرو گے تو جان لوگے کہ تکفیر میں ضروری دینی کا انکار ملحوظ ہے جو اجماع کے انکار کو مستلزم ہے، اصل اجماع یا اجماع کی حجیت یا غیر ضروری اجماعی مسئلہ کے انکار کے برخلاف، کیوں کہ یہ انکار کفر نہیں۔

اجماع مجرد کا انکار، یا اجماع مجرد کی حجیت کا انکار، یا غیر ضروری اجماعی امر دینی کا انکار متکلمین کے یہاں کفر نہیں۔ نظام معتزلی (م ۲۳۰ھ) نے اجماع مجرد کی حجیت کا انکار کیا، لیکن اس انکار کے سبب اس کی تکفیر کلامی نہیں کی گئی۔ امر متواتر کے انکار کے سبب تکفیر کلامی ہوتی ہے۔ اسی امر متواتر کو ضروری دینی، قطعی بالمعنی الاخص اور امر اجماعی بھی کہا جاتا ہے۔

علامہ میر سید شریف جرجانی حنفی نے نقل فرمایا: ((**خرق الاجماع**) **مطلقًا** (**ليس**

بکفر)بل خرق الاجماع القطعی الذی صار من ضروریات الدین)

(شرح مواقف:ص727-مطبع:نول کشور لکھنو)

ترجمہ:اجماع کا مطلقاً انکار کفر نہیں، بلکہ اس اجماع قطعی کا انکار کفر ہے جو ضروریات دین سے ہو۔

متکلمین کے یہاں ہر اجماعی امر کا انکار کفر نہیں، بلکہ اس قطعی اجماعی امر کا انکار کفر ہے جو ضروریات دین سے ہو۔منقولہ بالا عبارت میں اجماع قطعی سے اجماع متصل مراد ہے۔

فصل دوم

تواتر اور اجماع متصل

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر امر دینی پر امت مسلمہ کا اجماع متصل ضرور ہوتا ہے،لیکن تواتر اور اجماع متصل میں اصل تواتر ہے۔اسی تواتر کے سبب وہ امر دینی قطعی بالمعنی الاخص قرار پاتا ہے اور متواتر دینی امر کے انکار پر حکم کفر عائد ہوتا ہے۔اسی تواتر عن الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب اس پر امت کا اجماع متصل ہوتا ہے۔

امام محقق کمال الدین ابن ابی شریف شافعی (۸۲۲ھ-۹۰۶ھ) نے رقم فرمایا:

(قال ابن دقیق العید فی شرح العمدة اول کتاب القصاص:اطلق بعضهم ان مخالف الاجماع یکفر-والحق ان المسائل الاجماعیة تارة یصحبها التواتر عن صاحب الشرع کوجوب الخمس وقد لا یصحبها- فالاول یکفر جاحده لمخالفته التواتر لا لمخالفة الاجماع.

قال:وقد وقع فی هذا المکان من یدعی الحذق فی المعقولات ویمیل الی الفلسفة فظن ان المخالفة فی حدوث العالم من قبیل مخالفة الاجماع واخذ من قول من قال انه لا یکفر مخالف الاجماع،انه لا یکفر

المخالف فی هذه المسئلة-وهذا کلام ساقط بمرة لان حدوث العالم مما اجتمع فیه الاجماع والتواتر بالنقل عن صاحب الشرع فیکفر المخالف بسبب مخالفة النقل المتواتر،لا بسبب مخالفة الاجماع)

(المسامرة شرح المسایرة: جلد دوم:ص208-مطبعۃ السعادۃ مصر)

ترجمہ:امام ابن دقیق العید شافعی (۶۲۵ھ-۷۰۲ھ) نے شرح عمدۃ الاحکام میں کتاب القصاص کے شروع میں رقم فرمایا:بعض علما نے مطلقاً فرمایا کہ اجماع کا مخالف کافر ہے،اور حق یہ ہے کہ کبھی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تواتر مسائل اجماعیہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسے نماز پنج گانہ کی فرضیت ،اور کبھی اس کے ساتھ تواتر نہیں ہوتا ہے، پس اول کا منکر تواتر کے انکار کے سبب کافر ہوتا ہے، نہ کہ اجماع کے انکار کے سبب۔

اور اس مقام میں وہ پھسل پڑتا ہے جو علوم عقلیہ میں مہارت کا دعویٰ کرتا ہے اور فلسفہ کی طرف میلان رکھتا ہے، پس وہ خیال کرتا ہے کہ حدوث عالم کے مسئلہ میں اختلاف اجماع میں مخالفت کے قبیل سے ہے،اور جو اجماع کے مخالف کی تکفیر نہیں کرتا ہے،اس کے قول سے اخذ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس (حدوث عالم کے) مسئلہ میں مخالفت کرنے والا کافر نہیں ہے،اور یہ بات انتہائی ساقط الاعتبار ہے، کیوں کہ حدوث عالم (کا مسئلہ)ان امور سے ہے جن میں اجماع اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر جمع ہیں، پس مخالفت کرنے والا نقل متواتر کی مخالفت کے سبب کافر ہوگا، نہ کہ اجماع کی مخالفت کے سبب۔

امام ابن دقیق العید شافعی نے ارشاد فرمایا کہ جو اجماعی دینی امور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہیں ،ان کا انکار کفر ہے۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر امر دینی کے انکار کے سبب کفر کا حکم ہے، نہ کہ اجماع کے انکار کے سبب۔

فقہا فرماتے ہیں کہ اجماع کی مخالفت کفر ہے اور متکلمین فرماتے ہیں کہ اجماع کی مخالفت کفر نہیں ہے تو منطق وفلسفہ کے بعض وابستگان وماہرین نے یہ خیال کیا کہ دنیا کے

حادث ہونے کا انکار اجماع کی مخالفت ہے اور متکلمین کے یہاں اجماع کی مخالفت کفر نہیں ہے تو دنیا کو قدیم ماننا اور اس کے حادث ہونے کا انکار کرنا کفر نہیں۔

امام ابن دقیق العید نے فرمایا کہ ارباب منطق وفلسفہ کا یہ نظریہ غلط ہے۔حدوث عالم کے مسئلہ میں تواتر اور اجماع دونوں جمع ہیں۔حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ دنیا حادث ہے،پس امر متواتر کے انکار کے سبب حکم کفر عائد ہوگا،نہ کہ اجماع کی مخالفت کے سبب۔دراصل ضروریات دین میں اجماع سے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر امر دینی پر اتفاق مع الاعتقاد مراد ہے۔جب اس اجماع کا انکار کرے گا تو متواتر امر دینی کا انکار کرے گا اور اس متواتر امر دینی کا انکار کفر ہے۔

علامہ سید ابن عابدین شامی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) نے رقم فرمایا:(**هذا موافق لِمَا قَدَّمْنَاهُ عنه من انه يَكْفُرُ بانكار ما أُجْمِعَ عَلَيْهِ بَعْدَ الْعِلْمِ بِهِ-ومثله ما فى نور العين عن شرح العمدة-اطلق بعضهم ان مخالف الاجماع يكفر-والحق ان المسائل الاجماعية تارةً يصحبها التواترُ عن صاحب الشرع كوجوب الخمس-وقد لا يصحبها-فالاول يكفر جاحده لمخالفته التواتر،لا لمخالفة الاجماع-الخ**)(ردالمحتار:جلد چہارم:ص 407-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:یہ اس کے موافق ہے جو ہم نے صاحب درمختار کے حوالے سے پہلے بیان کیا کہ اجماعی امر کے علم کے بعد اس کے انکار کے سبب کافر ہوجائے گا،اور اسی کی مثل (امام ابن دقیق العید شافعی کی) شرح عمدۃ الاحکام کے حوالے سے نور العین میں منقول ہے کہ بعض فقہا نے مطلقاً فرمایا کہ اجماع کا مخالف کافر ہے۔

اور حق یہ ہے کہ کبھی حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر مسائل اجماعیہ کے ساتھ ہوتا ہے،جیسے نماز پنج گانہ کی فرضیت،اور کبھی ان مسائل کے ساتھ تواتر نہیں ہوتا ہے، پس تواتر کی مخالفت کے سبب اول کا منکر کافر ہوگا،نہ کہ اجماع کی مخالفت کے سبب:الخ۔

لفظ اجماع سے اشتباہ

ضروریات دین کے باب میں لفظ اجماع اور اس کے مشتقات یعنی مجمع علیہ، اجماعی وغیرہ کے استعمال سے بعض لوگ شبہہ میں مبتلا ہو گئے ۔اگر ضروریات دین کے مفہوم کو لفظ اجماع سے خالی کر کے سمجھا جائے تو شبہہ واقع نہیں ہو گا، جیسا کہ اصول حدیث کی کتابوں میں لفظ اجماع کی بجائے تواتر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔کافر کلامی کی روایت قبول نہیں کی جاتی ہے۔

محدثین نے کافر کلامی کی تشریح میں رقم فرمایا کہ جو کسی متواتر امر دینی کا انکار کرے جس کا شریعت سے ہونا بداہۃً معلوم ہو، اس کی روایت قبول نہیں ہو گی۔انہوں نے اجماع کا لفظ استعمال نہ کیا، بلکہ تواتر کا لفظ استعمال کیا ہے اور ضروریات دین متواتر امور ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے رقم فرمایا:(**فالمعتمد ان الذی ترد روایته من انکر امرًا متواترًا من الشرع معلومًا من الدین بالضرورة–وکذا من اعتقد عکسه**)(نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر:ص71)

ترجمہ:معتمد یہ ہے کہ اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جو شریعت کے کسی متواتر امر کا انکار کرے جو دین سے بداہۃً معلوم ہو، اسی طرح جو ضروریات کے برعکس کا اعتقاد رکھے۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی نے رقم فرمایا:(**والمعتمد ان الذی ترد ببدعته روایته من انکر امرًا متواترًا من الدین بالضرورة–اواعتقد عکسه**)

(تدریب الراوی: جلد دوم:ص546–مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز–مکۃ المکرمہ)

ترجمہ:معتمد یہ ہے کہ بدعت کے سبب اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جو شریعت کے کسی متواتر امر کا انکار کرے جو دین سے بداہۃً معلوم ہو، اسی طرح جو ضروریات دین کے برعکس کا اعتقاد رکھے۔

امام شمس الدین سخاوی شافعی (م۹۰۲ھ) نے رقم فرمایا:(**فالمعتمد ان الذی ترد روایته مَنْ اَنْکَرَ اَمْرًا مُتَوَاتِرًا مِنَ الشَّرْعِ مَعْلُوْمًا مِنَ الدِّیْنِ بِالضَّرُوْرَةِ–اَیْ**

اِثْبَاتًا وَنَفِیًا) (فتح المغیث : جلد اول :ص 364 - دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: معتمد یہ ہے کہ اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جو شریعت کے کسی متواتر امر کا انکار کرے جو دین سے بداہۃً معلوم ہو، اثبات ونفی کے اعتبار سے۔

اثبات ونفی کے اعتبار سے بداہۃً معلوم ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا ثبوت بدیہی ہو، اور اس کی ضد کی نفی بھی بدیہی ہو: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

امام غزالی نے رقم فرمایا: (واصول الایمان ثلثة: (۱) الایمان باللّٰه (۲) وبالرسل (۳) وباليوم الآخر - وما عداه فروع - واعلم انه لا تكفير فی الفروع اصلًا - الا فی مسئلة واحدة - وهی ان ينكر اصلًا دينيًا علم من الرسول صلی اللّٰه عليه وسلم بالتواتر) (التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ :ص 62)

ترجمہ: اصول ایمان تین ہیں: (۱) اللہ پر ایمان (۲) اور رسولوں پر ایمان (۳) اور آخرت پر ایمان، اور ان کے علاوہ فروع ہیں، اور جان لو کہ فروع میں بالکل تکفیر نہیں، مگر ایک مسئلہ میں اور وہ یہ ہے کہ ایسی اصل دینی کا انکار کرے، جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ معلوم ہو۔

جن امور پر اجماع مجرد ہوتا ہے، وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر نہیں ہوتے، اور جو متواتر امور دینی ہیں، ان پر اجماع متصل ہوتا ہے۔ ایسے امر دینی کا انکار کفر ہے، خواہ وہ امر دینی مذکورہ قاعدہ کے مطابق اصول دین میں سے ہو، یا فروع دین میں سے۔ عام اصطلاح میں تمام ضروریات دین وضروریات اہل سنت کو اصول دین کہا جاتا ہے۔

الفاظ متواترہ ومعانی متواترہ

(1) اگر لفظ متواتر ہو تو لفظ ضروریات دین سے ہے، جیسے قرآن مقدس کے تمام کلمات وحروف۔ قرآن عظیم کے کسی ایک حرف متواتر کا انکار کفر ہے۔

(2) اگر معنی متواتر ہو، اور لفظ متواتر نہ ہو، جیسے نماز پنج گانہ کی فرضیت متواتر ہے اور

جن احادیث طیبہ میں نماز پنج گانہ کا ذکر ہے، وہ اخبار آحاد میں سے ہیں، پس معنی یعنی نماز پنج گانہ کی فرضیت ضروریات دین سے ہے، اس کا منکر کافر ہے۔ اگر کوئی نماز پنج گانہ کی فرضیت کو مانے اور راویوں پر طعن کے سبب ان احادیث غیر متواترہ کا انکار کرے تو کفر نہیں ، بلکہ ضلالت وگمراہی ہے۔ خبر واحد کے انکار کا حکم باب دوم فصل دوازدہم میں مرقوم ہے۔

(3) اگر لفظ ومعنی دونوں متواتر ہوں تو دونوں ضروریات دین سے ہیں اور دونوں کا انکار کفر ہے، جیسے (ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین) (سورہ احزاب: آیت 40) میں ختم نبوت کا ذکر ہے۔ ختم نبوت کا متواتر معنی یہی ہے کہ ہمارے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی ہیں۔ ان کے عہد میں یا بعد کے زمانے میں کسی نبی جدید کا وجود نہیں ہوگا۔ کسی آیت قرآنیہ کا انکار بھی کفر ہے اور اس کے متواتر معنی کا انکار بھی کفر ہے۔

(4) اگر لفظ متواتر ہو، اور وہ اپنے معنی پر قطعی الدلالت بالمعنی الاخص ہو تو لفظ ومعنی دونوں ضروریات دین سے ہوں گے جیسے مفسر آیات قرآنیہ کے کلمات ومعانی دونوں ضروریات دین سے ہیں۔ یہاں معنی گرچہ متواتر نہیں، لیکن جب مفسر آیت قرآنیہ کا ایک ہی متعین معنی ہوتا ہے جس میں تاویل کی گنجائش ہی نہیں ہوتی ہے تو پھر وہی معنی اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی مراد ہے، کیوں کہ دوسرے معنی کا وہاں احتمال نہیں۔

(5) اگر لفظ متواتر ہو، لیکن معنی متواتر نہ ہو، نہ وہ لفظ اپنے معنی پر قطعی الدلالت بالمعنی الاخص ہو تو لفظ ضروریات دین سے ہوگا اور معنی ضروریات دین سے نہیں ہوگا، جیسے قرآن مجید کی غیر مفسر آیات مقدسہ کہ اول سے آخر تک نظم قرآنی ضروریات دین سے ہے اور غیر مفسر آیات مقدسہ کے معانی ضروریات دین سے نہیں ہیں، جب کہ وہ معانی متواتر نہ ہوں۔

سوال: حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نبی ہونا مشہور ومعروف ہے، لیکن ان کے رسول ہونے کا علم عوام کو نہیں؟ گرچہ ان کی رسالت کا ذکر قرآن مقدس میں ہے۔

(وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا)

(سورہ مریم: آیت 54)

ترجمہ: اور کتاب میں اسمٰعیل کو یاد کرو، بے شک وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول تھا غیب کی خبریں بتاتا۔ (کنزالایمان)

ایسی صورت میں حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رسول ہونا ضروریات دین میں سے ہے یا نہیں، کیوں کہ بہت سے مومنین کو ان کا رسول ہونا معلوم نہیں؟

جواب: کروڑوں اہل عرب مسلمان ہیں اور وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور قرآن مقدس میں صریح لفظوں میں مرقوم ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی اور رسول ہیں، پس کروڑوں عربی دان عوام وخواص مومنین جو تلاوت قرآن کرتے ہیں، وہ اس آیت طیبہ کے معنی کو جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ قرآن عظیم میں حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول بتایا گیا ہے۔ اگر عجمی مسلمان عربی زبان سے ناآشنائی کے سبب قرآن عظیم کے ظاہری واضح معانی کو بھی نہیں سمجھ پاتے ہیں تو یہ ان کی خامی ہے۔ اس لاعلمی کے سبب حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت ضروریات دین سے خارج نہیں ہوسکتی۔

فصل سوم

اجماع متصل اور بداہت

جو امر دینی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو، اس پر اجماع متصل ضرور ہوگا اور متواتر امر بدیہی ہوتا ہے، لہٰذا ایسے امر دینی کو متواتر، اجماعی اور ضروری دینی کہا جاتا ہے۔ جو اجماعی امر دینی ضروریات دین سے ہو، اس کے انکار پر تکفیر کلامی ہوگی۔ ہر اجماعی امر دینی کے انکار پر تکفیر کلامی نہیں ہوگی۔ دراصل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہونے کے سبب اس پر اجماع متصل ہوتا ہے اور اسی تواتر کے سبب وہ امر دینی بدیہی قرار پاتا ہے، پس وہ اجماعی اور بدیہی بھی ہوتا ہے، اور متواتر بھی ہوتا ہے۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:(اما الحکم الشرعی المجمع علیه فَاِنْ کَانَ اِجْـمَاعُه ظَنِّیًّا،لا یکفر جاحده–وَاِنْ کَانَ قَطْعِیًّا فقیل:یکفر وقیل:لا یکفر–والحق ان نحو العبادات الخمس مما علم بالضرورة کونه من الدین یکفر جاحده اِتِّفَاقًا–وَاِنَّمَا الْخِلَافُ فِیْ غَیْرِہ)(التلویح:جلد دوم:ص47)

ترجمہ:اجماعی حکم شرعی کا اجماع اگر ظنی ہو تو اس حکم شرعی کا منکر کافر نہیں،اور اگر اس کا اجماع قطعی ہو تو ایک قول ہے کہ منکر کافر ہوگا اور ایک قول ہے کہ منکر کافر نہیں ہوگا۔

اور حق یہ ہے کہ عبادات خمسہ(نماز پنج گانہ)وغیرہ جس کا دین سے ہونا بداہۃً معلوم ہو،اس کا منکر بالاتفاق کافر ہوگا،اور اختلاف اس کے علاوہ میں ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع منصوص(اجماع قولی)کو اجماع قطعی کہا جاتا ہے۔مجتہدین غیر صحابہ کے اجماع کو اجماع ظنی کہا جاتا ہے۔فقہائے کرام اپنی اصطلاح کے مطابق مجتہدین غیر صحابہ کے اجماع کو بھی اجماع قطعی کہتے ہیں۔

منقولہ بالا عبارت میں تین قسم کے امور کا ذکر ہے:(۱)جس امر پر ظنی اجماع ہو،اس کا منکر کافر نہیں(۲)جس امر پر قطعی اجماع(صحابہ کرام کا اجماع منصوص)ہو،اس کے منکر کی تکفیر میں اختلاف ہے(۳)جس امر پر اجماع متصل ہو،اس کا منکر کافر ہے۔

میر سید شریف جرجانی حنفی نے رقم فرمایا:((خرق الاجماع)مطلقًا(لیس بکفر)بل خرق الاجماع القطعی الذی صار من ضروریات الدین)

(شرح مواقف:ص727-مطبع:نول کشور لکھنو)

ترجمہ:مطلقاً اجماع کا انکار کفر نہیں،بلکہ اس اجماع قطعی کا انکار کفر ہے جو ضروریات دین میں سے ہو۔

ہر اجماعی امر کا انکار کفر نہیں،بلکہ ایسے قطعی اجماعی امر کا انکار کفر ہے جو اجماعی امر ضروریات دین سے ہو۔ضروریات دین میں جو اجماع ہوتا ہے،اس کو اجماع متصل کہا جاتا

ہے۔ یہ اجماع مجرد نہیں ہے۔ اجماع مجرد کا انعقاد عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہوتا ہے، جب کہ اجماع متصل عہد رسالت ہی میں منعقد ہوتا ہے۔

اجماع متصل سے مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحابہ کرام کی کثیر تعداد نے کوئی حکم شرعی سماعت کیا ہو، جن کی خبر، خبر متواتر ہو جائے، پھر دیگر صحابہ کرام کو تواتر کے ساتھ وہ حکم شرعی موصول ہو، اور اس حکم پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اتفاق ہو جائے، کیوں کہ وہ امر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہے، پس اسی اتفاق کا نام اجماع متصل ہے، ایسے امر دینی کو اجماعی کہا جاتا ہے، کیوں کہ اس کے اعتقاد میں سب متفق ہوتے ہیں اور ایسا امر دینی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہوتا ہے، پس اسے امر متواتر بھی کہا جاتا ہے۔ ایسے تمام امور ضروریات دین سے ہیں۔

علامہ میر سید شریف جرجانی نے رقم فرمایا: **((ولا یکفر احد من اهل القبلة الا بما فیه نفی الصانع القادر العالم–او شرک–او انکار النبوة–او انکار ما علم مجیئه علیه الصلوٰة والسلام ضرورةً–او انکار المجمع علیه کاستحلال المحرمات)التی اجمع علیٰ حرمتها–فان کان ذلک المجمع علیه مما علم ضرورةً من الدین فذاک ظاهر داخل فیما تقدم ذکره–والا فان کان اجماعًا ظنیًّا فلا کفر بمخالتفه–وان کان قطعیًّا ففیه خلافٌ(واما ماعداه فالقائل به مبتدع غیر کافر–وللفقهاء فی معاملتهم خلاف–هو خارج عن فَنِّنَا))** (شرح مواقف: ص762-مطبع نول کشور لکھنو)

ترجمہ: (اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، مگر اس کے سبب جس میں اللہ تعالیٰ کی نفی ہو، یا شرک ہو، یا نبوت کا انکار ہو، یا اس امر دینی کا انکار ہو جس کا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لانا بداہۃً ثابت ہو، یا اجماعی امر کا انکار ہو جیسے محرمات کو حلال قرار دینا) کہ جن کی حرمت پر اجماع ہو، پس اگر وہ اجماعی امر اس سے ہو جس کا دین سے ہونا بداہۃً معلوم

ہوتو ظاہر ہے کہ یہ اس میں داخل ہے، جس کا ماقبل میں ذکر ہو چکا، ورنہ، پس اگر وہ اجماع ظنی ہوتو اس کی مخالفت کے سبب کفر نہیں اور اگر وہ اجماع قطعی ہوتو اس میں اختلاف ہے۔

(اور جو اس کے علاوہ ہوتو اس کا قائل بدعتی وغیر کافر ہے، اور فقہا کا ان کے معاملے میں اختلاف ہے اور وہ ہمارے فن سے خارج ہے)۔

منقولہ بالا اقتباس میں اجماع متصل سے ثابت شدہ امور اور اجماع مجرد سے ثابت شدہ اجماعی امور کے انکار کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ اجماع مجرد اجماع شرعی ہے، یعنی مجتہدین اسلام کا کسی امر پر اجماع۔ اجماع مجرد کا انعقاد عہد رسالت کے بعد ہوگا۔

(والا فان کان اجماعًا ظنیًّا فلا کفر بمخالتفه–وان کان قطعیًّا ففیه خلافٌ(واما ماعداہ فالقائل به مبتدع غیر کافر) کا مفہوم یہ ہے کہ اجماع قطعی یعنی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع منصوص (اجماع قولی) سے جو امر ثابت ہو، اس کے انکار میں اختلاف ہے۔ فقہائے احناف کے یہاں اس کا انکار کفر ہے، اور متکلمین کے یہاں ضلالت وگمرہی ہے۔ ایسا امر ضروریات اہل سنت میں شامل ہے۔

اس کے علاوہ جو اجماع ہے، وہ ظنی اجماع ہے۔ اجماع ظنی سے ثابت ہونے والے امور کا انکار متکلمین کے یہاں بدعت ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع منصوص کے علاوہ اجماع مجرد کی مزید تین قسمیں ہیں۔

(1) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع سکوتی۔ (2) مجتہدین غیر صحابہ کا اس امر پر اجماع جس کے بارے میں عہد ماقبل میں اختلاف نہ ہو۔

(3) مجتہدین غیر صحابہ کا اس امر پر اجماع جس میں ماقبل میں اختلاف ہو۔

امام نووی نے رقم فرمایا: **(قُلْتُ: قوله: اِنَّ جَاحِدَ المجمع علیه یَکْفُرُ–لَیْسَ عَلٰی اطلاقه بل الصواب فیه تفصیل سَبَقَ بَیَانُه فی باب تارک الصلاة عقب کتاب الجنائز–ومختصره انه ان جحد مجمعًا علیه یعلم من دین الاسلام**

ضـرورـةً کَـفَرَ اِنْ کَانَ فِیْہِ نَصٌّ–وَکَذَا اِنْ لَمْ یَکُنْ فیه نَصٌّ فی الاصح–وان لـم یـعـلـم من دین الاسلام ضرورةً بحیث لایعرفه کُلُّ المسلمین لَمْ یَکْفُرْ: وَاللّٰہُ اَعْلَمُ(روضۃ الطالبین: جلد ہفتم:ص284)

ترجمہ: میں کہتا ہوں: فقیہ متولی:عبدالرحمٰن بن محمد نیشا پوری(۴۲۷ھ-۴۷۸ھ) کا قول کہ اجماعی امر کا منکر کافر ہوگا، یہ مطلق نہیں ہے، بلکہ صحیح ہے کہ اس میں تفصیل ہے جس کا ذکر کتاب الجنائز کے بعد باب تارک الصلوٰۃ میں گزر چکا اور اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ اگر ایسے اجماعی امر کا انکار کیا جو دین اسلام سے بداہۃً معلوم ہوتو منکر کافر ہوگا ،اگر اس امر اجماعی کے بارے میں نص ہو،اور اسی طرح اصح مسلک میں اگر اس بارے میں نص نہ ہو (تو بھی منکر کافر ہوگا)اور اگر وہ دین اسلام سے بداہۃً معلوم نہ ہو، بایں طور کہ تمام مومنین اس کی معرفت نہ رکھتے ہوں تو منکر کافر نہیں ہوگا: واللہ اعلم

امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا:(**وَمَا زَادَہ ظَاھِرٌ–وَخَرَجَ بالمجمع علیه بالضرورۃ کاستحقاق بنت الابن السدس مع بنت الصلب وتحریم نکاح المعتدۃ–فلا یکفر جَاحِدُھُمَا کَمَا بَیَّنْتُہٗ فی شرح الارشاد**)

(الاعلام بقواطع الاسلام:ص353)

ترجمہ:امام نووی نے جو اضافہ کیا(کہ ضروری دینی کا منکر کافر ہے،خواہ اس بارے میں نص ہو یا نہ ہو)،وہ ظاہر ہے،اور مجمع علیہ بدیہی کی قید سے پوتی کا صلبی بیٹی کے ساتھ سدس کا مستحق ہونا اور عدت والی کے نکاح کی حرمت جیسا مسئلہ خارج ہو گیا، پس ان دونوں کا منکر کافر نہیں ہوگا،جیسا کہ میں نے اس کو شرح ارشاد میں بیان کر دیا۔

صلبی بیٹی کے ساتھ پوتی کا چھٹے کا حصے کا مستحق ہونا اور نکاح معتدہ کی حرمت گر چہ فقہا کے یہاں اجماعی ہیں،لیکن یہ دونوں امور ضروریات دین میں سے نہیں ہیں، کیوں کہ یہ دونوں امر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی نہیں ہیں۔

امام ابن حجر ہیتمی شافعی نے طویل بحث کے بعد رقم فرمایا:(اذا تأملت ما سبق من التقریر–علمت ان الملحظ فی التکفیر انما ھو انکار الضروری المستلزم لانکار الاجماع–بخلاف انکار الاجماع من اصلہ–او حجیتہ–او المجمع علیہ الغیر الضروری–فانہ لایکون کفرًا)(الاعلام بقواطع الاسلام:ص354)

ترجمہ:جب تم گزشتہ تشریح میں غور کروگے تو جان لوگے کہ تکفیر میں ضروری دینی کا انکار ملحوظ ہے جو اجماع کے انکار کو مستلزم ہے،اصل اجماع یا اجماع کی حجیت یا غیر ضروری اجماعی مسئلہ کے انکار کے برخلاف،کیوں کہ یہ انکار کفر نہیں۔

امام ابن حجر ہیتمی نے امام نووی کی عبارت نقل کرنے کے بعد رقم فرمایا:(وان رجع انکارہ الی انکار قاعدۃ من قواعد الدین او حکم من احکامہ کانکار الخوارج حدیث الرجم–فَاِنْ کَانَ لِاِنْکَارِھِمِ الرَّجْمَ،کَفَرُوْا–لِاَنَّہ حکم من احکام الشریعۃ مجمعٌ عَلَیْہ معلومٌ من الدین بالضرورۃ)(الاعلام:ص354)

ترجمہ:اگر اس کا انکار دین کے قواعد میں سے کسی قاعدہ کے انکار یا دین کے احکام میں سے کسی حکم کے انکار تک پہنچے،جیسے خوارج کا حدیث رجم(سنگ ساری کی حدیث)کا انکار،پس اگر ان کے رجم(زانی کی سنگساری)کے انکار کے سبب ہو تو وہ کافر ہیں،کیوں کہ (زانی کی)سنگساری شریعت کے اجماعی احکام میں سے ہے جو دین سے بداہۃً معلوم ہے۔

شادی شدہ مرد وعورت زنا کاری کریں تو دونوں کو سنگسار کیا جائے گا۔یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہے،لیکن جس حدیث میں اس کا ذکر ہے،وہ آج خبر متواتر نہیں،بلکہ خبر واحد ہے،پس اگر کوئی شخص راوی میں کسی عیب وطعن کے سبب اس حدیث کا انکار کرے تو حکم کفر نہیں،لیکن سنگساری کے مسئلہ کا انکار کرے تو کافر کلامی ہوگا،کیوں کہ یہ ضروری دینی کا انکار ہے۔اسی طرح نماز پنج گانہ اور تعداد رکعات کی احادیث طیبہ بھی اخبار آحاد سے ہیں، لیکن نماز پنج گانہ کی فرضیت اور رکعتوں کی تعداد ضروریات دین سے ہیں۔

امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا:(ان انکار المجمع علیه المعلوم من الدین بالضرورة کُفْرٌ-کَبِیْرَۃً کَانَ اَوْ صَغِیْرَۃً)(الاعلام بقواطع الاسلام:ص389)

ترجمہ:دین سے بدیہی طور پر معلوم اجماعی امر کا انکار کفر ہے،خواہ وہ کبیرہ گناہ ہو، یا صغیرہ ہو۔

امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے رقم فرمایا:((او حلل محرمًا بالاجماع)وعلم تحریمه من الدین بالضرورة-ولم یجز ان یخفی علیه(کالزنٰی)واللواط وشرب الخمر والمکس-وسبب التکفیر بهذا کالاٰتی سواء فی ذلک ما فیه نص وما لا نص فیه-ان انکار ما ثبت ضرورةً-انه من دین محمد صلی اللّٰه علیه وسلم-فیه تکذیب له صلی اللّٰه علیه وسلم.

(وعکسه)ای حرم حلالًا مجمعًا علیه-وَاِنْ کَرَّہَ کذلک کالبیع والنکاح(او نفی وجوب مجمع علیه)معلومًا کذلک کسجدة من الخمس(اوعکسه)ای اوجب مجمعًا علٰی عدم وجوبه معلومًا کذلک کصلاة سادسة-او نفی مشروعیة مجمع علٰی مشروعیته معلوم کذلک -کالرواتب وکالعید کما صَرَّحَ به البغوی.

اما ما لایعرفه الا الخواص کاستحقاق بنت الابن السدس مع بنت الصلب وکحرمة نکاح المعتدة للغیر-وَمَا لِمُنْکِرِہٖ او مثبته تاویل غیر قطعی البطلان کما مر فی النکاح-اَوْ بَعُدَ عن العلماء بحیث یخفٰی علیه ذلک-فَلَا کفر بجحده لانه لیس فیه تکذیب)(تحفۃ المحتاج:جلدنہم:ص103)

ترجمہ:یا کسی اجماعی حرام کو حلال قرار دے اور اس کی حرمت دین سے بداہۃً معلوم ہو،اور صحیح نہیں کہ یہ اس پر مخفی ہو جیسے زنا،لواطت،شراب نوشی اور ٹیکس کی وصولی،اور ان امور اور آنے والے امور میں تکفیر کا سبب(تکذیب نبوی ہے)،خواہ اس میں نص ہو یا نہ ہو کہ اس

کا انکار کرنا جس کا دین محمدی سے ہونا بداہۃً ثابت ہے، اس انکار میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔

اور اس کے برعکس یعنی اجماعی حلال کو حرام قرار دے، اگر چہ اسے مکروہ جانے جیسے بیع اور نکاح، یا اجماعی فرضیت کی نفی کرے جس کی فرضیت دین سے بداہۃً معلوم ہو جیسے نماز پنج گانہ کی کسی رکعت (کی فرضیت کا انکار)، یا اس کے برعکس یعنی اس کو فرض قرار دے جس کی عدم فرضیت پر اجماع ہو، اور اس کی عدم فرضیت دین سے بداہۃً معلوم ہو جیسے چھٹی نماز، یا اس کی مشرعیت کی نفی کرنا جس کی مشروعیت اجماعی ہو، دین سے بداہۃً معلوم ہو، جیسے سنن رواتب اور نماز عید جیسا کہ امام بغوی نے اس کی صراحت کی۔

لیکن جس کو صرف خواص جانتے ہوں جیسے صلبی بیٹی کے ساتھ پوتی کا سدس کا مستحق ہونا اور جیسے غیر کی عدت گزارنے والی عورت کے نکاح کا حرام ہونا، یا جس کے منکر یا جس کو ثابت کرنے والے کے لیے کوئی غیر قطعی البطلان تاویل (تاویل فاسد) ہو، جیسا کہ باب نکاح میں گزرا، یا علما سے دور ہو کہ اس پر وہ مخفی ہو تو اس کے انکار کے سبب کفر نہیں، کیوں کہ اس میں تکذیب نہیں۔

ضروری دینی کا ثبوت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص ہوتا ہے، پس اس کا مفسر انکار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قطعی بالمعنی الاخص تکذیب ہے کہ اس میں عدم تکذیب کا احتمال بعید بھی نہیں اور ایسی یقینی تکذیب نبوی کفر ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی نے اسباب کفر کے بیان میں رقم فرمایا: **(ومن ذلک ان یستحل محرمًا بالاجماع کالخمر واللواط ولو فی مملوکه–وان کان ابو حنیفة لا یری الحد به لان ماخذ الحرمة عنده غیر ماخذه–اویحرم حلالًا بالاجماع کالنکاح–او ینفی وجوب مجمع علیٰ وجوبه کرکعة من الصلوات الخمس –او یعتقد وجوب ما لیس بواجب بالاجماع کصلاۃ سادسة بان یعتقد**

فرضیتها کفر ضیة الخمس لیخرج معتقد وجوب الوتر ونحوه کصوم شوال-هذا ما ذکره الرافعی-زاد النووی فی الروضة:ان الصواب تقییده بما اذا جحد مجمعًا علیه یُعلم من دین الاسلام ضرورةً-سواء کان فیه نص اَمْ لَا-بخلاف ما لا یعلم کذلک-بان لم یعرفه کل المسلمین فان جحده لا یکون کفرًا) (الاعلام:ص353)

ترجمہ: اوراسی میں سے ہے کسی اجماعی حرام کوحلال قرار دینا جیسے شراب،لواطت، گرچہ اپنے غلام کے ساتھ ہو،اوراگرچہ امام ابوحنیفہ اس میں حد کے قائل نہ ہوں،کیوں کہ حرمت کا ماخذ ان کے یہاں اس کے ماخذ کے علاوہ ہے،یا کسی اجماعی حلال کوحرام قرار دینا جیسے نکاح،یا اجماعی فرض کی فرضیت کی نفی کرنا جیسے نماز پنج گانہ کی کسی رکعت کی نفی کرنا،یا اس کی فرضیت کا اعتقاد رکھنا جو بالاجماع فرض نہیں ہے جیسے چھٹی نماز کہ نماز پنج گانہ کی فرضیت کی طرح اس کی فرضیت کا اعتقاد رکھے،تاکہ وتر اوراس جیسے امر جیسے صوم شوال کے وجوب کا اعتقاد رکھنے والا اس سے خارج ہوجائے۔یہ وہ ہے جس کا ذکر امام رافعی نے کیا اور امام نووی نے روضۃ الطالبین میں اضافہ کیا کہ درست ہے اس کو اس سے مقید کرنا کہ جب ایسے اجماعی امر کا انکار کرے جو دین اسلام سے بدیہی طور پر معلوم ہو،خواہ اس میں نص ہو یا نص نہ ہو،برخلاف اس کے جو اس طرح معلوم نہ ہو،بایں طور کہ اس کو تمام مومنین نہ جانتے ہوں، پس اگر اس کا انکار کیا تو کفر نہیں ہوگا۔

امام جلال الدین محلی شافعی (۷۹۱ھ-۸۶۴ھ) نے رقم فرمایا:**((جاحد المجمع علیه المعلوم من الدین بالضرورة)وهو ما یَعْرِفُه مِنْهُ الخواص والعوام من غیر قبولٍ لِلتَّشْکِیْکِ فالتحق بالضروریات کوجوب الصلٰوة والصوم وحرمةِ الزنا و الخمر(کَافِرٌ قَطْعًا)لان جَحْدَه یستلزم تکذیب النَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم فیه)** (شرح جمع الجوامع: جلد دوم:ص201)

ترجمہ: دین سے بدیہی طور پر معلوم اجماعی امر کا انکار قطعی طور پر کفر ہے، اور یہ وہ امر دینی ہے جس کی معرفت خواص وعوام کو شک وشبہہ کے بغیر حاصل ہوتی ہے، پس نماز وروزہ کی فرضیت اور زنا وشراب کی حرمت ضروریات دین میں شامل ہے، کیوں کہ اس کا انکار اس امر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کو مستلزم ہے۔

یہ وضاحت کی جا چکی ہے کہ اجماع مجرد کا انعقاد عہد نبوی میں نہیں ہوتا ہے۔ ضروریات دین میں اجماع سے اعتقاد میں اتفاق مراد ہے کہ عہد رسالت ہی سے اس عقیدہ پر تمام مومنین متفق ہوں، اور وہ تواتر کے ساتھ منقول ہوتا ہے، پس ایسا امر دینی مجمع علیہ اور اجماعی کہلاتا ہے۔ اسی کو امر متواتر بھی کہا جاتا ہے۔ یہی امر ضروری دینی کہلاتا ہے۔

ضروریات دین کا ثبوت ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول یا فعل سے ہوگا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع مجرد سے ضروریات دین کا ثبوت نہیں ہوتا ہے۔ حضرات صحابہ کرام کے اجماع مجرد منصوص سے ضروریات اہل سنت کا ثبوت ہوتا ہے، جیسے خلافت صدیقی پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع منصوص (اجماع قولی) ہے، لہٰذا یہ مسئلہ ضروریات اہل سنت میں شمار ہوتا ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی نے فقیہ ابوالقاسم زنجانی شافعی: سعد بن علی بن محمد (۳۸۰ھ-۴۷۱ھ) سے نقل کرتے ہوئے رقم فرمایا: (اَنَّ مَلْحَظَ التَّكْفِيْرِ ليس مخالفة الاجماع-بل استباحة ما علم تحريمه من الدين ضرورةً-ولهذا قال ابن دقيق العيد: مسائل الاجماع ان صحبها التواتر كالصلاة، كَفَرَ مُنْكِرُهَا لِمُخَالَفَةِ التَّوَاتُرِ -لالمخالفة الاجماع-وَاِنْ لَمْ يَصْحَبْهَا التَّوَاتُرُ-فَلَا يَكْفُرُ نَافِيُهَا)

(الاعلام بقواطع الاسلام: ص353)

ترجمہ: تکفیر کا مطمح نظر (علت) اجماع کی مخالفت نہیں ہے، بلکہ اس کو حلال قرار دینا ہے جس کی حرمت دین سے بداہۃً معلوم ہو، اسی لیے امام ابن دقیق العید شافعی نے فرمایا:

اگر اجماع کے مسائل کے ساتھ تواتر ہو جیسے نماز پنج گانہ تو اس کا منکر کافر ہوگا، تواتر کی مخالفت کے سبب، نہ کہ اجماع کی مخالفت کے سبب، اور اگر اس کے ساتھ تواتر نہ ہو تو اس کا منکر کافر نہیں ہوگا۔

امر متواتر یعنی ضروری دینی کا انکار کفر ہے، اور اجماع مجرد کا انکار یا مجمع علیہ غیر ضروری کا انکار کفر کلامی نہیں ہے۔ ضروریات دین میں تواتر سے مراد یہ ہے کہ وہ امر دینی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہو، پس اس وقت اس امر دینی کا انکار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس امر میں تکذیب ہے، جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جانب سے لے کر آئے، اور یہ تکذیب ایمان یعنی "التصدیق بما جاء بہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" کے صریح منافی ہے، اور یہ کفر ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی نے فتاویٰ امام سبکی شافعی سے نقل فرمایا: (**وَلَا یَکْفُرُ بانکار قطعی غیر ضروری کاستحقاق بنت الابن السدس مع بنت الصلب–وظاھر کلام الحنفیۃ کُفْرُہٗ–ویجب حملہ اَیْ بناءً علٰی قواعدھم علٰی مُنْکِرٍ عَلِمَ اَنَّہٗ قَطْعِیٌّ–وَاِلَّا فَلَا یَکْفُرُ–اِلَّا اذا ذکر لہ اھل العلم انہ من الدین و انہ قطعی فتمادی فیما ھو علیہ عنادًا فَیَکْفُرُ لظھور التکذیب منہ حینئذ کما دل علیہ کلام امام الحرمین**) (الفتاوی الحدیثیہ: ص 141 - دار الفکر بیروت)

ترجمہ: قطعی غیر ضروری (قطعی غیر بدیہی) کے انکار پر تکفیر نہیں کی جائے گی، جیسے بیٹی کے ساتھ پوتی کے سدس کے مستحق ہونے کا مسئلہ، اور فقہائے احناف کے کلام کا ظاہری مفہوم اس کا کفر ہونا ہے، اور احناف کے قوانین کے مطابق اس کو ایسے منکر پر محمول کرنا ضروری ہے، جس کو علم ہو کہ وہ یقینی ہے، ورنہ (لاعلمی کی حالت میں انکار پر) کافر نہیں ہوگا، مگر جب اہل علم اسے بتا دیں کہ وہ دین کا مسئلہ ہے اور وہ قطعی ہے، پھر وہ (حق سے) عناد کے سبب اپنے قول پر اصرار کرے تو وہ کافر ہوگا، اس وقت اس کی جانب سے تکذیب کے

ظاہر ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ امام الحرمین عبد الملک جوینی کا کلام اسی مفہوم کو بتاتا ہے۔

منقولہ بالا عبارت میں قطعی غیر ضروری سے ضروریات اہل سنت کو تعبیر کیا گیا ہے۔

امام ہیتمی شافعی نے جو فرمایا کہ احناف قطعیات غیر ضروریہ کے انکار پر حکم کفر جاری کرتے ہیں تو یہ کفر فقہی ہے، کفر کلامی نہیں، اور یہ اکثر متاخرین فقہائے احناف کا مسلک ہے، اور متقدمین فقہائے احناف اور محققین احناف باب تکفیر میں متکلمین کے ساتھ ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد دوم: ص142 - جامعہ نظامیہ لاہور)

علامہ شامی نے مسایرہ کے حوالے سے رقم فرمایا: (**وما یوجب التکذیب جَحْدُ کُلِّ مَا ثَبَتَ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِدِّعَائُہ ضرورۃً-واما ما لم یبلغ حد الضرورۃ کاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت باجماع المسلمین فظاہر کلام الحنفیۃ الاکفار بجحدہ-فانہم لم یشرطوا سوی القطع فی الثبوت-ویجب حملہ علٰی ما اذا عَلِمَ المنکر ثبوتہ قَطْعًا-لان مناط التکفیر وھو التکذیب او الاستخفاف عند ذلک یکون-اما اذا لم یعلم فلا-الا ان یذکر لہ اھل العلم ذلک فَیَلَجُّ-الخ**)

(ردالمحتار: جلد چہارم: ص407 - دارالفکر بیروت)

ترجمہ: اور ہر وہ امر جس کی نسبت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بداہۃً ثابت ہو، اس کا انکار تکذیب نبوی کا سبب ہے۔

لیکن جو ضرورت و بداہت کی حد تک نہ پہنچا ہو، جیسے مسلمانوں کے اجماع سے پوتی کا بیٹی کے ساتھ چھٹے حصے کا مستحق ہونا، پس فقہائے احناف کے کلام کا ظاہری مفہوم اس کے انکار کے سبب تکفیر کرنا ہے، کیوں کہ فقہائے احناف نے تکفیر کے لیے صرف ثبوت کے قطعی ہونے کی شرط لگائی۔ (اس کے علم کے ضرورت و بداہت کی حد تک پہنچنے کی شرط نہیں لگائی)

اور اس (فقہائے احناف کے کلام) کو اس پر محمول کرنا ضروری ہے کہ جب منکر کو

اس کے ثبوت کا قطعی علم ہو، اس لیے کہ تکفیر کی بنیاد یعنی تکذیب یا استخفاف بالدین علم قطعی کے وقت ہی متحقق ہوگا، لیکن جب اس (امر دینی) کو (قطعی طور پر) نہ جانے تو تکفیر نہیں، مگر جب اہل علم اس کو یہ بات بتا دیں، پس وہ ضد کرے: الخ۔

یعنی یہ جان لینے کے بعد کہ یہ دینی امر قطعی ہے، پھر بھی وہ بطور عناد اسی انکار پر اصرار کرے تو اس صورت میں تکذیب کے ظاہر ہونے کے سبب اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

علامہ شامی کے قول (**ویجب حمله علٰی ما اذا علم المنکر ثبوته قطعا**) سے ثابت ہے کہ منکر کو ضروریات اہل سنت کی قطعیت کا علم ہو، تب اس کا انکار فقہائے احناف کے یہاں کفر ہے۔ (**فانهم لم یشرطوا سوی القطع فی الثبوت**) سے ثابت ہے کہ فقہائے احناف ہر قطعی کے انکار پر کفر فقہی کا حکم نافذ کرتے ہیں۔

منقولہ بالا عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ غیر علما کو بھی بتانے کے بعد ضروریات اہل سنت کا قطعی علم حاصل ہو جاتا ہے، جیسے مجتہد کے بتانے سے مقلد کو اجتہادی مسائل کا علم ہوتا ہے، لیکن مقلد خود سے ان مسائل کا استنباط و استخراج نہیں کر سکتا ہے۔

فصل چہارم

دونوں ضروریات پر ضروری دینی کا اطلاق

متقدمین و متاخرین علمائے اسلام ضروریات دین سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر دینی امور مراد لیتے ہیں اور ضروریات اہل سنت پر بھی ضروریات کا اطلاق ہوتا ہے۔ عہد ماضی میں ضروریات اہل سنت کی اصطلاح مستعمل نہ تھی، بلکہ ضروریات اہل سنت کو ضروریات دین کی قسم دوم کہا جاتا تھا، بعد میں ضروریات اہل سنت کہا جانے لگا۔

ضروریات اہل سنت غیر متواتر قطعی امور ہیں۔ یہ قطعی بالمعنی الاعم دینی امور ہیں۔

امام ابن حجر ہیتمی نے امام تقی الدین سبکی شافعی سے نقل کرتے ہوئے رقم فرمایا:

(ثـم الـمعـلـوم بـالـضـرورـة مـن الشرع قسمان–احدهما ما يعرفه الـخـاصة والـعامة–والثانى ما قد يخفى علٰى بعض العوام–ولا ينافى هذا– قـولـنـا انـه مـعـلوم بالضرورة–لان المراد من مارس الشريعة–عَلِمَ مِنْهَا ما يـحصل به العلم الضرورى بذلک–وهذا يحصل لبعض الناس دون بعض بحسب الممارسة وكثرتها اوقلتها اوعدمها.

فـالـقسـم الاول مـن انـكـره مـن الـعـوام والخواص فَقَدْ كَفَرَ–لانـه كَـالْـمُـكَـذِّب لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فى خبره–ومن هذا القسم انكار وجـوب الصلٰوة والصوم والزكاة والحج ونحوها وتخصيص رسالته صلى اللّٰـه عـليه وسلم ببعض الانس–فمن قال ذلک–فلا شک فى كفره وان اعتـرف بـانـه رسـول اللّٰـه–لان عموم رسالته الٰى جميع الانس مما يعلمه الخواص والعوام بالضرورة من الدين.

والـقسـم الثـانـى مـن انـكـره من العوام الذين لم يحصل عندهم من مـمارسة الشرع–ما يحصل به العلم الضرورى،لم يكفر–وان كانت كثرة الممارسة توجب للعلماء العلم الضرورى به)

(الفتاوی الحدیثیہ:ص144-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:شریعت سے بداہۃً معلوم امر کی دوقسمیں ہیں:ان میں سے ایک وہ ہے جس کوخواص وعوام جانتے ہیں،اور دوسری قسم وہ ہے جوبعض عوام پرکبھی مخفی رہتی ہے،اور یہ ہمارے اس قول کے منافی نہیں کہ یہ بداہۃً معلوم ہے،کیوں کہ مراد ہے کہ جوشریعت (شرعی علوم) کی مشق وممارست کرے،وہ شریعت کے اس امرکوجان لے گا جس کے ذریعہ اسے اس امر کا بدیہی علم حاصل ہوجائے گا،اور یہ بدیہی علم بعض لوگوں کوحاصل ہوتا ہے اوربعض لوگوں کوحاصل نہیں ہوتا ہے،مزاولت وممارست اور اس کی کثرت یا اس کی قلت یا عدم

ممارست کے اعتبار سے۔

پس عوام وخواص میں سے جو کوئی شخص قسم اول کا انکار کرے تو وہ یقیناً کافر ہے،اس لیے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر میں ان کی تکذیب کرنے والے کی طرح ہے اور اسی قسم سے نماز، روزہ، زکات اور حج وغیرہ کی فرضیت کا انکار، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کو بعض انسانوں کے ساتھ خاص کرنا ہے، پس جو ایسا قول کرے، اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے،اگر چہ وہ اعتراف کرے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تمام انسانوں کا عمومی طور پر رسول ہونا ان امور سے ہے جس کو خواص وعوام بدیہی طور پر دین سے جانتے ہیں۔

اور (ضروریات دین کی)دوسری قسم کا عوام میں سے وہ لوگ انکار کردیں جن کو شریعت کی ممارست حاصل نہیں جس کے ذریعہ ان کو علم بدیہی حاصل ہوتو وہ کافر نہیں،گرچہ کثرت ممارست علمائے کرام کے لیے اس کے بدیہی علم کا سبب ہو۔

منقولہ بالاعبارت میں ضروریات اہل سنت کی تعبیر ضروریات دین کی قسم دوم سے کی گئی ہے۔ضروریات اہل سنت کی تشریحات واحکام اور متعدد تعبیرات کا ذکر ہمارے رسالہ:''ضروریات اہل سنت اور فقہائے احناف''میں مرقوم ہے۔

ضروریات عقلیہ وضروریات شرعیہ

ضروریات دین کی دو قسمیں ہیں:ضروریات عقلیہ وضروریات شرعیہ۔ضروریات عقلیہ کا ثبوت عقل صحیح سے ہوتا ہے اور ضروریات شرعیہ کا ثبوت شرعی دلائل سے ہوتا ہے۔ دونوں ضروریات شرعیہ اور نظریات شرعیہ(ضروریات اہل سنت) کا ذکر درج ذیل ہے۔

علامہ بحر العلوم فرنگی محلی لکھنوی(۱۱۴۲ھ-۱۲۲۵ھ) نے رقم فرمایا:

((المصیب)من المجتهدین ای الباذلین جهدهم(فی العقلیات واحد -والا اجتمع النقیضان)لکون کل من القدم والحدوث مثلًا مطابقًا للواقع

(وخلاف العنبری)المعتزلی فیه (بظاهرہ غیر معقول)بل بتاویل کما سیجئی ان شاء اللّٰہ تعالٰی.

(وَالْمُخْطِئُ فِیْهَا)ای فی العقلیات(اِنْ کَانَ نَافِیًا لِمِلَّةِ الاسلام فکافرٌواٰثِمٌ علٰی اختلاف فی شرائطه کَمَا مَرَّ)من بلوغ الدعوة عند الاشعریة ومختار المصنف-وَمضیء مُدَّةِ التَّأمُّل والتمییز عند اکثر الماتریدیة(وَاِنْ لَمْ یکن)نافیًا لِمِلَّةِ الاسلام(کخَلْقِ القراٰن)ای القول به ونفی الرویة والمیزان وامثال ذلک (فَاٰثِمٌ لَا کَافِرٌ) ....

(وَالشَّرعیات القطعیات کذلک)ای مثل العقلیات(فمنکر الضروریات)الدینیة(مِنْهَا کَالْاَرْکَانِ)الاربعة الَّتِیْ بُنِیَ الاسلامُ عَلَیْهَا-الصَّلٰوةِ والزَّکَاةِ وَالصَّوْمِ وَالْحَجِّ (وحجیة القراٰن ونَحْوِهِمَا کافرٌ اٰثِمٌ-وَمُنْکِرُ النَّظریات)منها(کحجیة الاجماع وخبرالواحد)وَعَدُّوْا مِنْهَا حجیةَ القیاس اَیْضًا(اٰثِمٌ فقط)غَیْرُ کَافِرٍ)

(فواتح الرحموت: جلددوم:ص 377-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:عقلی اعتقادیات میں اجتہاد کرنے والوں یعنی اپنی قوت صرف کرنے والوں میں سے ایک صحت کو پانے والا ہوتا ہے،ورنہ نقیضین کا اجتماع ہو جائے گا،مثلاً قدم وحدوث میں سے ہر ایک کے واقع کے مطابق ہونے کے سبب،اور اس میں عبید اللہ عنبری معتزلی کا اختلاف بظاہر غیر معقول ہے،بلکہ وہ ایک تاویل کے سبب ہے،جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب آئے گا۔

اور عقلی اعتقادیات میں خطا کرنے والا اگر ملت اسلامیہ کا انکار کرنے والا ہے تو کافر وآثم ہے،اس کے شرائط میں اختلاف کے ساتھ،جیسا کہ گزرا،یعنی اشعریہ کے یہاں دین کی دعوت کا پہنچنا،اور (یہی) مصنف (علامہ محبّ اللہ بہاری) کا مسلک مختار ہے،اور مدت

تأمل کا گزرنا اور سن تمیز (سات سال کی عمر) کو پہنچنا اکثر ماتریدیہ کے یہاں (شرط ہے)

اور اگر ملت اسلامیہ کی نفی کرنے والا نہ ہو، جیسے قرآن کے مخلوق ہونے کا قول کرنا اور رویت الٰہی، میزان عمل اور ان جیسے امور کا انکار کرنا تو وہ آثم ہے، کافر نہیں۔

شرعی قطعیات اسی طرح ہیں، یعنی عقلی قطعیات کی طرح ہیں، پس قطعیات شرعیہ میں ضروریات دین کا انکار کرنے والا کافر و آثم ہے، جیسے ارکان اربعہ جن پر اسلام کی بنیاد ہے، نماز، زکات، روزہ و حج اور قرآن مقدس کے حجت ہونے اور ان جیسے امور کا انکار کرنے والا (کافر و آثم ہے)، اور شرعیات قطعیہ میں سے نظریات کا انکار کرنے والا صرف آثم ہے، کافر نہیں، جیسے اجماع اور خبر واحد کے حجت ہونے کا انکار کرنے والا، اور علما نے قیاس کی حجیت کو بھی اسی میں شمار کیا۔

قرآن عظیم اور حدیث متواتر کا حجت شرعی ہونا ضروریات دین سے ہے۔ خبر واحد، اجماع اور قیاس کا حجت شرعی اور دلیل شرعی ہونا ضروریات اہل سنت سے ہے۔

دراصل خبر صادق کی دو قسمیں ہیں: خبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام و خبر متواتر۔ قول رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سماع سے ثابت ہو تو وہ قطعی بالمعنی الاخص ہے، اسی لیے جس صحابی نے جس امر دینی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سماعت کیا، وہ امر دینی خاص ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں ضروریات دین میں سے ہے۔ غائبین کو وہ امر دینی خبر متواتر سے موصول ہو، تب وہ ان کے حق میں وہ ضروری دینی ہے۔

خبر متواتر سے موصول ہونے کی صورت یہ ہے کہ اس امر دینی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کے سامنے بیان فرمایا ہو، جن کی تعداد خبر متواتر کی تعداد کے مساوی ہو، پھر ان صحابہ کرام نے اس قول نبوی کی متواتر روایت کی ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سماع اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر روایت دونوں کا حکم یکساں ہے۔ یہ دونوں قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہیں۔

روایات غیر متواترہ میں شبہہ ہوتا ہے، لہٰذا وہ سماع عن الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام یا متواتر روایت کی طرح نہیں۔

مکمل قرآن مجید بطور تواتر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔قرآن مجید کو وحی متلو کہا جاتا ہے اور قرآن مجید کے علاوہ اقوال نبویہ کو وحی غیر متلو کہا جاتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو اقوال وافعال حضرات صحابہ کرام کو تواتر کے ساتھ موصول ہوئے، ان امور کو صحابہ کرام مانتے رہے اور عمل کرتے رہے۔وہ تمام امور ضروریات دین قرار پائے۔عہد صحابہ کے بعد بھی قرآن مجید کی متواتر روایت جاری رہی، یہاں تک کہ قرآن مجید کی سات متواتر قرأتوں کی بھی متواتر روایت جاری رہی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متواتر اقوال وافعال ضروریات دین قرار پائے، پھر ان کی متواتر جاری رہی، ان دینی امور پر اجماع متصل قائم رہا،لیکن حدیث کی صورت میں ان تمام اقوال وافعال کی متواتر روایت نہیں ہو سکی۔بعض کا ذکر خبر واحد میں ہے اور بعض کا ذکر خبر واحد میں بھی نہیں،لیکن وہ دینی امور ضروریات دین میں سے ہیں، کیوں کہ ان امور پر اجماع متصل قائم ہے کہ یہ امور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہیں۔ممکن ہے کہ ان متواتر امور کے اعتقاد اور ان پر عمل کے سبب حدیث کی صورت میں ان اقوال وافعال کی متواتر روایت نہ ہو سکی ہو۔اعتقاد وعمل کے سبب روایت سے بے نیازی ہوگئی ہو، جیسے نماز پنج گانہ، تعداد رکعات وغیرہ کی متواتر روایتیں موجود نہیں۔

فصل پنجم

ضروری دینی کے لیے نص کا وجود ضروری نہیں

ضروریات دین کی دو قسمیں ہیں: ضروریات عقلیہ وضروریات شرعیہ۔ضروریات عقلیہ کی دلیل عقل سلیم ہے،اور ضروریات دینیہ کی دلیل نص شارع ہے، لیکن اس نص کی

متواتر روایت یا روایت لازم نہیں۔ یہ ضرور ہے کہ ضروریات شرعیہ پر متواتر نص ہوگی، پھر عہد رسالت میں صحابہ کرام کا اس پر اجماع متصل ہو جائے اور نص کی روایت نہ ہو سکے اور اس ضروری دینی کی روایت متواترہ جاری رہے، کیوں کہ وہی اصل مقصود شارع ہے۔

امام نووی نے روضۃ الطالبین جلد اول میں رقم فرمایا کہ جس ضروری دینی پر نص موجود نہ ہو، اس کے منکر کی تکفیر میں اختلاف ہے، پھر جلد ہفتم میں رقم فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ ضروری دینی پر نص نہ ہو تو بھی اس کے منکر کی تکفیر ہوگی۔ دونوں عبارتیں درج ذیل ہیں:

امام نووی شافعی نے رقم فرمایا: (باب تارک الصلاة–وهو ضربان:

أحدهما: تركها جحدا لوجوبها فهو مرتد تجرى عليه أحكام المرتدين–إلا أن يكون قريب عهد بالاسلام، يجوز أن يخفى عليه وجوبها –ويجرى هذا الحكم فى جحود كل حكم مجمع عليه.

قلت: أطلق الامام الرافعى القول بتكفير جاحد المجمع عليه–و ليس هو علىٰ إطلاقه–بل من جحد مجمعا عليه فيه نص–وهو من أمور الاسلام الظاهرة التى يشترك فى معرفتها الخواص والعوام كالصلاة أو الزكاة أو الحج أو تحريم الخمر أو الزنا ونحو ذلك فهو كافر.

ومن جحد مجمعا عليه لا يعرفه إلا الخواص كاستحقاق بنت الابن السدس مع بنت الصلب وتحريم نكاح المعتدة وكما إذا أجمع أهل عصر على حكم حادثة فليس بكافر للعذر، بل يعرف الصواب ليعتقده.

ومن جحد مجمعا عليه ظاهرا، لا نص فيه ففى الحكم بتكفيره خلاف يأتى إن شاء الله تعالى بيانه فى باب الردة)

(روضۃ الطالبین: جلد اول: ص 667 - مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: تارک نماز کا بیان۔ تارک نماز کی دو قسمیں ہیں:

ان میں سے ایک قسم ہے نماز کو اس کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے ترک کرنا، پس وہ مرتد ہے، اس پر مرتدین کے احکام جاری ہوں گے، مگر یہ کہ وہ نومسلم ہو، ممکن ہو کہ اس پر نماز کی فرضیت مخفی ہو، اور ارتداد کا یہ حکم ہر اجماعی حکم کے انکار پر جاری ہوگا۔

امام نووی نے فرمایا: امام رافعی نے مطلقاً ہر اجماعی امر کے منکر کی تکفیر کا قول کیا اور یہ حکم تکفیر مطلق نہیں ہے، بلکہ (اس کی تکفیر ہوگی) جس نے اس اجماعی امر کا انکار کیا جس میں نص ہو، اور یہ اسلام کے ظاہر امور میں سے ہے جس کی معرفت میں خواص وعوام شریک ہوتے ہیں، جیسے نماز، زکات، حج (کی فرضیت) یا شراب، زنا اور اس جیسے امور کی حرمت، پس (اس کا) منکر کافر ہے۔

اور جس نے ایسے اجماعی امر کا انکار کیا جس کی معرفت صرف خواص کو ہوتی ہے جیسے صلبی بیٹی کے ساتھ پوتی کا سدس کا مستحق ہونا اور عدت والی عورت کے نکاح کا حرام ہونا اور جیسے جب اہل زمانہ کسی امر حادث کے حکم پر اجماع کرلیں تو (اس کا) منکر (لاعلمی کے) عذر کے سبب کافر نہیں، بلکہ وہ صحیح مسئلہ جانے، تاکہ اس کا اعتقاد کرے۔

اور جس نے ظاہری اجماعی امر کا انکار کیا جس میں نص نہ ہو تو اس کی تکفیر میں اختلاف ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا بیان "باب الردۃ" میں آئے گا۔

امام محقق کمال الدین ابن ابی شریف شافعی (۸۲۲ھ-۹۰۶ھ) نے امام نووی کی مذکورہ پہلی عبارت کو نقل کیا۔ شاید بعد والی عبارت پر وہ مطلع نہ ہوسکے۔ انہوں نے رقم فرمایا:

محقق کمال الدین ابن ابی شریف شافعی نے رقم فرمایا: (**والمعتمد عند الشافعیة عدم اطلاق تکفیر منکر المجمع علیه–قال النووی فی الروضة: لیس تکفیر جاحد المجمع علیه علیٰ اطلاقه، بل من جحد مجمعا علیه فیه نص –وهو من الامور الظاهرة التی یشترک فی معرفتها الخواص والعوام کالصلاة و تحریم الخمر ونحوهما فهو کافر–ومن جحد مجمعا علیه لا**

یعرفه الا الخواص کاستحقاق بنت الابن السدس مع بنت الصلب ونحوه فلیس بکافر-قال:ومن مجمعا علیه ظاهرا لا نص فیه ففی الحکم بتکفیره خلاف-اھ) (المسامرۃ شرح المسایرۃ: جلددوم:ص208-مطبعۃ السعادۃ مصر)

ترجمہ: شوافع کے یہاں اجماعی امر (ضروری دینی) کے منکر کی تکفیر کا مطلق نہ ہونا معتمد ہے۔امام نووی نے روضۃ الطالبین میں فرمایا: مطلقاً ہر اجماعی امر کے منکر کی تکفیر نہیں ہوگی، بلکہ (اس کی تکفیر ہوگی) جس نے اس اجماعی امر کا انکار کیا جس میں نص ہو،اور یہ اسلام کے ظاہر امور میں سے ہے جس کی معرفت میں خواص وعوام شریک ہوتے ہیں، جیسے نماز (کی فرضیت)اور شراب کی حرمت اوران جیسے امور،پس (اس کا) منکر کافر ہے۔

اور جس نے ایسے اجماعی امر کا انکار کیا جس کی معرفت صرف خواص کو ہوتی ہے جیسے صلبی بیٹی کے ساتھ پوتی کا سدس کا مستحق ہونا اوراس جیسا امر تو (اس کا) منکر کافر نہیں ہے۔

امام نووی نے فرمایا:اور جس نے ظاہری اجماعی امر کا انکار کیا جس میں نص نہ ہوتو اس کی تکفیر کے حکم میں اختلاف ہے۔

امام نووی نے روضۃ الطالبین (جلداول) میں رقم فرمایا کہ اجماعی امر جو ضروریات دین سے ہو،اس کے انکار پر حکم کفراس وقت ہے جب اس پر نص ہو۔روضۃ الطالبین جلد ہفتم میں رقم فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ اس پر نص ہو، یا نہ ہو،اس کے انکار پر حکم کفر ہے۔

امام نووی نے رقم فرمایا:**(قُلْتُ:قوله:اِنَّ جَاحِدَ المجمع علیه یَکْفُرُ-لَیْسَ عَلٰی اطلاقه بل الصواب فیه تفصیل سَبَقَ بَیَانُه فی باب تارک الصلاۃ عقب کتاب الجنائز-ومختصره انه ان جحد مجمعًا علیه یعلم من دین الاسلام ضرورۃً کَفَرَ اِنْ کَانَ فِیْهِ نَصٌّ-وَکَذَا اِنْ لَمْ یَکُنْ فیه نَصٌّ فی الاصح-وان لم یعلم من دین الاسلام ضرورۃً بحیث لایعرفه کُلُّ المسلمین لَمْ یَکْفُرْ: وَاللّٰهُ اَعْلَمُ)** (روضۃ الطالبین: جلد ہفتم:ص284-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: میں کہتا ہوں: فقیہ متولی: عبدالرحمٰن بن محمد نیشاپوری (۴۲۷ھ-۴۷۸ھ) کا قول کہ اجماعی امر کا منکر کافر ہوگا، یہ مطلق نہیں ہے، بلکہ صحیح ہے کہ اس میں تفصیل ہے جس کا ذکر کتاب الجنائز کے بعد باب تارک الصلوٰۃ میں گزر چکا اوراس کا مختصر بیان یہ ہے کہ اگر ایسے اجماعی امر کا انکار کیا جو دین اسلام سے بداہۃً معلوم ہوتو منکر کافر ہوگا، اگراس امر اجماعی کے بارے میں نص ہو، اوراسی طرح اصح مسلک میں اگراس بارے میں نص نہ ہو (تو بھی منکر کافر ہوگا) اوراگر وہ دین اسلام سے بداہۃً معلوم نہ ہو، بایں طور کہ تمام مومنین اس کی معرفت نہ رکھتے ہوں تو منکر کافرنہیں ہوگا: واللہ اعلم

جلد ہفتم میں امام نووی شافعی نے واضح فرمادیا کہ ضروریات دین کے بارے میں نص ہو، یا نہ ہو، دونوں صورت میں اس کا منکر کافر ہے۔

فصل ششم

اجماع مجرد سے ثابت شدہ حکم کا انکار کفر کلامی نہیں

حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر امر دینی پر اجماع متصل ضرور ہوتا ہے، لیکن وہ امر دینی اجماع متصل سے ثابت نہیں ہوتا ہے، بلکہ قول نبوی وفعل نبوی سے ثابت ہوتا ہے۔اس میں اجتہاد کا دخل نہیں ہوتا ہے۔اجماع مجرد میں اجتہاد کا دخل ہوتا ہے۔جس امر پر اجماع مجرد ہو، متکلمین کے یہاں اس کے انکار پر حکم کفر نہیں ۔خواہ وہ امر دینی اجماع قطعی یعنی اجماع صحابہ سے ثابت ہو، یا اجماع ظنی یعنی اجماع غیر صحابہ سے ثابت ہو۔الغرض اجماع مجرد سے ثابت ہونے والا امر ضروریات دین (قسم اول) میں سے نہیں ۔کسی امر پر مومنین کا اجماع ہونا الگ امر ہے، اورکسی امر میں اجماع کا دخل ہونا الگ ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا: (ان انکار المجمع علیه المعلوم من الدین بالضرورة کُفْرٌ – کَبِیْرَةً کَانَ اَوْ صَغِیْرَةً) (الاعلام بقواطع الاسلام: ص389)

ترجمہ: دین سے بدیہی طور پر معلوم اجماعی امر کا انکار کفر ہے، خواہ وہ کبیرہ گناہ ہو، یا صغیرہ ہو۔

علامہ سعد الدین تفتازانی شافعی (۷۲۲ھ-۷۹۲ھ) نے رقم فرمایا: ((واستحلال المعصیة) صغیرةً کانت او کبیرةً (کفرٌ) اذا ثبت کونها معصیة بدلیل قطعی)
(شرح العقائد النسفیہ: ص 167- مجلس برکات مبارک پور)

ترجمہ: گناہ کو حلال قرار دینا کفر ہے، خواہ وہ صغیرہ گناہ ہو، یا کبیرہ گناہ، جب کہ اس کا معصیت ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہو۔

علامہ خیالی نے رقم فرمایا: (قوله: (اذا ثبت کونها معصیةً بدلیل قطعی) ولم یکن المستحل مؤوِّلًا فی غیر ضروریات الدین-فتاویل الفلاسفة دلائلَ حدوث العالم ونحوه لایدفع کفرَهم-هذا فی غیر الاجماع القطعی متفق علیه-واما کُفْرُ مُنْکِرِهٖ فَفِیْهِ خِلَافٌ) (حاشیۃ الخیالی علیٰ شرح العقائد: ص 149)

ترجمہ: علامہ تفتازانی کا قول (جب اس کا معصیت ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہو) اور حلال قرار دینے والا غیر ضروریات میں تاویل کرنے والا نہ ہو، پس حدوث عالم اور اس کے مماثل (ضروری دینی) امر کے دلائل میں فلاسفہ کی تاویل ان کے کفر کو ختم نہیں کرے گی۔ یہ اجماع قطعی کے علاوہ میں متفق علیہ ہے، لیکن اجماع قطعی (صحابہ کرام کے اجماع منصوص) کے منکر کے کافر ہونے میں اختلاف ہے۔

جو معصیت دلیل قطعی سے ثابت ہو، یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہو، اس کو حلال قرار دینا فقہا و متکلمین دونوں کے یہاں کفر ہے، یعنی کفر اتفاقی اور کفر کلامی ہے۔ اگر تاویل کے ذریعہ غیر ضروریات دین میں سے کسی حرام یعنی حرام غیر قطعی کی حلت کا قائل ہو تو متکلمین کے یہاں کفر نہیں۔

غیر ضروریات دین میں ضروریات اہل سنت، اجماعی عقائد اور غیر اجماعی ظنی عقائد

شامل ہیں۔ ہر ایک کے انکار کا حکم جداگانہ ہے۔فلاسفہ حدوث دنیا کے دلائل میں تاویل کر کے دنیا کو قدیم بتاتے ہیں، پس یہ ضروریات دین میں تاویل ہے،اوراس تاویل کے سبب وہ کافر ہیں، کیوں کہ دنیا کو حادث ماننا ضروریات دین میں سے ہے۔حدوث عالم کا عقیدہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

منقولہ بالاعبارت میں قابل توجہ عبارت (**هذا في غير الاجماع القطعي متفق عليه–واما كُفْرُ مُنْكِرِهٖ فَفِيْهِ خِلَاف**) ہے۔اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو دینی امر اجماع قطعی سے ثابت نہیں، بلکہ دلیل قطعی سے ثابت ہےتو اس کا انکار کفر ہے۔

دلیل قطعی سے ثابت ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو۔حاضرین دربار رسالت علیٰ صاحبہا التحیۃ والثنا کے لیے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول وفعل کی سماعت ورویت دلیل قطعی ہے۔غائبین کے لیے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول وفعل کا تواتر کے ساتھ پہنچنا دلیل قطعی ہے۔

مکمل قرآن عظیم،احادیث متواترہ اورتمام متواتر عقائدواعمال تواتر کے ساتھ ہی امت مسلمہ کوموصول ہوئے۔یہی متواترامورضروریات دین ہیں،جن پراجماع متصل قائم ہے۔

اجماع قطعی یعنی حضرات صحابہ کرام کے اجماع منصوص سے جوامور ثابت ہوئے، جیسے خلافت صدیقی ،ایسے امر کا انکار کفرمختلف فیہ ہے۔متکلمین اس کوضلالت وگمرہی کہتے ہیں اورفقہائے احناف اوران کے مؤیدین اس کوکفر کہتے ہیں۔

وہ دینی امور جواجماع ظنی یعنی اجماع غیرصحابہ سے ثابت ہوئے،ان کے انکار پرحکم کفرنہیں۔جب اجماع قطعی سے ثابت ہونے والے امور کے انکار پر متکلمین کے یہاں حکم کفرنہیں تواجماع ظنی سے ثابت ہونے والے امور کے انکار پرحکم کفر کیسے ہوگا۔

اجماع ظنی کاحکم مندرجہ ذیل ہے، نیز یہ بھی وضاحت ہے کہ اجماع قطعی سے ثابت ہونے والے امر کا انکار کفراتفاقی نہیں۔

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (۹۶۸ھ-۱۰۶۷ھ) نے رقم فرمایا:

((قوله:هذا فى غير الاجماع:الخ)يعنى كون استحلال المعصية الثابتة بالدليل موجبًا للكفر-انما هوفى غير الاجماع القطعى من الكتاب والسنة-واما كفرمنكر الاجماع القطعى،ففيه خلاف.

قال الشارح فى التلويح:اما الحكم الشرعى المجمع عليه فان كان اجماعًا ظنيًّا فلا يكفر جاحدُه اتفاقًا-وان كان قطعيًّا-فقيل يكفر-وقيل لا يكفر-والحق ان نحو العبادات الخمس مما علم بالضرورة كونه من الدين يكفر جاحده اتفاقًا-وانما الخلاف فى غيره)

(حاشیۃ السیالکوتی علی الخیالی:ص225)

ترجمہ:علامہ خیالی کا قول (یہ اجماع کے علاوہ میں ہے:الخ)یعنی دلیل قطعی سے ثابت ہونے والی معصیت کے استحلال کا سبب کفر ہونا اجماع قطعی کے علاوہ میں ہے،یعنی کتاب وسنت (کی قطعی دلیل سے ثابت ہونے والے امر) میں ہے،لیکن اجماع قطعی (سے ثابت ہونے والے امر) کا منکر،پس اس کے بارے میں اختلاف ہے۔

شارح عقائد نسفیہ علامہ تفتازانی نے تلویح شرح توضیح میں فرمایا:

’’لیکن اجماعی حکم شرعی،پس اگر اجماع ظنی ہوتو اس کا منکر بالاتفاق کافر نہیں،اور اگر اجماع قطعی ہوتو ایک قول ہے کہ کافر ہے،اور ایک قول ہے کہ کافر نہیں ہے،اور حق یہ ہے کہ عبادات خمسہ (ایمان،نماز،روزہ،حج وزکات) کے مماثل امر جس کا دین سے ہونا بداہۃً ثابت ہو،اس کا منکر بالاتفاق کافر ہے،اور اس کے علاوہ میں اختلاف ہے‘‘۔

عبارت مذکورہ بالا سے ثابت ہوگیا کہ اجماع قطعی (اجماع صحابہ) سے ثابت ہونے والے امر کا انکار کفر متفق علیہ نہیں ہے،بلکہ مختلف فیہ ہے،اور کفر مختلف فیہ کفر فقہی ہوتا ہے۔ کفر کلامی میں انکار واختلاف کی گنجائش نہیں۔کفر کلامی کو کفر اجماعی وکفر اتفاقی کہا جاتا ہے۔

علامہ سیالکوٹی کی عبارت(**انما ھو فی غیر الاجماع القطعی من الکتاب والسنۃ**) سے یہ مراد ہے کہ وہ امر دینی اجماع قطعی سے ثابت نہ ہو، بلکہ قرآن وحدیث متواتر کی قطعی الدلالت بالمعنی الاخص دلیل سے ثابت ہو،تب اس کا انکار کفر اتفاقی ہے،اور اجماع قطعی سے ثابت ہونے والے امور کے انکار کا حکم مختلف فیہ ہے۔متکلمین کے یہاں ایسے امر کا انکار ضلالت وگمرہی ہے اور فقہائے احناف کے یہاں کفر فقہی ہے۔

اجماع ظنی یعنی مجتہدین غیر صحابہ کے اجماع سے ثابت ہونے والے امور کا انکار فقہا ومتکلمین کسی کے یہاں کفر نہیں۔بعض فقہانے اجماع ظنی سے ثابت شدہ مسائل کے انکار پر بھی کفر فقہی کا قول کیا ہے،لیکن اس قول پر عمل نہیں۔یہ مرجوح قول ہے۔

سند کے قطعی ہونے کے وقت اجماعی امر دینی ضروریات دین میں اسی وقت ہوگا جب وہ سند ثبوت ودلالت کے اعتبار سے قطعی بالمعنی الاخص ہو۔اگر سند قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہو، جیسے آیت قرآنیہ، لیکن وہ قطعی الدلالت بالمعنی الاعم یا ظنی الدلالت ہو،اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر بیان نہ فرمائی جس سے وہ قطعی الدلالت بالمعنی الاخص نہ ہوسکی، پھر عہد صحابہ میں اس کے مفہوم پر اجماع منصوص ہوجائے تو وہ اجماعی امر ضروریات اہل سنت میں سے ہے،ضروریات دین میں سے نہیں۔

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے مجمع علیہ امر کے انکار کی بحث میں رقم فرمایا:(**قولہ (لا یکفر جاحدہ)الحکم المجمع علیہ،اذا کان الاجماع مستنداً الٰی دلیل ظنی–وکذلک اذا کان مستندہ قطعیًا ولم یشتھر ذلک الحکم بحیث یکون من ضروریات الدین–فبقی الحکم المجمع علیہ اذا کان مستندہ قطعیًا واشتھر بحیث صار من ضروریاتہ–وبھذہ القیود یدخل فیما تقدم لکونہ انکارما ھومن ضروریات الدین**)(حاشیۃ السیالکوتی علی الدوانی:ص106)

ترجمہ:امر اجماعی کا منکر کافر نہیں ہوگا جب کہ اجماع کی سند ظنی دلیل ہو،اسی طرح

جب اس کی سند قطعی دلیل ہو، اور وہ حکم اس طرح مشہور نہ ہو کہ وہ ضروریات دین میں سے ہو جائے ، پس وہ اجماعی حکم باقی رہ گیا کہ جس کی سند قطعی ہو، اور وہ اس طرح مشہور ہو کہ وہ ضروریات دین میں سے ہو گیا ہو، اوران قیود سے وہ گزشتہ حکم میں داخل ہو جائے گا، کیوں کہ یہ اس امر کا انکار ہے جو ضروریات دین میں سے ہے۔

منقولہ بالا عبارت سے واضح ہو گیا کہ صرف ضروریات دین کا انکار متکلمین کے یہاں کفر ہے۔ وہ اجماعی امر جس کی سند قطعی ہو، اس کی دو قسمیں ہیں :(1) سند ثبوت ودلالت کے اعتبار سے قطعی بالمعنی الاخص ہو(2) سند ثبوت ودلالت، یا ثبوت یا دلالت کے اعتبار سے قطعی بالمعنی الاعم ہو۔جس کی سند ثبوت ودلالت کے اعتبار سے قطعی بالمعنی الاخص ہو، وہ امر اجماعی ضروریات دین میں سے ہے۔اس کے علاوہ سند کی دیگر تمام صورتوں میں امر اجماعی ضروریات دین سے نہیں ہے۔سند کبھی ظنی بھی ہوتی ہے۔

منقولہ بالا عبارت میں کہا گیا کہ وہ حکم ایسا مشہور ہو کہ ضروریات دین میں سے ہو گیا ہو۔مشہور ہونا ضروریات دین کی صفت ہے ۔ اگر کوئی ضروری دینی مشہور نہ ہو تو وہ ضروریات دین سے خارج نہیں ہوگا، اور ضروریات دین ہر عہد میں اعلیٰ درجہ کے تواتر کے ساتھ مروی ہوتی ہیں، لہٰذا وہ اہل سلام کے درمیان مشہور ہوتی ہیں۔ دراصل اعلیٰ درجہ کے تواتر کو شہرت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ضروری دینی امر خاتم الانبیاء حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہوتا ہے۔اس پر اہل اسلام کا اتفاق واعتقاد ہوتا ہے۔

ضروریات دین کی متعدد تعریفات کی تفصیلی بحث ہمارے رسالہ:''ضروریات دین: تعریفات واقسام''میں مرقوم ہے۔ضروریات دین کی متعدد تعریفات ہیں۔ضروریات دین وہ امور ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوں۔ اگر لفظ متواتر ہو تو وہ لفظ قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہے۔اگر معنی متواتر ہو تو وہ معنی قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہے۔قرآن مقدس کی تمام آیات مقدسہ اور نظم وحروف حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہیں۔مفسر نظم قرآنی قطعی الدلالت بالمعنی الاخص ہے۔اس میں کسی دوسرے معنی کا احتمال بعید بھی نہیں ہوتا،لہٰذا مفسر نظم قرآنی کا معنی بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص اور ضروریات دین سے ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

باب دوم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

اجماع مجرد کے اقسام واحکام

اجماع متصل کے بالمقابل اجماع مجرد ہے۔اجماع متصل یہ ہے کہ کوئی امر دینی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تواتر کے ساتھ مروی ہو،اور عہد رسالت سے تمام مومنین کا اس کے اعتقاد پر اتفاق ہو۔اسی اتفاق مع الاعتقاد کو اجماع متصل کہا جاتا ہے،جیسے فرائض اربعہ: نماز،روزہ،حج،زکات پر امت مسلمہ کا اجماع متصل ہے۔اجماع متصل میں اہل قبلہ کا اتفاق ہوتا ہے۔جو اختلاف کرے،وہ اہل قبلہ سے خارج قرار پاتا ہے،گرچہ وہ اسلام کا کلمہ پڑھتا ہو،جیسے روافض ودیابنہ۔اجماع مجرد،اجماع متصل کے بالمقابل ہے،یعنی اس امر پر اجماع ہو جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی نہ ہو۔اجماع مجرد میں اجماع مجتہدین،اجماع اہل حل وعقد اور اجماع اہل سنت وجماعت داخل ہیں۔

اجماع متصل اور اجماع مجرد کا اجتماع ممکن نہیں

(1)جس دینی امر پر اجماع متصل ہو،اس پر اجماع مجرد کی کوئی صورت نہیں،کیوں کہ اس دینی امر پر تمام مومنین کا اجماع ہوتا ہے،خواہ مجتہد ہوں یا غیر مجتہد،خواص ہوں یا عوام ہوں،پس اس امر دینی پر اجماع مجرد تحصیل حاصل ہے اور یہ محال ہے۔

(2)جس دینی امر پر اجماع متصل ہوتا ہے،وہ دینی امر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہوتا ہے،اور جس امر پر اجماع مجرد ہوتا ہے،وہ امر غیر متواتر ہوتا ہے، پس اگر ایک ہی امر پر اجماع متصل اور اجماع مجرد ہو تو اس کا مفہوم یہ ہوا کہ وہ امر دینی متواتر بھی ہو،اور غیر متواتر بھی ہو،اور یہ اجتماع ضدین ہے جو محال ہے۔

اجماع مجرد کی متعدد قسمیں ہیں اور سب کو اجماع کہا جاتا ہے،اسی طرح اجماع متصل کو بھی اجماع کہا جاتا ہے۔ ہر قسم کے اجماع سے ثابت شدہ امر کو اجماعی اور مجمع علیہ کہا جاتا ہے۔تعبیر ایک ہے اور احکام جداگانہ ہیں۔ یہ مشکل مرحلہ ہے اور قدم پھسلنے کی جگہ ہے۔

صدرالشریعہ بخاری حنفی (م ۷۴۷ھ) نے اجماع کی بحث میں رقم فرمایا:

((واما عامة الناس ففیما لایحتاج الی الرای کَنَقْلِ القراٰن وامهات الشَّرَائِع داخلون فی الاجماع کالمجتهدین–وَفِیْمَا یَحْتَاجُ،لَا عِبْرَةَ بِهِمْ).

اِعْلَمْ اَنَّ الْاِجْمَاعَ عَلٰی نَوْعَیْنِ(۱)احدهما اجماعٌ یفید قطعیة الحکم–ای سند الاجماع لا یکون موجبًا للقطع–بل الاجماع یفید القطعیة(۲)والثانی اجماعٌ لا یفید قطعیةَ الحکم–بان یکون سند الاجماع موجبًا لِلْقَطع–ثم الاجماع یفید زیادة توکید–فَنَقْلُ الْقُرْاٰنِ وَاُمَّهَاتِ الشَّرَائِع مِنْ هٰذَا الْقبیل–والاجماع الاول لا ینعقد ما بقی مخالفٌ واحدٌ–وذلک المخالفُ اَوْمخالفٌ اٰخَرُ فی عهدٍ اٰخَرَ لا یَکْفُرُ بالمخالفة.

وَاَمَّا الْاِجْمَاعُ الثَّانِیُ فَلَیْسَ کَذٰلِکَ–فَاِنَّ الْحُکْمَ قطعیٌّ بدونه–فلیس المراد انه لولم یوافق جمیعُ العوام لم ینعقد الاجماعُ حتّٰی لا یَکْفُرَ الْجَاحِدُ–بلْ لَایمکن لِاَحَدٍ مِنَ الْخَواص والعوام المخالفةُ–حَتّٰی لَوْ خَالَفَ اَحَدٌ، یَکْفُرُ) (التوضیح مع التلویح: جلددوم:ص99-100-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:لیکن عام مومنین پس اس اجماع میں مجتہدین کی طرح داخل ہیں جس میں رائے (اجتہاد) کی ضرورت نہیں جیسے قرآن مجیداور شریعت کے بنیادی مسائل کی نقل و روایت،اور جس اجماع میں اجتہاد کی ضرورت ہے،اس میں عام مومنین کا کوئی اعتبار نہیں۔

جان لوکہ اجماع کی دو قسمیں ہیں :(۱)ان میں سے ایک ایسا اجماع ہے جو حکم کی قطعیت کا افادہ کرتا ہے،یعنی سند اجماع قطعیت کا سبب نہیں ہوتا ہے، بلکہ اجماع قطعیت کا

افادہ کرتا ہے(۲)اور دوسرا ایسا اجماع ہے جو قطعیت کا افادہ نہیں کرتا ہے، بایں طور کہ سند اجماع قطعیت کا سبب ہوتا ہے، پھر اجماع زیادتی تاکید کا افادہ کرتا ہے، پس قرآن مقدس اور شریعت کے بنیادی مسائل کی نقل وروایت اسی قبیل سے ہے۔

اور اجماع اول منعقد نہیں ہوتا ہے جب کہ کوئی ایک مخالف باقی رہے، اور اس مخالف یا کسی دوسرے عہد میں کسی دوسرے مخالف کی مخالفت کے سبب تکفیر نہیں کی جاتی ہے، لیکن اجماع دوم پس ایسا نہیں ہے، کیوں کا (اس کا) حکم اجماع کے بغیر قطعی ہوتا ہے، پس یہ مراد نہیں کہ اگر تمام عوام موافقت نہ کریں تو اجماع منعقد نہیں ہوگا، یہاں تک کہ منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی، بلکہ خواص وعوام میں سے کسی کو مخالفت جائز نہیں، یہاں تک کہ اگر کسی نے مخالفت کی تو وہ کافر ہو جائے گا۔

منقولہ بالا عبارت میں اجماع دوم سے اجماع متصل مراد ہے اور اجماع اول سے اجماع مجرد مراد ہے۔اجماع متصل سے ثابت شدہ امر دینی کا منکر کافر ہے۔

فصل اول

اجماع مجرد کی تشریح اور اس کے انکار کا حکم

اجماع مجرد کے انکار کا تین حکم ہے۔اجماع مجرد سے ثابت شدہ امر کا انکار متکلمین کے یہاں کفر نہیں۔غیر متکلمین کا مذہب اور اجماع مجرد کی تشریح درج ذیل ہے۔

قاضی عیاض مالکی (۴۷۶ھ-۵۴۴ھ) نے رقم فرمایا:(**فاما من انکر الاجماع المجرد الذی لیس طریقه النقل المتواتر عن الشارع.**

(۱)فاکثر المتکلمین من الفقهاء والنظار فی هذا الباب قالوا بتکفیر کل من خالف الاجماع الصحیح الجامع لِشُرُوْطِ الاجماع المتفق علیه عمومًا وحجتهم قوله تَعَالٰی(وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی)

الْاٰیة–وقولہ صلی اللّٰه علیه وسلم(مَنْ خَالَفَ الْجَمَاعَةَ قِیْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ)وحکوا الاجماع علٰی تکفیر من خالف الاجماع.

(۲)وَذَهَبَ اٰخرون الی الوقوف عن القطع بتکفیر من خالف الاجماع الذی یختص بنقله العلماء(۳)وَذَهَبَ اٰخرون الی التوقف فی تکفیر من خالف الاجماع الکائن عَنْ نظر–کتکفیر النظام بانکار الاجماع –لانه بقوله هذا مخالفُ اجماعِ السلف علٰی احتجاجهم به خارقٌ لِلْاِجْمَاع)

(الشفاء: جلد دوم: ص 291)

ترجمہ: جس نے اجماع مجرد کا انکار کیا کہ جس کا ذریعہ شارع سے نقل متواتر نہ ہو۔

(۱) پس علم کلام کے اکثر مشتغلین یعنی فقہا ومناظرین نے اس باب میں عام طور پر ہراس شخص کی تکفیر کا قول کیا جو متفق علیہ وشرائط اجماع کے جامع صحیح اجماع کی مخالفت کرے، اوران حضرات کی دلیل ارشاد الٰہی (ومن یشاقق الرسول: الآیہ) اورفرمان نبوی (جس نے بالشت برابر جماعت کی مخالفت کی،اس نے اپنی گردن سے اسلام کا پٹہ اتار دیا) ہے،اوران حضرات نے اجماع کی مخالفت کرنے والے کی تکفیر پر اجماع کی بات بیان کی۔

(۲)اوردیگر علمانے اس کی تکفیر کی قطعیت سے توقف اختیار فرمایا جس نے ایسے اجماع (اجماعی امر دینی) کی مخالفت کی جس کی نقل کے ساتھ علما خاص ہیں (وہ امرضروری دینی نہ ہوکہ جس کی نقل میں عوام وخواص شریک ومشترک ہوتے ہیں)

(۳)اوردیگر علمانے اس کی تکفیر میں توقف کو اختیار کیا جو نظر وفکر سے ثابت ہونے والے اجماع (فقہ کے دلائل اربعہ میں دلیل سوم یعنی اصل اجماع) کی مخالفت کرے، جیسے انکار اجماع کے سبب نظام معتزلی کی تکفیر، کیوں کہ وہ اپنے اس قول (انکار اجماع) کے سبب (شرعی امور میں) اجماع کے ذریعہ استدلال کرنے والے اسلاف کرام کا مخالف اورخرق اجماع کا مرتکب ہے۔

اجماع مجرد یہ ہے کہ کوئی امر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی نہ ہو، پھر عہد رسالت کے بعد اس پر اجماع ہو جائے۔قاضی عیاض مالکی قدس سرہ العزیز کی عبارت ہے:(**فاما من انکر الاجماع المجرد الذی لیس طریقه النقل المتواتر عن الشارع**)یعنی اجماع مجرد یہ ہے کہ کوئی امر دینی شارع سے تواتر کے ساتھ مروی نہ ہو، پھر عہد رسالت کے بعد اس پر اجماع ہو جائے۔خواہ عہد صحابہ میں اجماع ہو جائے، یا عہد صحابہ کے بعد۔یہ اجماع مجرد ہے۔

(**وَذَهَبَ اٰخرون الٰی الوقوف عن القطع بتكفير من خالف الاجماع الذی يختص بنقله العلماء**)میں اجماع مجرد مراد ہے، کیوں کہ اجماع متصل کی نقل میں عوام وخواص شریک ہوتے ہیں۔

کتاب الشفا کی منقولہ بالا عبارت میں متکلمین سے جماعت متکلمین مراد نہیں، بلکہ علما،فقہا ومناظرین مراد ہیں جو علم کلام سے مشغولیت رکھتے ہیں۔متکلمین کا مذہب ماقبل میں مرقوم ہوا کہ وہ صرف اجماع متصل سے ثابت شدہ امر کے انکار پر حکم کفر عائد کرتے ہیں، پس منقولہ بالا عبارت میں متکلمین سے فقہا ومناظرین مراد ہیں۔

امام شہاب الدین خفاجی حنفی نے رقم فرمایا:(**(فاكثر المتكلمين)المراد بهم ههنا العلماء–ولذا بينهم بقوله(من الفقهاء والنظار)جمع ناظر(فی هذا الباب)ای فی هذه المسائل المتعلقة بالتكفير)**

(نسیم الریاض: جلد چہارم:ص 521-دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: پس اس باب یعنی تکفیر سے متعلق ان مسائل میں اکثر متکلمین، متکلمین سے یہاں علما مراد ہیں،اسی لیے اپنے قول (من الفقہاء والنظار) کے ذریعہ اس کو بیان کیا۔نظار ناظر کی جمع ہے۔

قاضی عیاض مالکی کی منقولہ بالا عبارت میں متکلمین سے علما مراد ہیں، جماعت متکلمین

مراد نہیں، اسی لیے قاضی عیاض مالکی نے اس کی تشریح فقہا ومناظرین سے فرمائی ہے۔ نظار سے مناظرین ومباحثین مراد ہیں۔ ملا علی قاری حنفی کی شرح میں اس کی وضاحت ہے۔

محدث ملا علی قاری حنفی نے رقم فرمایا: ((والنظار) بضم النون وتشدید الظاء المعجمة جمع ناظر بمعنی المناظر اسم فاعل من المناظرة)

(شرح الشفا للقاری مع نسیم الریاض: جلد چہارم: ص 521)

ترجمہ: (نظار) نون کے ضمہ اور ظائے معجمہ کی تشدید کے ساتھ، ناظر بمعنی مناظر کی جمع، مصدر مناظرہ کا اسم فاعل ہے۔

امام شہاب الدین خفاجی حنفی نے رقم فرمایا: ((وَذَهَبَ) قَوْمٌ (اٰخَرُوْنَ) من العلماء (الی التوقف) ای عدم الجزم (فی تکفیر من خالف الاجماع الکائن عن نظر) کالقیاس الحاصل باجتهاد–لَا بُدَّ لَهٗ مِنْ مُسْتَنَدٍ)

(نسیم الریاض: جلد چہارم: ص 521- دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: علما کی ایک دوسری جماعت کا مذہب اس کی تکفیر میں توقف یعنی عدم جزم ہے جو نظر واستدلال سے ثابت ہونے والے اجماع کی مخالفت کرے، جیسے وہ قیاس جو اجتہاد سے حاصل ہو کہ اس کے لیے کوئی دلیل ضروری ہے۔

جس طرح قیاس کا منکر کافر کلامی نہیں، اسی طرح اجماع مجرد کا منکر کافر کلامی نہیں، جیسے نظام معتزلی وغیرہ اجماع مجرد کے انکار کے سبب متکلمین کے یہاں گمراہ ہے، کافر نہیں۔

باب تکفیر میں دو مذہب ہیں: مذہب متکلمین ومذہب فقہا۔ متکلمین میں سے بعض حضرات وہ ہیں جو باب تکفیر میں اسی مذہب پر ہیں جس کو مذہب فقہا کہا جاتا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد میں امام المتکلمین تھے۔ وہ مسئلہ تکفیر میں اسی مذہب پر تھے جس کو بعد میں مذہب فقہا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وہ خلق قرآن کے قائلین کی تکفیر کرتے تھے اور قرآن کے غیر مخلوق ہونے کا عقیدہ ضروریات دین سے نہیں، بلکہ

ضروریات اہل سنت سے ہے۔ضروریات اہل سنت کا منکر متکلمین کے یہاں گمراہ ہے۔

ایسی صورت میں اگر کوئی متکلم باب تکفیر میں مذہب فقہا پر ہوتو مذہب فقہا کو مذہب متکلمین قرار نہیں دیا جاسکتا۔اصطلاح کے اعتبار سے جو مذہب متکلمین ہے،وہی مراد ہوگا۔

اجماع مجرد کے انکار کے تین احکام

قاضی عیاض مالکی نے اجماع مجرد سے ثابت شدہ احکام کے انکار کا تین حکم بیان فرمایا:(1)اکثر علماوفقہا اجماع مجرد سے ثابت ہونے والے مسائل کے انکار پر حکم کفر عائد کرتے ہیں۔(2)بہت سے علما حکم کفر عائد نہیں کرتے۔(3)بہت سے علما اس کو بھی کافر نہیں کہتے جو اصل اجماع ہی کا انکار کرے،کیوں کہ اجماع کی حجیت اور شرعی مسائل کے لیے اس کا دلیل ہونا قطعی بالمعنی الاعم اور ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔جہاں اجماع اور قیاس کی حجیت کو ضروریات دین میں شمار کیا جائے،وہاں ضروریات دین کی قسم دوم یعنی ضروریات اہل سنت مراد ہے،جیسے خلافت صدیقی کو ضروریات دین میں شمار کیا جاتا ہے۔

نظام معتزلی:ابراہیم بن سیار بنہانی(۱۶۰ھ-۲۲۱ھ)اصل اجماع مجرد کا منکر ہے۔متکلمین اس انکار کے سبب اس کو کافر قرار نہیں دیتے،بلکہ گمراہ کہتے ہیں۔اجماع،قیاس اور خبر واحد کی حجیت کی بحث فصل سیزدہم میں اور نظام معتزلی کا حکم فصل دوازدہم میں مرقوم ہے۔

اجماع مجتہدین واجماع اہل حل وعقد

اجماع مجرد کی متعدد قسمیں ہیں۔کوئی دینی امر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی نہ ہو،یا بالکل مروی نہ ہو،بلکہ حضرات مجتہدین صحابہ یا مجتہدین غیر صحابہ قیاس کے سبب کسی امر پر اجماع کرلیں۔یہ اجماع مجتہدین ہے جس کو اجماع شرعی کہا جاتا ہے۔اسی طرح ارباب حل وعقد کسی کی خلافت پر اجماع کرلیں تو یہ اجماع ساری امت مسلمہ کی طرف منسوب ہوگا اور جائز امور میں خلیفۃ المسلمین کی طاعت تمام مسلمانوں پر

واجب ہوگی۔مخالفت کرنے والا باغی قرار دیا جائے گا۔یہ بھی اجماع مجرد میں شامل ہے۔

اگر کسی امر پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع منصوص (غیر سکوتی) ہو جائے تو اجماع صحابہ کے سبب وہ امر قطعی بالمعنی الاعم ہو جاتا ہے اور ضروریات اہل سنت میں شمار ہوتا ہے جیسے قیاس کے سبب خلافت صدیقی پر صحابہ کرام کا اجماع۔

ضروریات دین پر امت مسلمہ کا اجماع متصل ہوتا ہے۔اس کے علاوہ ضروریات اہل سنت،شعار اہل سنت،اہل سنت کے اجماعی عقائد،باب فقہ کے اجماعی مسائل پر اجماع اور انتخاب خلیفہ پر ارباب حل وعقد کا اجماع،اجماع مجرد ہے۔یہ سب اجماع متصل نہیں۔

فصل دوم

عہد صحابہ میں اجماع شرعی واجماع اہل حل وعقد

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ترکہ کی عدم تقسیم پر صحابہ کرام کا اجماع،اجماع شرعی ہے،اور خلافت صدیقی پر صحابہ کرام کا اجماع،اجماع اہل حل وعقد ہے۔

ملا علی قاری حنفی نے رقم فرمایا:**(ان امر الخلافة ليس من اركان الايمان،ثم هو لا يتعلق الا ببعض من اهل الحل والعقد)**

(شرح الشفا للقاری: جلد دوم ص 521-دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: مسئلہ خلافت ارکان ایمان میں سے نہیں ، پھر یہ معاملہ صرف بعض اہل حل وعقد سے متعلق ہوتا ہے۔

عہد صحابہ کے بعد اجماع شرعی واجماع اہل حل وعقد

کسی شرعی مسئلہ پر مجتہدین غیر صحابہ کا اجماع بھی اجماع شرعی ہے،لیکن وہ اجماعی مسئلہ ظنی ہوتا ہے۔فقہائے کرام اپنی اصطلاح کے مطابق اس اجماعی مسئلہ کو قطعی کہتے ہیں۔

یہ قطعی کی تیسری قسم ہے۔دراصل یہ اکبر ظن ہے جو فقہا کے یہاں قطعی سے ملحق ہے۔

فقہا اس کو قطعی کہتے ہیں اور متکلمین اس کو ظنی کہتے ہیں ۔اس طرح قطعی کی تین قسم ہوگئی: (1) قطعی بالمعنی الاخص (2) قطعی بالمعنی الاعم (3) ظنی ملحق بالقطعی ۔

حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی خلافت پر صحابہ کرام کا اجماع تھا۔عہد صحابہ کے بعد بھی کسی کی خلافت پر اس زمانے کے اہل حل وعقد کا اجماع ہو جائے تو اس خلیفہ کی مخالفت بھی نا جائز ہے۔متعدد احادیث طیبہ اس کا ذکر ہے۔

شریعت اسلامیہ میں خلیفہ برحق کی مخالفت کو بغاوت اور ایسے مجرم کو باغی کہا جاتا ہے۔یزید کی خلافت پر اہل حل وعقد کا اجماع نہیں تھا،اس لیے نہ وہ خلافت منعقد ہوئی ،نہ ہی یزید پلید اسلامی خلیفہ تھا۔وہ ایک مشہور ظالم وجابر اور بدطینت اور فاسق حاکم تھا۔

انتخاب خلیفہ اور ارباب حل وعقد

خلیفہ کا انتخاب مومنین کی ذمہ داری ہے ۔اس ذمہ داری کو اہل حل وعقد انجام دیتے ہیں ۔تمام مومنین کا ایک جگہ حاضر ہوکر کسی خلیفہ کا انتخاب اور اس کی بیعت مشکل امر ہے، اس لیے اہل حل وعقد کا انتخاب اور ان کی بیعت تمام مومنین کی طرف منسوب ہوتی ہے۔

علامہ تفتازانی نے انتخاب خلیفہ سے متعلق رقم فرمایا: **(والمذهب انه يجب على الخلق سمعًا لقوله عليه السلام: من مات ولم يعرف امام زمانه فقد مات ميتة جاهلية–ولان الامة قد جعلوا اهم المهمات بعد وفاة النبى عليه السلام نصب الامام،حتى قدموه على الدفن–وكذا بعد موت كل امام– ولان كثيرا من الواجبات الشرعية يتوقف عليه)**

(شرح العقائد النسفیہ :ص149 -مجلس برکات مبارکپور)

ترجمہ: (اہل سنت وجماعت کا) مذہب یہ ہے کہ مخلوق (مومنین) پر امام (خلیفہ) کو

مقرر کرنا سمعی طور پر واجب ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے سبب کہ جو مر جائے، اور وہ اپنے زمانے کے امام کو نہ جانے تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اور اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد مومنین نے سب سے اہم معاملہ امام کے تقرر کو قرار دیا، یہاں تک کہ اسے (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے) دفن پر مقدم کیا، اور اسی طرح ہر امام کی وفات کے بعد کیا۔

اور اس لیے کہ بہت سے شرعی واجبات (کی ادائیگی) امام کے تقرر پر موقوف ہے۔

انتخاب خلیفہ کے جو اہل حل وعقد ہوں گے، ان کا مجتہد ہونا ضروری نہیں، کیوں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد امت مسلمہ نے کسی کو مجتہد تسلیم نہیں کیا اور خلفائے عباسیہ کو خلیفہ تسلیم کیا گیا۔ خلافت عباسیہ کا خاتمہ 656 ہجری میں ہوا۔ اگر انتخاب خلیفہ کے لیے مجتہدین کے انتخاب کی شرط ہوتی تو بعد کے خلفائے عباسیہ کی خلافت تسلیم نہیں کی جاتی۔ حضرات ائمہ مجتہدین کے عہد میں بھی خلفائے عباسیہ کے انتخاب میں مجتہدین کی شمولیت نہیں تھی، بلکہ کارکنان حکومت وحکام سلطنت کسی کو خلیفہ منتخب کرتے تھے۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:((والخلافة ثلاثون سنة—ثم بعدها ملک وامارة)لقوله علیه السلام:الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم یصیر بعدها ملکا عضوضا—وقد استشهد علی علی رأس ثلثین سنة من وفاة رسول اللّٰه علیه السلام—فمعاویة ومن بعده لا یکونون خلفاء،بل ملوکا وامراء.

وهذا مشکل،لان اهل الحل والعقد من الامة قد کانوا متفقین علی خلافة الخلفاء العباسیة وبعض المروانیة کعمر بن عبد العزیز مثلًا.

ولعل المراد ان الخلافة الکاملة التی لا یشوبها شیء من المخالفة ومیل عن المتابعة تکون ثلاثین سنة وبعدها قد تکون وقد لا تکون)

(شرح العقائد النسفیہ :ص149-مجلس برکات مبارکپور)

ترجمہ: خلافت تیس سال ہے، پھر اس کے بعد بادشاہت وسلطنت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے سبب کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی ، پھر اس کے بعد خالص بادشاہت ہوجائے گی ۔حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تیسویں سال میں شہید کر دیئے گئے، پس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بعد خلفا نہ ہوں گے، بلکہ سلاطین وامرا ہوں گے۔

اور یہ مشکل ہے، کیوں کہ امت کے ارباب حل وعقد خلفائے بنی عباس کی خلافت اور بعض مروانی جیسے حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت پر متفق تھے۔

اور شاید مراد ہے کہ خلافت کاملہ جس میں کسی قسم کی شرعی مخالفت اور اتباع شرع سے روگردانی کی آمیزش نہ ہو، وہ تیس سال ہوگی اور اس کے بعد کبھی ہوگی اور کبھی نہیں ہوگی۔

خلفائے عباسیہ کی خلافت پر بھی امت کے اہل حل وعقد متفق تھے، حالاں کہ خلافت عباسیہ 656ہجری تک جاری رہی اور امت مسلمہ کے آخری متفق علیہ مجتہد امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات 241ہجری میں ہوگئی تھی، نیز حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اپنے عہد کے خلفا کے انتخاب میں شریک نہیں تھے، بلکہ ماقبل کے خلیفہ یا خلیفہ کے معتمدین وارباب حکومت نے کسی خلیفہ کا انتخاب کیا تھا۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ انتخاب خلیفہ کے امر میں ارباب حل وعقد کا مجتہد ہونا شرط نہیں ہے۔

فصل سوم

اجماع صحابہ سے ثابت شدہ حکم اور اس کا انکار

اصول فقہ کی عبارتوں میں عام طور پر اجماع کے انکار سے اس اجماع سے ثابت شدہ حکم کا انکار مراد ہوتا ہے۔اصل اجماع کا انکار مراد نہیں ہوتا ہے۔

اجماع قطعی سے صحابہ کرام کا جماع منصوص مراد ہوتا ہے ۔اجماع صحابہ کی دو

قسمیں ہیں:اجماع منصوص (غیر سکوتی)اور اجماع سکوتی ۔اگر صحابہ کرام کے اجماع منصوص سے کوئی امر ثابت ہوتو اس کا انکار کفر فقہی اور متکلمین کے یہاں اس کا انکار ضلالت وگمرہی ہے۔ایسا امر قطعی بالمعنی الاعم اور ضروریات اہل سنت میں شمار ہوتا ہے۔

اجماع منصوص سے ثابت شدہ امر دینی کا انکار اسی وقت کفر ہوگا،جب وہ امر دینی عہد صحابہ سے تواتر کے ساتھ مروی ہو۔خبر واحد کے طور پر مروی ہوتو اس کا انکار کفر نہیں۔

علامہ قاضی محبّ اللہ بہاری نے رقم فرمایا:(**انکار حکم الاجماع القطعی کفر عند اکثر الحنفیة وطائفة خلافا لطائفة،ومن ھھنا لم تکفر الروافض–وضروریات الدین خارجة اتفاقا فالتثلیث کما فی المختصر تدلیس.**

قال فخر الاسلام:اجماع الصحابة کالمتواتر فیکفر جاحده–و الحق ان السکوتی لیس کذلک لذلک–واجماع من بعدھم کالمشھور فیضلل جاحده الا ما فیه خلاف کالمنقول اٰحادًا–والکل مقدم علی الرای عند الاکثر)(مسلم الثبوت:جلد دوم:ص294-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:اجماع قطعی (سے ثابت شدہ)حکم کا انکار اکثر فقہائے احناف اور ایک (غیر حنفی)جماعت کے یہاں کفر ہے،اور ایک جماعت کا اختلاف ہے۔اسی وجہ سے (خلافت خلفائے ثلاثہ کے انکار کے باوجود)روافض کی تکفیر نہیں کی گئی،اور (اس بحث سے)ضروریات دین بالاتفاق خارج ہیں (کیوں کہ ضروریات دین کے انکار پر بالاتفاق حکم کفر ہے)،پس تین حکم بیان کرنا جیسا کہ مختصر التحریر میں ہے،تدلیس ہے۔

امام فخر الاسلام بزدوی نے فرمایا:صحابہ کرام کا اجماع امر متواتر کی طرح ہے،پس اس کا منکر کافر ہے،اور حق یہ ہے کہ اجماع سکوتی اس (سکوت)کے سبب اجماع قطعی کی طرح نہیں ہے،اور ان کے مابعد کا اجماع حدیث مشہور کی طرح ہے،پس اس کا منکر گمراہ ہو گا،مگر جس میں اختلاف ہوتو وہ بطور آحاد امر منقول کی طرح ہے اور تمام اجماع اکثر علما کے

یہاں قیاس پر مقدم ہے۔

(**فالتشلیث کما فی المختصر تدلیس**) کا مفہوم یہ ہے کہ مختصر التحریر میں جو اجماعی امور کے انکار کا تین حکم بیان کیا گیا ہے، وہ خلاف حقیقت ہے۔

مختصر التحریر میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اجماعی مسائل کا تین حکم ہے۔

(1) تکفیر (2) عدم تکفیر (3) تکفیر اگر ضروریات دین سے ہو، ورنہ تکفیر نہیں۔

مجدد صدی دوازدہم علامہ محبّ اللہ بہاری (م ۱۱۱۹ھ - ۱۷۰۷ء) نے اس تثلیث کو غلط اس لیے قرار دیا کہ ضروریات دین اس بحث سے خارج ہیں، کیوں کہ ضروریات دین بھی اجماعی ہیں، لیکن ضروریات دین میں اجماع مجرد نہیں پایا جاتا ہے، بلکہ اجماع متصل پایا جاتا ہے اور یہاں اجماع مجرد کے انکار کا حکم بیان کیا جارہا ہے، پس یہاں دو ہی حکم ہے۔

فقہائے احناف اور ان کے مؤیدین اجماع مجرد میں سے اجماع قطعی کے انکار کو کفر کہتے ہیں اور دیگر فقہا و متکلمین کفر نہیں کہتے ہیں۔ یہاں حکم ثالث کی گنجائش نہیں۔

(1) بحر العلوم فرنگی محلی (۱۱۴۲ھ-۱۲۲۵ھ) نے عبارت مذکورہ کی شرح میں رقم فرمایا:

((انکار حکم الاجماع القطعی)وهو المنقول متواترًا من غير استقرار خلاف سابق عليه(كفر عند اكثر الحنفية وطائفة)ممن عداهم، لانه انكار لما ثبت قطعًا انه حكم اللّٰه تعالى(خلافا لطائفة)قالوا:حجيته وان كان قطعيا لكنها نظرية فدخل فى حيز الاشكال من حيز الظهور كالبسملة.

(ومن ههنا)اى من اجل ان انكار حكمه ليس كفرا(لم تكفر الروافض)مع كونهم منكرين لخلافة خليفة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وعلى آله واصحابه وسلم حقا،وقد انعقد عليه الاجماع من غير ارتياب)

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت: جلد دوم: ص 294 - دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: (اجماع قطعی کے حکم کا انکار) اور وہ اجماع تواتر کے ساتھ منقول ہو، اس میں

پہلے اختلاف نہ ہو۔ (کفر ہے اکثر احناف اور ایک جماعت کے یہاں) جو غیر حنفی ہے، کیوں کہ یہ اس امر کا انکار ہے جو قطعی طور پر ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، (ایک جماعت کا اختلاف ہے) ان حضرات نے فرمایا: اجماع کی حجیت گرچہ قطعی ہے، لیکن وہ نظری ہے، پس وہ ظہور کے اعتبار سے مقام اعتراض میں داخل ہو گیا، جیسے بسم اللہ کا مسئلہ۔

(اور اسی وجہ سے) یعنی اس وجہ سے کہ اس اجماع قطعی کے حکم کا انکار کفر نہیں ہے (روافض کی تکفیر نہیں کی گئی) باوجودے کہ یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ برحق کی خلافت کے منکر ہیں، اور اس خلافت پر بلا شبہہ اجماع منعقد ہے۔

حضرات صحابہ کرام کے اجماع منصوص سے ثابت شدہ حکم کا انکار اسی وقت فقہائے احناف کے یہاں کفر ہوگا، جب وہ مسئلہ عہد صحابہ سے تواتر کے ساتھ مروی ہو، جیسے خلافت خلفائے راشدین کا مسئلہ۔ وہ اجماعی مسئلہ خبر واحد کے طور پر مروی ہو تو اس کا انکار کفر نہیں۔

جو علمائے کرام اجماع قطعی کے منکر کو کافر نہیں مانتے ہیں، وہ تبرائی روافض کی تکفیر نہیں کرتے تھے، حالاں کہ تبرائی روافض حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت حقہ راشدہ کے منکر تھے اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی خلافت حقہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع منصوص سے ثابت ہے۔

(2) بحر العلوم فرنگی محلی (۱۱۴۲ھ-۱۲۲۵ھ) نے عبارت مذکورہ کی شرح میں رقم فرمایا:

((وضروريات الدين) كالصوم والصلاة والزكاة والحج والجهاد ووجوب الصلوٰة الى الكعبة الشريفة(خارجة)عن هذا الاختلاف(اتفاقًا) فانه كفر البتة اتفاقا(فالتثليث)فى المذاهب،التكفير وعدم التكفير،ثالثها التكفير ان كان نحو الصلاة والا لا(كما فى المختصر تدليس)اذ لا يليق بحال احد من المسلمين ان يقول:ان انكار الصلاة ليس كفرا)

(فواتح الرحموت: جلد دوم: ص294-295-دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: ضروریات دین جیسے روزہ، زکات، نماز، حج، جہاد اور کعبہ شریف کی طرف (رخ کرکے) نماز ادا کرنے کی فرضیت اس اختلاف سے بالاتفاق خارج ہے، کیوں کہ یہ (ضروریات دین کا انکار) یقینی طور پر بالاتفاق کفر ہے، پس تین مذاہب بیان کرنا، تکفیر، عدم تکفیر اور تیسرا مذہب: تکفیر اگر نماز کے جیسے کسی امر کا انکار ہو، ورنہ تکفیر نہیں، جیسا کہ مختصر التحریر میں ہے، یہ تدلیس ہے، اس لیے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ کہنا صحیح نہیں کہ نماز کا انکار کفر نہیں۔

(3) علامہ بحر العلوم فرنگی محلی قدس سرہ العزیز نے شرح میں رقم فرمایا:

(قال)الامام(فخر الاسلام:اجماع الصحابة کالمتواتر فیکفر جاحده) لفظه الشریف هکذا:فصار الاجماع کآیة من الکتاب او حدیث متواتر فی وجوب العلم والعمل فیکفر جاحده فی الاصل.

ثم هو علٰی مراتب–فاجماع الصحابة مثل الأیة والخبر المتواتر– ومثل لهذا الاجماع فی"التحریر"بالاجماع علی خلافة امیر المومنین امام الصدیقین بعد المرسلین افضل الاولیاء المکرمین ابی بکر الصدیق رضی اللّٰه تعالٰی عنه–وبالاجماع علی قتال مانعی الزکاة مع سکوت بعضهم

فزعم ان الاجماع السکوتی ایضًا کذلک مع ان حجیته مختلف فیها بین اهل الحق فلا یصلح مکفرا.

وقال ایضًا مطابقا لما صرح العلامة النسفی فی المنار(والحق ان السکوتی لیس کذلک لذلک)ولعل مراد صاحب"التحریر"تسویة السکوتی الذی علم بقرائن الحال ان سکوت من سکت لاجل الموافقة علما قطعیا مع القولی–والسکوت علٰی قتال مانعی الزکاة من هذا القبیل

(واجماع من بعدهم کالمشهور فیضلل جاحده الا ما فیه خلاف) کالاجماع بعد استقرار الخلاف فانه یفید الظن و(کالمنقول آحادًا)ولفظه

الشریف ھکذا: واجماع من بعدھم بمنزلة المشھور من الحدیث–واذا صار الاجماع مجتھدا فی السلف کان کالصحیح من الاخبار.

وقرروا کلامه بان الاعلیٰ اجماع الصحابة نصا بحیث یکفر جاحده –ثم اجماعھم السکوتی–ثم اجماع من بعدھم بحیث لم یسبق فیه خلاف –ثم اجماعھم وقد استقر خلاف سابق–ووجھوه بان اجماع الصحابة غیر مختلف فیه اصلا لدخول اھل المدینة والعترة والخلفاء والشیخین– والسکوتی قد اختلف فیه–ثم اجماع من بعدھم لقوة الاختلاف فیه–ثم اجماعھم بعد استقرار الخلاف قد قوی فیه الاختلاف–کذا قالوا)

(فواتح الرحموت: جلد دوم:ص295-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: (امام فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ العزیز نے فرمایا: اجماع صحابہ امر متواتر کی طرح ہے، پس اس کا منکر کافر ہوگا) امام فخر الاسلام کا باعظمت کلام اس طرح ہے: ''پس اجماع یقین وعمل کے وجوب میں آیت قرآنیہ یا حدیث متواتر کی طرح ہوگیا، پس اس کا منکر اصل کے اعتبار سے کافر ہوگا''۔(گرچہ کسی سبب سے اس کی تکفیر نہ کی جائے)

پھر (اجماع کے) چند درجات ہیں، پس اجماع صحابہ آیت قرآنیہ اور حدیث متواتر کی طرح ہے، اور مختصر التحریر میں اس اجماع کی مثال امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر اجماع سے دی گئی اور مانعین زکات سے جہاد پر اجماع سے دی گئی، (اس اجماع میں) بعض صحابہ کے سکوت کے باوجود، پس انہوں نے خیال کیا کہ اجماع سکوتی بھی اسی (اجماع منصوص کی) طرح ہے، حالاں کہ اس کی حجیت اہل حق کے درمیان مختلف فیہ ہے، پس وہ سبب کفر ہونے کے لائق نہیں۔

اور مصنف نے بھی متن منار میں امام نسفی کی صراحت کے مطابق فرمایا: ((اور حق یہ ہے کہ اجماع سکوتی اسی (سکوت) کے سبب ایسا (اجماع منصوص جیسا) نہیں ہے))

اور شاید صاحب تحریر کی مراد اس اجماع سکوتی کو اجماع قولی کے مساوی بتانا ہے جس کے بارے میں قرائن حالیہ سے قطعی طور پر معلوم ہو چکا ہو کہ سکوت کرنے والوں کا سکوت موافقت کے سبب تھا، اور مانعین زکات سے جہاد پر اجماع اسی قبیل سے ہے۔

((اور صحابہ کرام کے بعد والوں کا اجماع حدیث مشہور کی طرح ہے، پس اس کا منکر گمراہ ہے، مگر جس اجماع میں اختلاف ہو)) جیسے اختلاف کے مستقر ہونے کے بعد (کسی ایک صورت پر) اجماع، پس یہ ظن کا افادہ کرتا ہے، اور ((جیسے جو اجماع بطریق آحاد منقول ہو)) اور امام فخر الاسلام کا کلام شریف اس طرح ہے:

''اور صحابہ کرام کے بعد والوں کا اجماع حدیث مشہور کی منزل میں ہے، اور جب اجماعی مسئلہ اسلاف میں مختلف فیہ رہا ہو تو وہ حدیث صحیح کی طرح ہے''۔

اور علمائے کرام نے امام فخر الاسلام (م ۴۸۲ھ) کے کلام کی تشریح کی کہ سب سے بلند رتبہ صحابہ کرام کا اجماع منصوص ہے، یہاں تک کہ اس کا منکر کافر ہوگا، پھر صحابہ کرام کا اجماع سکوتی ہے، پھر صحابہ کرام کے بعد والوں کا اجماع ہے جس میں ماقبل زمانے میں اختلاف نہ ہوا ہو، پھر غیر صحابہ کا اجماع (اس امر پر) جس میں اختلاف ہو چکا ہو۔

اور علمائے کرام نے اس (درجہ بندی) کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ صحابہ کرام کے اجماع میں بالکل کوئی اختلاف نہیں ہے، کیوں کہ اس اجماع میں باشندگان مدینہ طیبہ، اہل بیت اطہار، خلفائے راشدین اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین شامل ہیں، اور اجماع سکوتی مختلف فیہ ہے، پھر (رتبہ میں) غیر صحابہ کا اجماع ہے، اس میں اختلاف کے قوی ہونے کے سبب، پھر غیر صحابہ کا اجماع ہے (کسی امر پر عہد ماضی میں) اختلاف قائم ہو جانے کے بعد، اس میں اختلاف قوی ومضبوط ہے۔ ایسا ہی علمائے کرام نے بیان فرمایا۔

جس اجماع سکوتی کے بارے میں قرائن حالیہ سے یقین حاصل ہو جائے کہ سکوت اتفاق کے سبب تھا، وہ اجماع منصوص کی منزل میں ہے، جیسا کہ منقولہ بالا عبارت میں مرقوم

ہے کہ مانعین زکات سے جہاد پر اسی قسم کا اجماع سکوتی تھا، اور جس اجماع سکوتی سے متعلق یہ معلوم نہ ہو سکے کہ سکوت اتفاق کے سبب تھا، یا عدم اتفاق کے سبب، وہ خبر واحد کی طرح ظنی ہے، اور اس اجماع غیر صحابہ کی طرح ہے جس میں ماقبل میں اختلاف ہو چکا ہو۔

متقدمین فقہائے احناف اور تکفیر فقہی

اجماع قطعی کے منکر کی تکفیر متاخرین فقہائے احناف کرتے ہیں۔ متقدمین فقہائے احناف اجماع قطعی کے منکر کی تکفیر نہیں کرتے تھے اور مسئلہ تکفیر میں امام اعظم ابوحنیفہ وامام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وہی مسلک ہے، جس کو بعد میں مذہب متکلمین کہا گیا ہے۔

علامہ بحر العلوم فرنگی محلی نے رقم فرمایا: **(وفی "البحر الرائق" حقق بتفصیل بلیغ ان تکفیر الروافض لیس مذهبًا لائمتنا المتقدمین–وانما ظهر فی اقوال المتأخرین)** (فواتح الرحموت: جلد دوم: ص 294 – دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: البحر الرائق میں عمدہ تفصیل کے ساتھ تحقیق کی گئی کہ روافض کی تکفیر ہمارے ائمہ متقدمین کا مذہب نہیں ہے، اور یہ تکفیر متأخرین کے اقوال میں ظاہر ہوئی۔

منقولہ بالا عبارت میں تبرائی روافض کا ذکر ہے جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر طعن کرتے اور حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت کا انکار کرتے تھے اور شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بلافصل مانتے تھے۔

یہ لوگ کسی ضروری دینی کے منکر نہیں تھے، لہٰذا ان لوگوں کو پر کفر کلامی حکم نہیں تھا، بلکہ متاخرین فقہائے احناف اور ان کے مؤیدین ضروریات اہل سنت (خلافت خلفائے ثلاثہ) کے انکار کے سبب ان کی تکفیر فقہی کرتے تھے۔ عہد حاضر کے تبرائی روافض قرآن عظیم کو ناقص اور ائمہ اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل مانتے ہیں، لہٰذا مابعد کے تبرائی روافض بھی غالی روافض کی طرح کافر کلامی قرار پائے۔

فصل چہارم

اجماع غیر صحابہ سے ثابت شدہ حکم اور اس کا انکار

صحابہ کرام کے اجماع منصوص کے علاوہ اجماع کی دیگر قسموں سے ثابت شدہ مسئلہ بھی قطعی بالمعنی الاعم ہونا چاہئے ،لیکن عرض عارض کے سبب وہ قطعی بالمعنی الاعم نہیں ہوتا ہے۔

متقدمین احناف کے یہاں اجماع منصوص کا منکر کافر نہیں ۔ذیلی اقتباس میں اس کی وضاحت (لا یکفر بعروض عارض) سے کی گئی ہے ۔چوں کہ اجماع کی حجیت ہی نظری ہے، پس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع منصوص بھی قطعی بالمعنی الاخص نہیں، بلکہ قطعی بالمعنی الاعم ہے،اور متقدمین احناف قطعی بالمعنی الاعم کے انکار پر حکم کفر نافذ نہیں کرتے تھے۔

علامہ بحر العلوم فرنگی محلی نے رقم فرمایا:(ان مقصوده قدس سره ان الاجماع مطلقًا فی القطعية كالأية والخبر المتواتر-واصله ان يكفر جاحده-لانه انكار لحكم مقطوع-الا انه لا يكفر لعروض عارض-واشار اليه بتقييده بقوله:فی الاصل-ولذا لم يكفر الروافض والخوارج.

ثم بين مراتب الاجماع:

فالاعلٰی فی القطعية اجماع الصحابة المقطوع اتفاقهم بتنصيص الكل بالحكم-او بدلالة توجب انهم اتفقوا قطعا-وهذا ظاهر.

ثم اجماع من بعدهم-وجه الفرق ان الصحابة كانوا معلومين باعيانهم فتعلم اقوالهم بالبحث والتفتيش-فاذا اخبر جماعة عدد التواتر حصل العلم باتفاقهم قطعا-واما من بعدهم فتكثروا ووقع فيهم نوع من الانتشار-فوقع شبهة فی اتفاقهم واحتمل ان يكون هناک مجتهد لم يطلع علی قوله الناقلون-لكن لما كان هذا الاحتمال بعيدا لعدم وقوع الانتشار

کذلک مع کون الناقلین جماعة تکفی للعلم صار بمنزلة الخبر المشهور الذی فیه احتمال بعید-وصار ادون درجة من اجماع الصحابة.

ثم الاجماع الذی وقع بعد تقرر الخلاف السابق،حجیته ظنیة لاحتمال حیاة القول السابق بالدلیل.

وکذا الاجماع المنقول آحادا للاحتمال فی ثبوته.

وکذا الاجماع الذی وقع عن سکوت-ولا قرینة تدل قطعا علی ان السکوت للرضا لاحتمال عدم الموافقة-فصارت هذه للاحتمالات الثلاثة حجة ظنیة-کخبر الواحد الصحیح)

(فواتح الرحموت: جلد دوم:ص296-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:امام فخر الاسلام قدس سرہ العزیز کا مقصود یہ ہے کہ اجماع قطعیت میں مطلقاً آیت قرآنیہ اور خبر متواتر کی طرح ہے،اور اصل کے اعتبار سے اس کا منکر کافر ہوتا،کیوں کہ یہ یقینی حکم کا انکار ہے،مگر کسی عرض عارض کے سبب کافر نہیں ہوگا،اور امام فخر الاسلام نے اپنے قول کو(فی الاصل)سے مقید کرکے اسی طرف اشارہ کیا،اور اسی سبب سے روافض وخوارج کی تکفیر نہیں کی گئی،پھر امام فخر الاسلام بزدوی نے اجماع کے درجات کو بیان فرمایا، پس قطعیت میں بلند رتبہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا وہ اجماع ہے جس پر ان کا اتفاق یقینی ہو،تمام صحابہ کرام کے حکم کی صراحت کرنے کے سبب،یا کسی ایسی دلالت کے سبب جو ثابت کرے کہ صحابہ کرام یقینی طور پر متفق ہیں،اور یہ ظاہر ہے۔

پھر صحابہ کرام کے بعد والوں کا اجماع ہے۔وجہ فرق یہ ہے کہ صحابہ کرام مشہور اشخاص تھے،پس بحث وتفتیش سے ان کے اقوال معلوم ہو جائیں گے تو جب متواتر کی تعداد والی کوئی جماعت خبر دے تو صحابہ کرام کے اتفاق کا یقینی علم ہو جائے گا۔

لیکن صحابہ کرام کے بعد والے کثیر ہو گئے،اور ان میں ایک قسم کا انتشار واقع ہو گیا،

پس ان کے اتفاق میں ایک قسم کا شبہہ واقع ہو گیا اور یہ احتمال ہو گیا کہ وہاں کوئی مجتہد ہو کہ ناقلین اس کے قول پر مطلع نہ ہوئے ہوں، لیکن جب یہ بعید احتمال ہے، ان کے ایسا منتشر نہ ہونے کے سبب، ساتھ ہی ناقلین ایسی جماعت ہو جو یقین کے لیے کافی ہو تو یہ خبر مشہور کی منزل میں ہوگا جس میں احتمال بعید ہوتا ہے، اور یہ اجماع صحابہ سے کم رتبہ ہوگا۔

پھر وہ اجماع ہے جو ماقبل کے اختلاف کے قائم ہونے کے بعد وجود پذیر ہو، اس کی حجیت ظنی ہے، قول سابق (کے کسی قائل) کے دلیل پر باحیات ہونے کے احتمال کے سبب (کہ وہ اجماع میں شریک نہ ہو، اور اپنی دلیل پر قائم رہے)

اور اسی طرح وہ اجماع (ظنی) ہے جو بطریق آحاد منقول ہو، اس کے ثبوت میں احتمال کے سبب۔

اور اسی طرح وہ اجماع (ظنی) ہے جو سکوت کے سبب واقع ہو، اور کوئی قرینہ نہ ہو جو قطعی طور پر دلالت کرے کہ سکوت رضا کے سبب ہے، عدم موافقت کے احتمال کے سبب۔

پس یہ تینوں اجماع احتمالات ثلاثہ کے سبب ظنی ہیں، جیسے کہ خبر واحد (ظنی ہے)

اجماع مجرد کی حجیت نظری ہے، یہ قطعی الثبوت بالمعنی الاخص نہیں، بلکہ قطعی الثبوت بالمعنی الاعم ہے۔ اس کی حجیت ضروریات دین میں سے نہیں، بلکہ ضروریات اہل سنت سے ہے، اسی لیے اجماع مجرد سے ثابت شدہ مسائل کے انکار کے سبب روافض وخوارج کی تکفیر نہیں کی گئی، کیوں کہ اجماع مجرد سے ثابت شدہ امور ضروریات دین سے نہیں ہیں۔

اجماع مجرد بھی اپنی اصل کے اعتبار سے دلیل قطعی ہے، لیکن قطعی بالمعنی الاعم ہے، لہٰذا متقدمین فقہائے احناف اجماع مجرد سے ثابت شدہ مسائل کے انکار پر تکفیر نہیں کرتے تھے، گرچہ وہ صحابہ کرام کے اجماع منصوص سے ثابت ہو۔ جب اصل اجماع ہی قطعی بالمعنی الاخص نہیں تو اس سے ثابت ہونے والا مسئلہ بھی اپنی اصل کے اعتبار سے قطعی بالمعنی الاخص نہیں اور متقدمین فقہائے احناف باب تکفیر میں اسی مذہب پر تھے، جس کو مذہب متکلمین کہا

جاتا ہے۔وہ صرف قطعی بالمعنی الاخص یعنی ضروری دینی کے انکار پر تکفیر کرتے تھے۔

متاخرین فقہائے احناف اوران کے مؤیدین حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع منصوص سے ثابت شدہ حکم کے انکار پر تکفیر فقہی کرتے ہیں۔

اجماع متصل اوراجماع مجرد میں فرق یہ ہے کہ جس امر دینی پر اجماع متصل ہو، وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی ہوتا ہے۔اجماع مجرد سے ثابت شدہ مسئلہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر نہیں ہوتا ہے، لہٰذا متقدمین فقہائے احناف اجماع صحابہ کرام سے ثابت شدہ مسائل کے انکار پر تکفیر نہیں کرتے تھے،

(1)اجماع مجرد کی چار صورتیں ہیں۔اجماع مجرد میں قطعیت کے اعتبار سے سب سے بلند رتبہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع منصوص ہے۔

(2)مجتہدین صحابہ کے اجماع اور مجتہدین غیر صحابہ کے اجماع میں فرق یہ ہے کہ مجتہدین صحابہ کی تعداد محدود تھی اور تمام مجتہدین صحابہ متعارف ومشہور تھے۔تلاش وجستجو کے بعد ان کے اقوال کو دریافت کیا جاسکتا ہے، پس جب بطور تواتر کسی مسئلہ پر ان کے اتفاق کی خبر موصول ہوتو ان کے اجماع واتفاق کا قطعی علم حاصل ہو جائے گا۔

عہد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بعد مجتہدین کی کثرت ہوگئی اور وہ مختلف علاقوں میں منتشر تھے تو ان کے اتفاق میں یہ احتمال پیدا ہوگیا کہ ممکن ہے کہ اس عہد میں کوئی مجتہد ہوں، اوران کے قول پر ناقلین مطلع نہ ہوسکے ہوں۔چوں کہ یہ احتمال ضعیف تھا، اس لیے مجتہدین غیر صحابہ کا اجماع غیر اختلافی امر پر ہوتو وہ خبر مشہور کی طرح ہے۔یہ اجماع علم طمانیت کا افادہ کرتا ہے۔علم یقینی کا افادہ نہیں کرتا ہے۔فقہا اسے قطعی بالمعنی الاعم کہتے ہیں۔

(3)اس کے بعد اس امر پر اجماع ہے جس میں پہلے اختلاف واقع ہو چکا ہو۔اس کی حجیت ظنی ہے، کیوں کہ ممکن ہے کہ قول سابق کا کوئی قائل اپنی دلیل پر قائم ہو۔

(4)اسی طرح وہ اجماع ظنی ہے جو خبر واحد کے طور پر منقول ہو، کیوں کہ اس کے

ثبوت ہی میں احتمال ہے۔خبر واحد سے منقول ہونے کے سبب اس کا ثبوت یقینی نہیں ہوسکا۔

(5)اسی طرح اجماع سکوتی بھی ظنی ہے، جب کوئی قرینہ قطعی طور پر دلالت نہ کرے کہ سکوت رضا کے سبب تھا، پس اخیر کے تینوں اجماع احتمال کے سبب ظنی ہیں۔

مجتہدین غیر صحابہ کے اجماع سے ثابت ہونے والے مسائل دراصل ظنی ہیں، لیکن فقہائے کرام اپنی اصطلاح میں مجتہدین غیر صحابہ کے اجماع سے ثابت شدہ مسائل کو بھی قطعی کہتے ہیں۔وہ ظنی ملحق بالقطعی ہے۔

اجماع مجتہدین کی چار قسموں کا بیان

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع کی دو قسمیں ہیں :(۱) اجماع منصوص (اجماع قولی)(۲)اجماع سکوتی۔مجتہدین غیر صحابہ کے اجماع کی بھی دو قسمیں ہیں۔(۱)اگر اس میں صحابہ کرام سے کوئی اختلاف منقول نہیں ،اور بعد کے زمانے میں اس پر اجماع منعقد ہوگیا تو یہ اجماع خبر مشہور کی طرح ہے۔اس کا انکار گمرہی ہے۔

(۲)اگر ماقبل میں اختلاف ہو چکا ہو، پھر کسی عہد میں مجتہدین کا اجماع ہوا تو اس کی حیثیت خبر واحد کی طرح ہے۔خبر واحد کا انکار فسق وگناہ ہے۔تفصیل فصل دوازدہم میں ہے۔

ملا احمد جیون جون پوری (۱۰۴۷ھ-۱۱۳۰ھ) نے اجماع کی بحث میں رقم فرمایا:

((ثم هو علٰی مراتب)ای فی نفسه مع قطع النظر عن نقله له مراتب فی القوة والضعف والیقین والظن(فالاقوی اجماع الصحابة نصا)مثل ان یقولوا جمیعا، اجمعنا علی کذا(فانه مثل الأیة والخبر المتواتر)حتی یکفر جاحده ومنه الاجماع علی خلافة ابی بکر.

(ثم الذی نص البعض وسکت الباقون)من الصحابة وهو المسمی بالاجماع السکوتی-ولا یکفر جاحده وان کان من الادلة القطعیة.

(ثم اجماع من بعدهم)ای بعد الصحابة من اھل کل عصر(علی حکم لم یظھر فیه خلاف من سبقھم)من الصحابة فھو بمنزلة الخبر المشھور یفید الطمانية دون اليقين.

(ثم اجماعھم علی قول سبق فیه مخالف)یعنی اختلفوا اولًا علی قولین ،ثم اجمع من بعدھم علی قول واحد ،فھذا دون الکل فھو بمنزلة خبر الواحد یوجب العمل دون العلم،ویکون مقدما علی القیاس کخبر الواحد)

(نورالانوار:ص222-223:طبع ہندی)

ترجمہ:اجماع (اجماع مجرد) کے چند درجات ہیں،یعنی اس کی نقل سے قطع نظر کرتے ہوئے،قوت وضعف اوریقین وظن کے اعتبار سے اجماع کے چند مراتب ہیں۔

(1) پس سب سے قوی صحابہ کرام کا اجماع منصوص ہے،جیسے تمام صحابہ کرام ارشاد فرمائیں کہ ہم نے اس پر اجماع کیا،پس یہ آیت قرآنیہ اور خبر متواتر کی طرح ہے، یہاں تک کہ اس کا منکر کافر ہوجائے گا اور اسی میں سے خلافت صدیقی پر اجماع صحابہ ہے۔

(2) پھر وہ اجماع صحابہ جس کا بعض اظہار کریں اور باقی صحابہ کرام سکوت فرمائیں، اور اسی کا نام اجماع سکوتی ہے،اور اس کا منکر کافر نہیں،گرچہ یہ دلائل قطعیہ میں سے ہے۔

(3) پھر حضرات صحابہ کرام کے بعد ہر زمانے والوں کا اجماع کسی ایسے حکم پر جس میں سابقین یعنی صحابہ کرام کا اختلاف نہ ہو،پس یہ خبر مشہور کی منزل میں ہے، یہ علم طمانیت کا افادہ کرتا ہے،علم یقینی کا نہیں۔

(4) پھر غیر صحابہ کا اجماع ایسے قول پر جس میں مخالف گزر چکا ہو،یعنی پہلے دو قول پر مختلف ہو چکے ہوں، پھر ان حضرات کے بعد ایک قول پر اجماع ہو تو یہ اجماع سب سے کم درجے کا ہے،پس یہ خبر واحد کی منزل میں ہے جو عمل کو واجب کرتا ہے،نہ کہ یقین کو،اور یہ خبر واحد کی طرح قیاس پر مقدم ہے۔

منقولہ بالا عبارت میں اجماع مجرد کی چار قسموں کا ذکر ہے۔حضرت صحابہ کرام کے اجماع منصوص واجماع سکوتی کا ذکر ہے اور حضرات مجتہدین غیر صحابہ کے دونوں قسم کے اجماع کا حکم بیان کیا گیا ہے۔اس میں بتایا گیا کہ وہ اجماعی امر جس بارے میں عہد صحابہ میں اختلاف ہو، پھر کسی ایک صورت پر مجتہدین کرام کا اجماع ہو جائے تو اس کا حکم وہی ہے جو خبر واحد کا حکم ہے۔خبر واحد کے انکار کی متعدد صورتیں ہیں ۔یہاں مراد یہ ہے کہ خبر واحد سے ثابت شدہ حکم کے انکار کا جو حکم ہے، وہی حکم اس اجماعی امر کے انکار کا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''عالمگیری میں ہے:

(من انکر خبر الواحد لا یکفر غیر انه یاثم بترک القبول-هکذا فی الظهیریة) (فتاویٰ رضویہ: جلد سوم:ص280-رضا اکیڈمی ممبئی)

ترجمہ: جو خبر واحد کا انکار کرے، وہ کافر نہیں، مگر وہ اس کو قبول نہ کرنے کے سبب گنہ گار ہوگا۔ایسا ہی ظہیریہ میں ہے۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا کہ جب کسی امر میں اختلاف ہو، پھر اس پر اجماع ہو جائے تو اس اجماعی امر کا منکر گمراہ نہیں ۔چوں کہ ایسا اجماعی امر خبر واحد کی طرح ہے، پس ایسے اجماعی امر کا منکر فاسق اور گنہ گار ہے۔دراصل کسی بھی اجماعی امر کی مخالفت حرام ہے۔

صدر الشریعہ بخاری (۷۴۷ھ) نے رقم فرمایا: **(الاجماع علی مراتب: اجماع الصحابة ثم اجماع من بعدهم فیما لم یرو فیه خلاف الصحابة-ثم اجماعهم فیما روی فیه خلافهم-فهذا اجماع مختلف فیه-وفی مثل هذا الاجماع یجوز التبدیل فی عصر وفی عصرین-والاجماع الذی ثبت ثم رجع واحد منهم اجماع مختلف فیه ایضًا)**

(التوضیح: جلد دوم:ص109-دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: اجماع کے چند درجات ہیں۔صحابہ کرام کا اجماع، پھر غیر صحابہ کا اجماع ایسے

امر میں اجماع جس میں صحابہ کرام کا اختلاف مروی نہ ہو، پھر غیر صحابہ کا اجماع ایسے امر میں جس میں صحابہ کرام کا اختلاف مروی ہو، پس یہ مختلف فیہ اجماع ہے، اوراس قسم کے اجماع میں ایک زمانے میں یادو زمانوں میں تبدیلی جائز ہے، اور جواجماع ثابت ہو جائے ، پھر اہل اجماع میں سے کوئی رجوع کر لے تو یہ بھی مختلف فیہ اجماع ہے۔

منقولہ بالا عبارت میں اجماع صحابہ سے اجماع منصوص مراد ہے۔اس عبارت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع سکوتی کا ذکر نہیں ہے۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:**(قولہ:(ثم الاجماع علی مراتب)فالاولی بمنزلة الآیة والخبر المتواتر یکفر جاحده–والثانیة بمنزلة الخبر المشهور یضلل جاحده–والثالثة لا یضلل جاحده لما فیه خلاف)**

(التلویح: جلد دوم:109 - دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: پس پہلے درجہ کا اجماع آیت قرآنیہ اور حدیث متواتر کی منزل میں ہے، اس کا منکر کافر ہے۔ دوسرے درجہ کا اجماع خبر مشہور کی منزل میں ہے، اس کا منکر گمراہ ہے۔ تیسرے درجہ کے اجماع کا منکر گمراہ نہیں، کیوں کہ اس میں (صحابہ کرام کے درمیان) اختلاف ہے۔

جس امر میں عہد صحابہ کرام میں اختلاف ہو، پھراس پر بعد کے مجتہدین کا اجماع ہو جائے تو ایسے اجماع کا منکر گمراہ نہیں، کیوں کہ اس میں عہد ماضی میں اختلاف تھا۔ جب قبل اجماع اس میں اختلاف کرنے والے گمراہ نہیں تھے تو بعد اجماع بھی اختلاف کرنے والے گمراہ نہیں۔ چوں کہ بعد میں اس امر پر اجماع ہو چکا ہے اور اجماع کی مخالفت حرام ہے تو اس کی مخالفت حرام ہوگی۔ فقہائے کرام نے صراحت فرمائی ہے کہ اس کا حکم خبر واحد کے حکم کی طرح ہے۔خبر واحد کے انکار کا حکم فصل دوازدہم میں تفصیل کے ساتھ مرقوم ہے۔ جس امر پر اجماع ہو، اس میں اجتہاد کی اجازت نہیں اور وہ اجتہاد وقیاس پر مقدم ہے۔

اجماع کی مخالفت حرام

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:(**والجمھور علٰی انہ لا یجوز الاجماع الا عن سند من دلیل او امارۃ لان عدم السند یستلزم الخطاء–اذ الحکم فی الدین بلا دلیل خطاء ویمتنع اجماع الامۃ علی الخطاء–وایضًا اتفاق الکل من غیر داع یستحیل عادۃً کالاجماع علٰی اکل طعام واحد–وفائدۃ الاجماع بعد وجود السند سقوط البحث وحرمۃ المخالفۃ وصیرورۃ الحکم قطعیا**)

(التلویح: جلد دوم:ص109)

ترجمہ: جمہور علما کا مسلک یہ ہے کہ کسی سند یعنی دلیل یقینی یا دلیل ظنی کے بغیر اجماع جائز نہیں،اس لیے کہ سند کا نہ ہونا خطا کو مستلزم ہے،اس لیے کہ دین کے بارے میں بلا دلیل کوئی حکم لگانا خطا ہے،اور خطاء پر امت کا اجماع ہو جانا محال ہے، نیز یہ کہ بغیر کسی داعی (دلیل) کے تمام امت کا متفق ہو جانا عادۃً محال ہے، جیسے (تمام امت کا) ایک قسم کا کھانا کھانے پر متفق ہو جانا عادۃً محال ہے،اور سند کے پائے جانے کے بعد اجماع کا فائدہ بحث کا ساقط ہو جانا ہے،اور مخالفت کا حرام ہو جانا،اور حکم کا قطعی ہو جانا ہے۔

اگر چہ سند کے ذریعہ حکم کا ثبوت ہو جاتا ہے،لیکن اس حکم پر اجماع منعقد ہو جانے کی وجہ سے بحث ومباحثہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے،اور یہ حکم فقہائے کرام کے یہاں یقینی ہو جاتا ہے،اوراس کی مخالفت حرام ہو جاتی ہے۔

(2)امام محمد غزالی شافعی نے تحریر فرمایا: (**اذا اتفقت کلمۃ الامۃ ولو فی لحظۃ انعقد الاجماع ووجبت عصمتھم عن الخطاء**)

(المستصفٰی : جلداول:ص192)

ترجمہ:جب امت کا قول ایک لحہ کے لیے بھی متفق ہو جائے تو اجماع منعقد ہو گیا اور

اہل اجماع کا خطا سے محفوظ ہونا ثابت ہوگیا۔

جن اجماعی مسائل کا انکار کفر نہیں

مندرجہ ذیل عبارت میں فاضل حسام چلپی (۶۲۲ھ-۶۸۳ھ) کے حوالے سے ان اجماعی مسائل کا یکجا ذکر ہے، جن کا انکار کفر نہیں، یہ بھی مذکور ہے کہ بعض فقہا نے ہر اجماعی مسئلہ کی مخالفت اور انکار کو کفر قرار دیا ہے۔ یہ مرجوح قول ہے۔ یہ جمہور فقہا کا مذہب نہیں۔

علامہ شامی نے رقم فرمایا:(هذا موافق لِمَا قَدَّمْنَاهُ عنه من انه يَكْفُرُ بانكار ما اُجْمِعَ عَلَيْهِ بَعْدَ الْعِلْمِ بِهٖ-ومثله ما فی نور العين عن شرح العمدة-اطلق بعضهم ان مخالف الاجماع يكفر-والحق ان المسائل الاجماعية تارةً يصحبها التواترُ عن صاحب الشرع كوجوب الخمس-وقد لا يصحبها-فالاول يكفر جاحده لمخالفته التواتر لا لمخالفة الاجماع-الخ.

ثم نقل فی نور العين عن رسالة الفاضل الشهير"حسام جلبی"من عظماء علماء السلطان سليم بن با يزيد خان-ما نصه(اذا لم تكن الْاٰيَةُ او الخبر المتواتر قطعی الدلالة-اولم يكن الخبر متواترًا-او كان قطعيًّا لكن فيه شبهة -اَوْ لَمْ يَكُنِ الاجماع اجماعَ الجميع-اوكان-ولم يكن اجماع الصحابة-او كان-ولم يكن اجماع جميع الصحابة-اوكان اجماع جميع الصحابة ولم يكن قطعيًّا بان لم يثبت بطريق التواتر-او كان قطعيًّا لكن كان اجماعًا سُكُوْتِيًّا-ففی كل من هذه الصور لا يكون الجحود كفرًا-يظهر ذلک لمن نظر فی كتب الاصول-فاحفظ هذا الاصل-فانه ينفعک فی استخراج فروعه-حَتّٰى تَعْرِفَ مِنْهُ صحة ما قيل-انه يلزم الكفر فی موضع كذا-ولا يلزم فی موضع اٰخر-الخ)

(ردالمحتار: جلد چہارم:ص 407-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: یہ اس کے موافق ہے جو ہم نے صاحب درمختار کے حوالے سے پہلے بیان کیا کہ اجماعی امر کے علم کے بعداس کے انکار کے سبب کافر ہو جائے گا، اور اسی کی مثل (امام ابن دقیق العید شافعی کی) شرح عمدۃ الاحکام کے حوالے سے نور العین میں منقول ہے کہ بعض فقہا نے مطلقاً فرمایا کہ اجماع کا مخالف کافر ہے۔

اور حق یہ ہے کہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر مسائل اجماعیہ کے ساتھ ہوتا ہے، جیسے نماز پنج گانہ کی فرضیت، اور کبھی ان مسائل کے ساتھ تواتر نہیں ہوتا ہے، پس تواتر کی مخالفت کے سبب اول کا منکر کافر ہوگا، نہ کہ اجماع کی مخالفت کے سبب: الخ۔

پھر سلطان سلیم بن بایزید خاں یلدرم کے عظیم علمائے اسلام میں سے مشہور فاضل حسام الدین چلپی کے رسالہ سے نور العین میں منقول ہے، جس کی عبارت یہ ہے:

جب آیت قرآنیہ یا حدیث متواتر قطعی الدلالت نہ ہو، یا حدیث متواتر نہ ہو، یا (آیت وخبر متواتر) قطعی الدلالت ہو، لیکن اس میں شبہہ ہو، یا اجماع تمام کا اجماع نہ ہو، یا تمام کا اجماع ہو، لیکن صحابہ کرام کا اجماع نہ ہو، یا صحابہ کرام کا اجماع ہو، لیکن تمام صحابہ کرام کا اجماع نہ ہو، یا تمام صحابہ کرام کا اجماع ہو، لیکن قطعی نہ ہو، بایں طور کہ تواتر کے طریقے پر ثابت نہ ہو، یا قطعی ہو، لیکن اجماع سکوتی ہو، پس ان تمام صورتوں میں انکار کفر نہیں ہوگا۔ یہ اس کے لیے ظاہر ہو جائے گا جو کتب اصول میں غور وفکر کرے، پس اس اصل کو محفوظ کر لو، کیوں کہ یہ تم کو اس کے فروع کے استخراج میں فائدہ دے گا، یہاں تک کہ تم اس کی صحت کو جان لوگے جو کہا جائے کہ اس جگہ کفر لازم آئے گا اور دوسری جگہ کفر لازم نہیں آئے گا۔

منقولہ بالا عبارت میں درج ذیل تین صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ان کا انکار کفر ہے۔

(1) آیت قرآنیہ وحدیث متواتر قطعی الدلالت بالمعنی الاخص ہو تو اس کا منکر کافر ہے۔

(2) جس امر دینی پر اجماع متصل ہو، اس کا منکر کافر ہے۔

(3) جس امر پر صحابہ کرام کا اجماع منصوص (اجماع قولی) ہو، اس کا منکر کافر ہے۔

پہلی اور دوسری صورت میں کفر کلامی کا حکم عائد ہوگا اور تیسری صورت میں کفر فقہی کا حکم نافذ ہوگا۔ حکم کفر نافذ ہونے کے شرائط ہیں جو مقام تفصیل میں بیان کیے جاتے ہیں۔

فصل پنجم

متکلمین کے یہاں اجماع مجرد کا حکم

جن امور پر اجماع متصل قائم ہو، متکلمین ان کے انکار پر حکم کفر نافذ فرماتے ہیں، اور ان کے علاوہ دیگر اجماعی امور کے انکار کو ضلالت وبدعت قرار دیتے ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع قطعی (غیر سکوتی) کے انکار کو فقہائے احناف کفر فقہی قرار دیتے ہیں۔ بعض فقہا اجماع مجتہدین غیر صحابہ کے انکار کو بھی کفر بتاتے ہیں، جس کا ذکر کتاب الشفا ورد المحتار کی عبارتوں میں گزر چکا۔

علامہ میر سید شریف جرجانی حنفی نے رقم فرمایا: (**(خرق الاجماع) مطلقًا (لیس بکفر) بل خرق الاجماع القطعی الذی صارمن ضروریات الدین**)

(شرح مواقف: ص727-مطبع: نول کشور لکھنو)

ترجمہ: اجماع کی مخالفت مطلقاً کفر نہیں ہے، بلکہ اس اجماع قطعی کی مخالفت کفر ہے جو ضروریات دین میں سے ہو۔

منقولہ بالا عبارت میں اجماع متصل کا ذکر ہے کہ جس امر دینی پر اجماع متصل قائم ہو، اس کا انکار متکلمین کے یہاں کفر ہے۔ ہر اجماع کا انکار کفر نہیں۔

علامہ میر سید شریف جرجانی حنفی نے کتاب کے آخری حصہ میں رقم فرمایا:

((ولا یکفر احد من اهل القبلة الابما فیه نفی الصانع القادر العالم- او شرک-او انکار النبوة او انکارما علم مجیئه علیه الصلٰوة والسلام

ضرورۃً-او انکار المجمع علیہ کاستحلال المحرمات)التی اجمع علٰی حرمتھا-فان کان ذلک المجمع علیہ مما علم ضرورۃً من الدین فذاک ظاھر داخل فیما تقدم ذکرہ-والا فان کان اجماعًا ظنیًّا فلا کفر بمخالتفہ -وان کان قطعیًّا ففیہ خلافٌ(واما ماعداہ فالقائل بہ مبتدع غیر کافر- وللفقھاء فی معاملتھم خلاف-ھو خارج عن فَنِّنَا))

(شرح مواقف:ص762-مطبع:نول کشور لکھنو)

ترجمہ:(اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی،مگر اس کے سبب جس میں اللہ تعالیٰ کی نفی ہو،یا شرک ہو،یا نبوت کا انکار ہو،یا اس امر دینی کا انکار ہو جس کا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لانا بداہۃً ثابت ہو،یا اجماعی امر کا انکار ہو جیسے محرمات کو حلال قرار دینا) کہ جن کی حرمت پر اجماع ہو،پس اگر وہ اجماعی امر اس سے جس کا دین سے ہونا بداہۃً معلوم ہو تو ظاہر ہے کہ یہ اس میں داخل ہے،جس کا ماقبل میں ذکر ہو چکا،ورنہ،پس اگر وہ اجماع ظنی ہو تو اس کی مخالفت کے سبب کفر نہیں اور اگر وہ اجماع قطعی ہو تو اس میں اختلاف ہے۔

(اور جو اس کے علاوہ ہو تو اس کا قائل بدعتی وغیر کافر ہے،اور فقہا کا ان کے معاملے میں اختلاف ہے اور وہ ہمارے فن سے خارج ہے)۔

(**وللفقھاء فی معاملتھم خلاف-ھو خارج عن فَنِّنَا**) کامفہوم یہ ہے کہ فقہائے کرام لزوم کفر کے وقت بھی حکم کفر دیتے ہیں اور وہ متکلمین کے طریق کار سے خارج ہے۔متکلمین صرف التزام کفر کے وقت تکفیر کرتے ہیں۔تکفیر فقہی وکلامی میں یہی فرق ہے۔

منقولہ بالاعبارت میں بتایا گیا کہ جس امر دینی پر اجماع متصل قائم ہے،اس کا انکار متکلمین کے یہاں کفر ہے۔اجماع متصل سے ثابت شدہ امور کے علاوہ دیگر اجماعی امور کا منکر متکلمین کے یہاں بدعتی ہے،اور ایسے اجماعی امور سے متعلق فقہا کے معاملات،یعنی فقہا کی تکفیر کا معاملہ علم کلام سے خارج ہے۔

جن امور پر اجماع قطعی یعنی اجماع صحابہ قائم ہو، ان کے بارے میں فقہا کا بھی اختلاف ہے، اور جن امور پر اجماع ظنی ہو، ان کا انکار جمہور فقہا کے یہاں کفر نہیں۔

منقولہ بالا عبارت میں اجماع قطعی سے اجماع صحابہ اور اجماع ظنی سے اجماع غیر صحابہ مراد ہے۔ مندرجہ ذیل عبارت میں بھی اجماع قطعی سے اجماع صحابہ اور اجماع ظنی سے اجماع غیر صحابہ مراد ہے۔

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے رقم فرمایا: (**واما کفر منکر الاجماع القطعی، ففیه خلاف–قال الشارح فی التلویح–"اما الحکم الشرعی المجمع علیه فان کان اجماعًا ظنیًا فلا یکفر جاحدُه اتفاقًا–وان کان قطعیًّا–فقیل یکفر–وقیل لایکفر**) (حاشیۃ السیالکوتی علی الخیالی: ص225)

ترجمہ: لیکن اجماع قطعی کے منکر کا کفر، پس اس میں اختلاف ہے۔ شارح (علامہ تفتازانی) نے تلویح میں فرمایا: لیکن اجماعی حکم شرعی، پس اگر اجماع ظنی ہو تو اس کا منکر بالاتفاق کافر نہیں اور اگر اجماع قطعی ہو تو ایک قول ہے کہ وہ کافر ہے اور ایک قول ہے کہ وہ کافر نہیں ہے۔

فصل ششم

اجماع مجرد کی حجیت ضروریات اہل سنت میں سے

اجماع مجرد کا دلیل شرعی ہونا، یعنی اس کی حجیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی نہیں، لہٰذا اس کی حجیت پر اجماع متصل قائم نہیں اور اس کا دلیل شرعی ہونا قطعی بالمعنی الاخص اور ضروریات دین سے نہیں۔ نظام معتزلی نے اجماع مجرد کی حجیت کا انکار کیا، وہ متکلمین کے یہاں کافر نہیں، بلکہ اس پر ضلالت و گمرہی کا حکم ہے۔

اجماع مجرد کی حجیت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع قطعی سے

ثابت ہے، پس اس کی حجیت قطعی بالمعنی الاعم اور ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔

علامہ بحر العلوم فرنگی محلی قدس سرہ العزیز نے اجماع کی بحث میں رقم فرمایا:

((انکار حکم الاجماع القطعی)وهو المنقول متواترا من غير استقرار خلاف سابق عليه(كفر عند اكثر الحنفية وطائفة)ممن عداهم، لانه انكار لما ثبت قطعا انه حكم اللّٰه تعالى(خلافا لطائفة)قالوا:حجيته وان كان قطعيا لكنها نظرية فدخل فى حيز الاشكال من حيز الظهور كالبسملة.

(ومن ههنا)اى من اجل ان انكار حكمه ليس كفرا(لم تكفر الروافض)مع كونهم منكرين لخلافة خليفة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وعلٰى آله واصحابه وسلم حقا،وقد انعقد عليه الاجماع من غير ارتياب)

(فواتح الرحموت: جلد دوم:ص294-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:(اجماع قطعی کے حکم کا انکار) یہ وہ اجماع ہے جو تواتر کے ساتھ منقول ہو، جس میں پہلے اختلاف نہ ہو۔(کفر ہے اکثر احناف اور ایک جماعت کے یہاں) جو غیر حنفی ہے، کیوں کہ یہ اس امر کا انکار ہے جو قطعی طور پر ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، (ایک جماعت کا اختلاف ہے) ان حضرات نے فرمایا: اجماع کی حجیت گرچہ قطعی ہے، لیکن وہ نظری ہے، پس وہ ظہور کے اعتبار سے مقام اعتراض میں داخل ہو گیا، جیسے بسم اللہ کا مسئلہ۔

(اور اسی وجہ سے) یعنی اس وجہ سے کہ اس اجماع قطعی کے حکم کا انکار کفر نہیں ہے (روافض کی تکفیر نہیں کی گئی) باوجودے کہ یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ برحق کی خلافت کے منکر ہیں، اور اس خلافت پر بلاشبہہ اجماع منعقد ہے۔

علامہ بحر العلوم قدس سرہ العزیز کی عبارت (**قالوا:حجيته وان كان قطعيا لكنها نظرية فدخل فى حيز الاشكال من حيز الظهور كالبسملة**) میں یہ بتایا گیا کہ اجماع مجرد کی حجیت گرچہ قطعی ہے، لیکن نظری ہے، یعنی دلائل شرعیہ سے اس کا اثبات

ہوا ہے۔اجماع مجرد کی حجیت بدیہی نہیں،یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کی حجیت اور اس کا دلیل شرعی ہونا تواتر کے ساتھ مروی نہیں۔

اجماع مجرد کا دلیل شرعی ہونا قطعی بالمعنی الاعم ہے۔اب جو مسئلہ اجماع مجرد سے ثابت ہو،وہ اصل کے اعتبار سے قطعی بالمعنی الاعم ہونا چاہئے ،یعنی اس کا دینی امر ہونا ایسا قطعی ہونا چاہئے کہ جس میں صرف احتمال بعید ہو،لیکن صرف صحابہ کرام کے اجماع منصوص سے ثابت حکم کو قطعی بالمعنی الاعم مانا جاتا ہے اور اجماع مجرد کی دیگر قسموں سے ثابت مسائل کو ظنی مانا جاتا ہے۔فقہائے کرام اپنی خاص اصطلاح کے مطابق تمام اجماعی امور کو قطعی کہتے ہیں۔

جو امر دینی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی ہو،اس کا امر دینی ہونا یعنی دین سے ہونا قطعی بالمعنی الاخص ہے،یعنی اس میں احتمال بعید بھی نہیں۔

امام محمد غزالی شافعی قدس سرہ العزیز (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) نے رقم فرمایا:

(واما الفقهية:فالقطعية منها وجوب الصلوات الخمس والزكاة والحج والصوم وتحريم الزنا والقتل والسرقة والشرب وكل ما علم قطعا من دين الله فالحق فيها واحد وهو المعلوم-والمخالف فيها آثم.

ثم ينظر:فان انكر ما علم ضرورةً من مقصود الشارع كانكار تحريم الخمر والسرقة ووجوب الصلٰوة والصوم فهو كافر-لان هذا الانكار لا يصدر الا عن مكذب بالشرع.

وان علم قطعًا بطريق النظر،لا بالضرورة ككون الاجماع حجة وكون القياس وخبر الواحد حجة-وكذلك الفقهيات المعلومة بالاجماع فهي قطعية فمنكرها ليس بكافر-لكنه آثم مخطئ)

(المستصفٰی: جلد دوم:ص 407-مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

ترجمہ:فقہی امور میں سے قطعی امور نماز پنج گانہ،زکات،حج،روزہ کی فرضیت اور زنا

قتل، چوری وشراب کی حرمت اور وہ تمام امور جن کے بارے میں قطعی طور پر معلوم ہے کہ وہ دین خداوندی سے ہیں تو ان میں ایک ہی حق ہے اور وہ معلوم ہوتا ہے اور ان کی مخالفت کرنے والا گنہ گار ہے۔

پھر دیکھا جائے گا کہ اگر اس کا انکار کیا جس کا مقصود شارع ہونا بداہۃً معلوم ہو، جیسے شراب اور چوری کی حرمت کا انکار اور نماز وروزہ کی فرضیت کا انکار تو وہ کافر ہے، کیوں کہ یہ انکار صرف شریعت کی تکذیب کرنے والے سے صادر ہوتا ہے۔

اور اگر وہ نظر واستدلال کے ذریعہ قطعی طور پر معلوم ہو، بدیہی طور پر معلوم نہ ہو، جیسے اجماع کا حجت ہونا اور قیاس اور خبر واحد کا حجت ہونا، اور اسی طرح جو فقہیات اجماع سے معلوم ہوں، وہ قطعی ہیں، پس ان کا منکر کافر نہیں، لیکن وہ گنہ گار وخطا کار ہے۔

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہو گیا کہ اجماع مجرد، خبر واحد اور قیاس کا حجت شرعی ہونا ضروریات دین سے نہیں ہے، بلکہ ضروریات اہل سنت سے ہے۔ قطعیات نظریہ ضروریات اہل سنت میں سے ہوتے ہیں اور ظنیات نظریہ ضروریات اہل سنت سے خارج ہوتے ہیں۔

علامہ بحر العلوم فرنگی محلی لکھنوی (۱۱۴۲ھ-۱۲۲۵ھ) نے رقم فرمایا:

((المصیب)من المجتهدین ای الباذلین جهدهم(فی العقلیات واحد -والا اجتمع النقیضان)لکون کل من القدم والحدوث مثلًا مطابقًا للواقع (وخلاف العنبری)المعتزلی فیه (بظاهره غیر معقول)بل بتاویل کما سیجئی ان شاء اللّٰه تعالٰی.

(وَالْمُخْطِئُ فِیْهَا)ای فی العقلیات(اِنْ کَانَ نَافِیًا لِمِلَّةِ الاسلام فکافرٌواٰثِمٌ علٰی اختلاف فی شرائطه کَمَا مَرَّ)من بلوغ الدعوة عند الاشعریة ومختار المصنف-وَمضیء مُدَّةِ التَّأمُّل والتمییز عند اکثر الماتریدیة(وَاِنْ لَمْ یکن)نافیًا لِمِلَّةِ الاسلام(کخَلْقِ القراٰن)ای القول به

ونفی الرویة والمیزان وامثال ذلک (فَاٰثِمٌ لَا کَافِرٌ) ....

(وَالشَّرعیات القطعیات کذلک)ای مثل العقلیات(فمنکر الضروریات)الدینیة(مِنْهَا کَالْاَرْکَانِ)الاربعة الَّتِیْ بُنِیَ الاسلامُ عَلَیْهَا–الصَّلٰوةِ والزَّکَاةِ وَالصَّوْمِ وَالْحَجِّ (وحجیة القراٰن ونَحْوِهِمَا کافرٌ اٰثِمٌ–وَمُنْکِرُ النَّظریات)منها(کحجیة الاجماع وخبرالواحد)وَعَدُّوْا مِنْهَا حجیةَ القیاس اَیْضًا(اٰثِمٌ فقط)غَیْرُ کَافِرٍ)

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت: جلددوم:ص377)

ترجمہ:عقلی اعتقادیات میں اجتہاد کرنے والوں یعنی اپنی قوت صرف کرنے والوں میں سے ایک صحت کو پانے والا ہوتا ہے، ورنہ نقیضین کا اجتماع ہوجائے گا، مثلاً قدم وحدوث میں سے ہر ایک کے واقع (نفس الامر) کے مطابق ہونے کے سبب، اوراس میں عبید اللہ عنبری معتزلی کا اختلاف بظاہر غیر معقول ہے، بلکہ وہ ایک تاویل کے سبب ہے، جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب آئے گا۔

اورعقلی اعتقادیات میں خطا کرنے والا اگر ملت اسلامیہ کا انکار کرنے والا ہے تو کافر وآثم ہے،اس کے شرائط میں اختلاف کے ساتھ، جیسا کہ گزرا،یعنی اشعریہ کے یہاں دین کی دعوت کا پہنچنا،اور(یہی) مصنف (علامہ محبّ اللہ بہاری) کا مسلک مختار ہے،اور مدت تأمل کا گزرنااور سن تمیز (سات سال کی عمر) کو پہنچنا اکثر ماتریدیہ کے یہاں (شرط ہے)

اوراگر ملت اسلامیہ کی نفی کرنے والا نہ ہو، جیسے قرآن کے مخلوق ہونے کا قول کرنا اوررویت الٰہی،میزان عمل اوران جیسے امور کا انکار کرنا تو وہ آثم ہے،کافر نہیں۔

شرعیات قطعیات اسی طرح ہیں ،یعنی عقلی قطعیات کی طرح ہیں ، پس قطعیات شرعیہ میں ضروریات دین کا انکار کرنے والا کافروآثم ہے، جیسے ارکان اربعہ جن پراسلام کی بنیاد ہے،نماز،زکات،روزہ وحج اورقرآن مقدس کے حجت ہونے اوران جیسے امور کا انکار

کرنے والا (کافر و آثم ہے)،اور شرعیات قطعیہ میں سے نظریات کا انکار کرنے والا صرف آثم ہے، کافر نہیں ، جیسے اجماع اور خبر واحد کے حجت ہونے کا انکار کرنے والا ،اور علما نے قیاس کی حجیت کو بھی اسی میں شمار کیا۔

قرآن عظیم اور حدیث متواتر کا حجت شرعی ہونا ضروریات دین سے ہے۔خبر واحد، اجماع مجرد اور قیاس کا حجت شرعی ہونا ضروریات اہل سنت سے ہے۔

دراصل خبر صادق کی دو قسمیں ہیں :خبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام وخبر متواتر۔قول رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سماع سے ثابت ہوتو وہ قطعی بالمعنی الاخص ہے،اسی لیے جس صحابی نے جس امر دینی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سماعت کیا، وہ امر دینی خاص ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں ضروریات دین میں سے ہے۔غائبین کو وہ امر دینی خبر متواتر سے موصول ہو،تب وہ ان کے حق میں ضروری دینی ہے۔

خبر متواتر سے موصول ہونے کی صورت یہ ہے کہ اس امر دینی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کے سامنے بیان فرمایا ہو،جن کی تعداد متواتر کی تعداد کے مساوی ہو، پھر ان صحابہ کرام نے اس قول نبوی کی متواتر روایت کی ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سماع اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر روایت دونوں کا حکم یکساں ہے ۔ یہ دونوں قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہیں۔ روایات غیر متواترہ میں راوی کے سبب شبہہ ہوتا ہے،لہٰذا وہ سماع عن الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام یا متواتر روایت کی طرح نہیں۔وہ قطعی الثبوت بالمعنی الاخص نہیں۔

مکمل قرآن مجید بطور تواتر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔قرآن مجید کو وحی متلو کہا جاتا ہے اور قرآن مجید کے علاوہ اقوال نبویہ کو وحی غیر متلو کہا جاتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو اقوال وافعال حضرات صحابہ کرام کو تواتر کے ساتھ موصول ہوئے ،ان امور کو صحابہ کرام مانتے رہے اور ان پر عمل کرتے رہے۔وہ

تمام امور ضروریات دین قرار پائے۔عہد صحابہ کے بعد بھی قرآن مجید کی متواتر روایت جاری رہی، یہاں تک کہ قرآن مجید کی سات متواتر قرأتوں کی بھی متواتر روایت جاری رہی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متواتر اقوال وافعال ضروریات دین قرار پائے ،پھر ان کی متواتر روایت جاری رہی ،ان امور دینیہ پر اجماع متصل قائم رہا،لیکن حدیث کی صورت میں ان تمام اقوال وافعال کی متواتر روایت نہیں ہوسکی ۔بعض کا ذکر خبر واحد میں ہے اور بعض کا ذکر خبر واحد میں بھی نہیں،لیکن وہ دینی امور ضروریات دین میں سے ہیں، کیوں کہ ان امور پر اجماع متصل قائم ہے کہ یہ امور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہیں ۔ممکن ہے کہ ان امور متواترہ کے اعتقاد اور ان پر عمل کے سبب حدیث کی صورت میں ان اقوال وافعال کی متواتر روایت نہ ہوسکی ہو۔اعتقاد وعمل کے سبب روایت سے بے نیازی ہوگئی ہو، جیسے نماز پنج گانہ،تعداد رکعات وغیرہ کی متواتر روایتیں موجود نہیں۔

بحر العلوم قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا کہ اجماع مجرد کی حجیت نظریات میں سے ہے، یعنی اجماع مجرد کا حجت شرعی ہونا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت نہیں، بلکہ اس کی حجیت پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

(وَمُنْكِرُ النَّظريات)منها(كحجية الاجماع وخبر الواحد)وَعَدُّوْا مِنْهَا حجيةَ القياس اَيْضًا(اِثْمٌ فقط)غَيْرُ كَافِرٍ–والمراد بالقطع المعنى الاخص – وهو مَا لَا يَحْتَمِلُ النَّقيض وَلَوْ اِحْتَمَالًا بعيدًا–وَلَوْغَيْرَ نَاشٍ عن الدليل)

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت: جلد دوم:ص 377-دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: شرعیات میں سے نظریات کا منکر صرف آثم (بدعتی) ہے ،کافر نہیں، مثلاً اجماع اور خبر واحد کی حجیت کا منکر اور اہل اسلام نے قیاس کی حجیت کو بھی نظریات میں شمار کیا ہے،اور ضروریات میں قطع سے قطع بالمعنی الاخص مراد ہے ۔یہ وہ ہے جو نقیض کا احتمال نہ رکھے،گرچہ احتمال بعید کے طور پر ہو،اور گرچہ احتمال بلا دلیل ہو۔

شرعی نظریات میں بعض قطعی ہوتے ہیں، یعنی قطعی بالمعنی الاعم، جیسے اجماع کی حجیت صحابہ کرام کے اجماع منصوص سے ثابت ہے تو یہ قطعی بالمعنی الاعم ہے، لیکن قطعی بالمعنی الاخص نہیں۔ صرف وہی امر دینی قطعی بالمعنی الاخص ہے جو حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی ہو۔ غیر متواتر امر ضروریات دین (قسم اول) سے نہیں۔

فصل ہفتم

اصل کے اعتبار سے اجماعی مسئلہ قطعی یا ظنی؟

قطعی بالمعنی الاخص دلیل سے جو ثابت ہو، وہ قطعی بالمعنی الاخص ہوگا اور قطعی بالمعنی الاعم دلیل سے جو ثابت ہو، وہ قطعی بالمعنی الاعم ہوگا۔ جب اجماع دلیل قطعی بالمعنی الاعم ہے تو جو امر دینی اجماع صحابہ سے ثابت ہو، وہ قطعی بالمعنی الاعم ہونا چاہئے اور جو امر دینی اجماع مجتہدین غیر صحابہ سے ثابت ہو، وہ بھی قطعی بالمعنی الاعم ہونا چاہئے، لیکن یہ محض اصل اور قانون کے اعتبار سے کلام ہے۔ بعض عرض عارض کے سبب صحابہ کرام کے اجماع منصوص کے علاوہ دیگر اجماع سے ثابت شدہ مسائل قطعی بالمعنی الاعم نہیں، بلکہ وہ ظنی ہیں۔

صحابہ کرام کے اجماع منصوص کے علاوہ دیگر اجماع سے ثابت شدہ مسائل کو بھی فقہا قطعی کہتے ہیں، لیکن وہاں قطعی سے قطعی بالمعنی الاعم مراد نہیں، بلکہ ظنی ملحق بالقطعی مراد ہے۔ یہ قطعی کی قسم سوم ہے۔ صرف فقہا اس کو قطعی کہتے ہیں اور متکلمین قسم سوم کو ظنی مانتے ہیں۔

اجماع غیر صحابہ کی تین قسموں کو فقہا بھی ظنی مانتے ہیں۔ مابعد میں تفصیل ہے۔

ملا احمد جیون جونپوری (۱۰۴۷ھ-۱۱۳۰ھ) نے اصل کے اعتبار سے اجماع کا حکم بیان کرتے ہوئے رقم فرمایا: ((وحكمه فى الاصل ان يثبت المراد به شرعًا علٰى سبيل اليقين)يعنى ان الاجماع فى الامور الشرعية فى الاصل يفيد اليقين والقطعية فيكفر جاحده-وان كان فى بعض المواضع بسبب العارض لا

یفید القطع کالاجماع السکوتی) (نورالانوار:ص221-طبع ہندی)

ترجمہ: (اجماع کا حکم اصل کے اعتبار سے یہ ہے کہ اس سے مطلوب، شرعی طور پر یقین کے ساتھ ثابت ہو) یعنی امور شرعیہ میں اجماع اصل کے اعتبار سے یقین اور قطعیت کا فائدہ دیتا ہے، پس اس کا منکر کافر ہوگا، اگر چہ بعض مقامات میں عارض کے سبب اجماع یقین کا فائدہ نہیں دیتا ہے، جیسے اجماع سکوتی۔

اصل وقانون کے اعتبار سے یہی ہونا چاہئے کہ ہر اجماع سے ثابت شدہ مسئلہ قطعی (قطعی بالمعنی الاعم) ہو، لیکن عرض عارض کے سبب ہر اجماعی مسئلہ قطعی (بالمعنی الاعم) نہیں ہوتا ہے، جیسے اجماع سکوتی میں عدم اتفاق کا احتمال ہے، اسی لیے اجماع سکوتی سے ثابت شدہ مسئلہ قطعی بالمعنی الاعم نہیں ہوتا۔ اس کا منکر فقہا کے یہاں بھی کافر نہیں۔

اجماع منصوص سے ثابت شدہ حکم قطعی بالمعنی الاعم

اجماع مجرد کی قسموں میں سے صرف حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع منصوص (اجماع قولی) سے ثابت شدہ مسئلہ قطعی بالمعنی الاعم ہوتا ہے۔ اجماع کی دیگر قسموں سے ثابت شدہ مسئلہ کسی عرض عارض کے سبب قطعی بالمعنی الاعم نہیں ہوتا ہے۔

ملا احمد جیون جونپوری نے اجماع کا حکم بیان کرتے ہوئے رقم فرمایا:

((ثم ھو علیٰ مراتب)ای فی نفسه مع قطع النظر عن نقله له مراتب فی القوة والضعف والیقین والظن(فالاقوی اجماع الصحابة نصا)مثل ان یقولوا جمیعا،اجمعنا علیٰ کذا(فانه مثل الأیة والخبر المتواتر)حتی یکفر جاحده ومنه الاجماع علی خلافة ابی بکر(ثم الذی نص البعض وسکت الباقون)من الصحابة وهو المسمی بالاجماع السکوتی،ولا یکفر جاحده وان کان من الادلة القطعیة) (نورالانوار:ص222-223:طبع ہندی)

ترجمہ: پھر اجماع کے چند درجات ہیں، یعنی اس کی نقل سے قطع نظر کرتے ہوئے فی نفسہ قوت وضعف اور یقین وظن کے اعتبار سے اجماع کے چند درجات ہیں، پس سب سے قوی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع منصوص ہے، مثلاً تمام صحابہ کرام کہیں کہ ہم نے اس پر اجماع کیا، پس اجماع منصوص آیت قرآنیہ اور خبر متواتر کی طرح ہے ، یہاں تک کہ اس کا منکر کافر ہوگا اور اسی میں سے خلافت صدیقی پر اجماع صحابہ ہے۔

اس کے بعد وہ اجماع ہے جس میں بعض صحابہ کہیں اور باقی صحابہ خاموش رہیں۔اس کا نام اجماع سکوتی ہے اور اس کا منکر کافر نہیں، گرچہ یہ قطعی دلائل میں سے ہے۔

صحابہ کرام کا اجماع سکوتی بھی دلیل قطعی ہے، لیکن عرض عارض کے سبب وہ قطعیت کا افادہ نہیں کرتا۔صرف حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع منصوص (غیر سکوتی) سے ثابت شدہ مسئلہ قطعی بالمعنی الاعم ہوتا ہے۔اس اجماعی مسئلہ کا منکر فقہائے احناف کے یہاں کافر ہے، لیکن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع سکوتی سے ثابت شدہ مسئلہ قطعی بالمعنی الاعم نہیں، بلکہ ظنی ہے۔

فقہائے کرام نے حضرات صحابہ کرام کے اجماع منصوص سے ثابت شدہ مسئلہ کے بارے میں کہا کہ جس طرح آیت قرآنیہ اور خبر متواتر کا انکار کفر ہے، اسی طرح اجماع منصوص سے ثابت شدہ مسئلہ کا انکار بھی کفر ہے۔اجماع منصوص سے ثابت شدہ مسئلہ کے انکار اور آیت قرآنیہ وحدیث متواتر کے انکار میں فرق یہ ہے کہ آیت قرآنیہ وحدیث متواتر کا انکار کفر کلامی ہے، اور اجماع منصوص سے ثابت شدہ مسئلہ کا انکار کفر فقہی ہے۔

دیگر اجماع سے ثابت شدہ مسئلہ ظنی کیوں؟

صحابہ کرام کے اجماع منصوص کے علاوہ اجماع کی دیگر قسموں سے ثابت شدہ مسئلہ بھی قطعی بالمعنی الاعم ہونا چاہئے، لیکن عرض عارض کے سبب وہ قطعی بالمعنی الاعم نہیں ہوتا ہے۔

متقدمین احناف کے یہاں اجماع منصوص کا منکر بھی کافر نہیں۔اس کی وضاحت (لا یکفر بعروض عارض) سے کی گئی ہے۔چوں کہ اجماع کی حجیت ہی نظری ہے، پس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع منصوص بھی قطعی بالمعنی الاخص نہیں ، بلکہ قطعی بالمعنی الاعم ہے،اور متقدمین احناف قطعی بالمعنی الاعم کے انکار پرحکم کفر نافذ نہیں کرتے تھے۔

علامہ بحرالعلوم فرنگی محلی نے رقم فرمایا:(ان مقصوده قدس سره ان الاجماع مطلقا فى القطعية كالأية والخبر المتواتر–واصله ان يكفر جاحده–لانه انكار لحكم مقطوع–الا انه لا يكفر لعروض عارض–واشار اليه بتقييده بقوله:فى الاصل–ولذا لم يكفر الروافض والخوارج.

ثم بين مراتب الاجماع:

فالاعلٰى فى القطعية اجماع الصحابة المقطوع اتفاقهم بتنصيص الكل بالحكم–او بدلالة توجب انهم اتفقوا قطعا–وهذا ظاهر.

ثم اجماع من بعدهم–وجه الفرق ان الصحابة كانوا معلومين باعيانهم فتعلم اقوالهم بالبحث والتفتيش–فاذا اخبر جماعة عدد التواتر حصل العلم باتفاقهم قطعا–واما من بعدهم فتكثروا ووقع فيهم نوع من الانتشار–فوقع شبهة فى اتفاقهم واحتمل ان يكون هناک مجتهد لم يطلع على قوله الناقلون–لكن لما كان هذا الاحتمال بعيدا لعدم وقوع الانتشار كذلک مع كون الناقلين جماعة تكفى للعلم صار بمنزلة الخبر المشهور الذى فيه احتمال بعيد–وصار ادون درجة من اجماع الصحابة.

ثم الاجماع الذى وقع بعد تقرر الخلاف السابق،حجيته ظنية لاحتمال حياة القول السابق بالدليل.

وكذا الاجماع المنقول آحادا للاحتمال فى ثبوته.

وکذا الاجماع الذی وقع عن سکوت-ولا قرینة تدل قطعا علی ان السکوت للرضا لاحتمال عدم الموافقة-فصارت هذہ للاحتمالات الثلاثة حجة ظنیة-کخبر الواحد الصحیح)

(فواتح الرحموت: جلد دوم:ص296-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: امام فخر الاسلام قدس سرہ العزیز کا مقصود یہ ہے کہ اجماع قطعیت میں مطلقاً آیت قرآنیہ اور خبر متواتر کی طرح ہے، اور اصل کے اعتبار سے اس کا منکر کافر ہوتا، کیوں کہ یہ یقینی حکم کا انکار ہے، مگر کسی عرض عارض کے سبب کافر نہیں ہوگا، اور امام فخر الاسلام بزدوی نے اپنے قول کو (فی الاصل) سے مقید کر کے اسی طرف اشارہ کیا، اور اسی سبب سے روافض وخوارج کی تکفیر نہیں کی گئی، پھر امام فخر الاسلام بزدوی نے اجماع کے درجات کو بیان فرمایا ،پس قطعیت میں بلند رتبہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا وہ اجماع ہے جس پر ان کا اتفاق یقینی ہو، تمام صحابہ کرام کے حکم کی صراحت کرنے کے سبب، یا کسی ایسی دلالت کے سبب جو ثابت کرے کہ صحابہ کرام یقینی طور پر متفق ہیں، اور یہ ظاہر ہے۔

پھر صحابہ کرام کے بعد والوں کا اجماع ہے۔ وجہ فرق یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مشہور اشخاص تھے، پس بحث وتفتیش سے ان کے اقوال معلوم ہو جائیں گے تو جب متواتر کی تعداد والی کوئی جماعت خبر دے تو صحابہ کرام کے اتفاق کا یقینی علم ہو جائے گا۔

لیکن صحابہ کرام کے بعد والے کثیر ہو گئے، اور ان میں ایک قسم کا انتشار واقع ہو گیا، پس ان کے اتفاق میں ایک قسم کا شبہہ واقع ہو گیا اور یہ احتمال ہو گیا کہ وہاں کوئی مجتہد ہو کہ ناقلین ان کے قول پر مطلع نہ ہوئے ہوں، لیکن جب یہ بعید احتمال ہے، ان کے ایسا منتشر نہ ہونے کے سبب، ساتھ ہی ناقلین ایسی جماعت ہو جو یقین کے لیے کافی ہو تو یہ خبر مشہور کی منزل میں ہوگا جس میں احتمال بعید ہوتا ہے، اور یہ اجماع صحابہ سے کم رتبہ ہوگا۔

پھر وہ اجماع ہے جو ماقبل کے اختلاف کے قائم ہونے کے بعد وجود پذیر ہو، اس کی

حجیت ظنی ہے،قول سابق (کے کسی قائل) کے دلیل پر باحیات ہونے کے احتمال کے سبب (کہ وہ اجماع میں شریک نہ ہو،اور اپنی دلیل پر قائم رہے)

اوراسی طرح وہ اجماع (ظنی) ہے جو بطریق آحاد منقول ہو،اس کے ثبوت میں احتمال کے سبب۔

اوراسی طرح وہ اجماع (ظنی) ہے جو سکوت کے سبب واقع ہو،اور کوئی قرینہ نہ ہو جو قطعی طور پر دلالت کرے کہ سکوت رضا کے سبب ہے،عدم موافقت کے احتمال کے سبب۔

پس یہ تینوں اجماع احتمالات ثلاثہ کے سبب ظنی ہیں،جیسے کہ خبر واحد (ظنی ہے)

منقولہ بالاعبارت میں بتایا گیا کہ اجماع مجرد کا حجت شرعی ہونا نظری ہے۔اس کی حجیت ضروریات دین میں سے نہیں،اسی لیےاس کے انکار کے سبب روافض وخوارج کی تکفیر نہیں کی گئی۔منقولہ عبارت میں اجماع مجرد کی پانچ قسموں کا باہمی فرق بیان کیا گیا ہے۔

مذکورہ اقسام خمسہ کا خلاصہ اورتشریح مندرجہ ذیل ہے۔

(1)اجماع متصل میں اور اجماع مجرد میں فرق یہ ہے کہ جس امر دینی پر اجماع متصل ہے، وہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی ہوتا ہے۔اجماع مجرد سے ثابت شدہ مسئلہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر نہیں ہوتا ہے۔اجماع مجرد میں قطعیت کے اعتبار سے سب سے بلند صحابہ کرام کا اجماع منصوص ہے۔

(2)مجتہدین صحابہ کے اجماع اور مجتہدین غیر صحابہ کے اجماع میں فرق یہ ہے کہ مجتہدین صحابہ کی تعداد محدود تھی اور تمام مجتہدین صحابہ متعارف ومشہور تھے۔تلاش وجستجو کے بعد ان کے اقوال کو دریافت کیا جا سکتا ہے،پس جب بطور تواتر ان کے کسی مسئلہ پر اتفاق کی خبر موصول ہو تو ان کے اجماع واتفاق کا قطعی علم حاصل ہو جائے گا۔

عہد صحابہ کے بعد مجتہدین کی کثرت ہوگئی اور وہ مختلف علاقوں میں منتشر ہو گئے تو ان کے اتفاق میں یہ احتمال پیدا ہو گیا کہ ممکن ہے کہ اس عہد میں کوئی مجتہد ہوں،اوران کے قول

پر ناقلین مطلع نہ ہو سکے ہوں ۔چوں کہ یہ احتمال ضعیف تھا ،اس لیے مجتہدین غیر صحابہ کا اجماع خبر مشہور کی طرح ہوگیا۔یہ اجماع طمانیت کا افادہ کرتا ہے۔یقین کا افادہ نہیں کرتا۔

(3)اس کے بعداس امر پر اجماع ہے جس میں پہلے اختلاف واقع ہو چکا ہو۔اس کی حجیت ظنی ہے، کیوں کہ ممکن ہے کہ قول سابق کا کوئی قائل اپنی دلیل پر قائم ہو،اوراجماع میں شریک نہ ہو، پس اس کی مخالفت کے سبب حقیقت میں اجماع ہی قائم نہ ہوسکا ہو۔

(4)اس کے بعد وہ اجماع ہے جو خبر واحد کے طور پر منقول ہو، کیوں کہ اس کے ثبوت ہی میں احتمال ہے۔خبر واحد سے منقول ہونے کے سبب اس کا ثبوت یقینی نہیں ہوسکا۔

(5)اسی طرح اجماع سکوتی بھی ظنی ہے، جب کوئی قرینہ قطعی طور پر دلالت نہ کرے کہ سکوت رضا کے سبب تھا، پس اخیر کے تینوں اجماع احتمال کے سبب ظنی ہیں۔

اجماع سکوتی کی تین صورتیں

(1)اصورت اول: جماع سکوتی کی ایک صورت یہ ہے کہ اجماع سکوتی خبر واحد کی طرح ظنی ہے،جس کا ذکر فواتح الرحموت کی منقولہ بالاعبارت میں ہے۔

(2)صورت دوم: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع سکوتی دلیل قطعی ہے،لیکن اس کے منکر کی تکفیر نہیں ہوگی، کیوں کہ احتمال ہے کہ سکوت رضا کے سبب نہ ہو۔ایسی صورت میں وہ قطعیت کا افادہ نہیں کرے گا۔

ملا احمد جیون جونپوری قدس سرہ العزیز نے اجماع کا حکم بیان کرتے ہوئے رقم فرمایا:

((ثـم هـو علٰى مراتب)اى فى نفسه مع قطع النظر عن نقله له مراتب فـى الـقوة والضعف واليقين والظن(فالاقوى اجماع الصحابة نصا)مثل ان يـقـولوا جميعا،اجمعنا علٰى كذا(فانه مثل الأية والخبر المتواتر)حتى يكفر جـاحـده ومـنـه الاجماع علٰى خلافة ابى بكر(ثم الذى نص البعض وسكت

الباقون)من الصحابة وهو المسمى بالاجماع السكوتي،ولا يكفر جاحده وان كان من الادلة القطعية) (نورالانوار:ص222-223:طبع ہندی)

ترجمہ: پھراجماع کے چند درجات ہیں،یعنی اس کی نقل سے قطع نظر کرتے ہوئے فی نفسہ قوت وضعف اور یقین وظن کے اعتبار سے اجماع کے چند درجات ہیں، پس سب سے قوی حضرات صحابہ کرام کا اجماع منصوص ہے،مثلاً تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہیں کہ ہم نے اس پر اجماع کیا، پس اجماع منصوص آیت قرآنیہ اور خبر متواتر کی طرح ہے ، یہاں تک کہ اس کا منکر کافر ہوگا اور اسی میں سے خلافت صدیقی پر اجماع صحابہ ہے۔

اس کے بعد وہ اجماع ہے جس میں بعض صحابہ کہیں اور باقی صحابہ خاموش رہیں۔اس کا نام اجماع سکوتی ہے،اور اس کا منکر کافر نہیں،گرچہ یہ قطعی دلائل میں سے ہے۔

صحابہ کرام کا اجماع سکوتی بھی دلیل قطعی ہے،لیکن عرض عارض کے سبب وہ قطعیت کا افادہ نہیں کرتا۔صرف حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع منصوص (غیر سکوتی) سے ثابت شدہ مسئلہ قطعی بالمعنی الاعم ہوتا ہے۔اس اجماعی مسئلہ کا منکر فقہائے احناف کے یہاں کافر ہے،لیکن حضرات صحابہ کرام کے اجماع سکوتی سے ثابت شدہ مسئلہ قطعی بالمعنی الاعم نہیں، بلکہ ظنی ہوتا ہے۔

ملا احمد جیون جونپوری (۱۰۴۷ھ-۱۱۳۰ھ) نے اصل کے اعتبار سے اجماع کا حکم بیان کرتے ہوئے رقم فرمایا:((**وحكمه في الاصل ان يثبت المراد به شرعا على سبيل اليقين)يعني ان الاجماع في الامور الشرعية في الاصل يفيد اليقين والقطعية فيكفر جاحده-وان كان في بعض المواضع بسبب العارض لا يفيد القطع كالاجماع السكوتي**) (نورالانوار:ص221-طبع ہندی)

ترجمہ:(اجماع کا حکم اصل کے اعتبار سے یہ ہے کہ اس سے مطلوب،شرعی طور پر یقین کے ساتھ ثابت ہو)یعنی امور شرعیہ میں اجماع اصل کے اعتبار سے یقین اور قطعیت

کا فائدہ دیتا ہے، پس اس کا منکر کافر ہوگا، اگر چہ بعض مقامات میں عارض کے سبب اجماع یقین کا فائدہ نہیں دیتا ہے، جیسے اجماع سکوتی۔

اصل وقانون کے اعتبار سے یہی ہونا چاہئے کہ ہر اجماع سے ثابت شدہ مسئلہ قطعی (قطعی بالمعنی الاعم) ہو، لیکن عرض عارض کے سبب ہر اجماعی مسئلہ قطعی (بالمعنی الاعم) نہیں ہوتا ہے، جیسے اجماع سکوتی میں عدم اتفاق کا احتمال ہے، اسی لیے اجماع سکوتی سے ثابت شدہ مسئلہ قطعی بالمعنی الاعم نہیں۔ اس کا منکر فقہا کے یہاں بھی کافر نہیں۔

(3) صورت سوم: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع سکوتی اجماع منصوص کی طرح قطعی ہے، جب کہ قطعی طور پر معلوم ہو کہ سکوت اتفاق کے سبب تھا۔

علامہ بحر العلوم فرنگی محلی نے اجماع سکوتی سے متعلق رقم فرمایا: (**الاجماع الذی وقع عن سکوت ولا قرینة تدل قطعا علی ان السکوت للرضا لاحتمال عدم الموافقة**) (فواتح الرحموت: جلد دوم: ص296- دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: جو اجماع سکوت کے سبب سے واقع ہو، اور کوئی قرینہ قطعی طور پر دلالت نہ کرے کہ سکوت رضا کے سبب ہے، عدم موافقت کے احتمال کے سبب۔

اجماع سکوتی یہ ہے کہ کوئی قرینہ اس پر دلالت نہ کرے کہ سکوت رضا کے سبب ہے۔ اس صورت میں عدم موافقت کا احتمال ہے۔ جب صحابہ کرام کے اجماع سکوتی میں کوئی قرینہ اتفاق کو بتائے تو یہ اجماع منصوص کی منزل میں ہے۔

علامہ بحر العلوم فرنگی محلی نے رقم فرمایا: (**ولعل مراد صاحب "التحریر" تسویة السکوتی الذی علم بقرائن الحال ان سکوت من سکت لاجل الموافقة علما قطعیا مع القولی- والسکوت علیٰ قتال مانعی الزکات من هذا القبیل**)

(فواتح الرحموت: جلد دوم: ص295- دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: شاید صاحب تحریر الاصول کی مراد اس اجماع سکوتی کو اجماع قولی کے مساوی

قرار دینا ہے، جس کے بارے میں قرائن حالیہ سے علم قطعی حاصل ہو چکا ہو کہ خاموش رہنے والوں کی خموشی موافقت کے سبب ہے اور مانعین زکات سے جہاد پر سکوت اسی قبیل سے ہے۔

جب قرینہ حالیہ سے قطعی علم حاصل ہو جائے کہ اصحاب اجماع کا سکوت موافقت کے سبب ہے تو ایسا اجماع سکوتی اجماع منصوص کی طرح قطعی ہے۔

فصل ہشتم

اجماع منصوص کی ظنی روایت کا حکم

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع منصوص کے انکار پر فقہا کے یہاں حکم کفر اس وقت ہے جب وہ تواتر کے ساتھ مروی ہو، ورنہ حکم کفر نہیں۔

ملا احمد جیون جونپوری نے رقم فرمایا: **(ثم بین المصنف رحمه اللّٰه انه لا بد لنقل الاجماع ایضًا من الاجماع فقال(واذا انتقل الینا اجماع السلف باجماع کل عصر علٰی نقله کان کنقل الحدیث المتواتر)فیکون موجبًا للعلم والعمل قطعًا کاجماعهم علٰی کون القرآن کتاب اللّٰه تعالٰی وفرضیة الصلٰوة وغیرها(واذا انتقل الینا بالافراد کان کنقل السنة بالاٰحاد) فانه یوجب العمل دون العلم مثل خبر الاٰحاد)** (نورالانوار: ص222: طبع ہندی)

ترجمہ: پھر مصنف علیہ الرحمۃ والرضوان نے بیان فرمایا کہ نقل اجماع کے لیے بھی اجماع ضروری ہے، پس فرمایا: جب اسلاف کرام کا اجماع اس کی نقل پر ہر زمانے کے اجماع کے ساتھ منقول ہو تو وہ حدیث متواتر کی نقل کی طرح ہوگا، پس وہ یقین وعمل کو یقینی طور پر ثابت کرے گا جیسے مومنین کا اجماع قرآن مجید کے کتاب اللہ ہونے اور نماز وغیرہ کی فرضیت پر، اور جب ہم تک چند افراد کے ذریعہ منقول ہو تو یہ حدیث کے اخبار آحاد کے ذریعہ نقل کی طرح ہوگا، پس وہ خبر واحد کی طرح عمل کو ثابت کرے گا، نہ کہ یقین کو۔

حضرات صحابہ کرام کے اجماع منصوص سے ثابت شدہ مسئلہ اپنی اصلیت کے اعتبار سے قطعی بالمعنی الاعم ہے،لیکن اگر وہ ہم تک خبر واحد کے طور پر منقول ہوکر آئے تو وہ اب قطعی بالمعنی الاعم نہیں ہوگا۔اگر خبر متواتر کے طور پر نقل ہوکر ہم تک پہنچے تو قطعی بالمعنی الاعم ہے،اور ضروریات اہل سنت میں سے ہے، جیسے خلافت صدیقی پر صحابہ کرام کا اجماع منصوص ہے اور پھراس کی متواتر روایت ہے، پس یہ امر ضروریات اہل سنت میں شمار ہوتا ہے۔

بحر العلوم فرنگی محلی (۱۱۴۲ھ-۱۲۲۵ھ) نے عبارت مذکورہ کی شرح میں رقم فرمایا:

((انکار حکم الاجماع القطعی)وھو المنقول متواترًا من غیر استقرار خلاف سابق علیه(کفر عند اکثر الحنفیة وطائفة)ممن عداھم، لانه انکار لما ثبت قطعًا انه حکم اللّٰه تعالی(خلافا لطائفة)قالوا:حجیته وان کان قطعیا لکنها نظریة فدخل فی حیز الاشکال من حیز الظھور کالبسملة.

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت: جلد دوم:ص294-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:(اجماع قطعی کے حکم کا انکار)اور وہ اجماع تواتر کے ساتھ منقول ہو،اس میں پہلے اختلاف نہ ہو۔(کفر ہے اکثر احناف اور ایک جماعت کے یہاں)جو غیر حنفی ہے، کیوں کہ یہ اس امر کا انکار ہے جو قطعی طور پر ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے،(ایک جماعت کا اختلاف ہے)ان حضرات نے فرمایا:اجماع کی حجیت گرچہ قطعی ہے،لیکن وہ نظری ہے، پس وہ ظہور کے اعتبار سے مقام اعتراض میں داخل ہو گیا، جیسے بسم اللہ کا مسئلہ۔

امام حسام الدین اخسیکثی نے رقم فرمایا:**(واذا انتقل الینا اجماعُ السلف باجماع علماء کل عصرٍ علٰی نقله،کان فی معنی نقل الحدیث المتواتر-واذا انتقل الینابالافراد-کان کنقل السنة بالْاٰحاد-وھویقین باصله-لکنه لما انتقل الینا بالاٰحاد-اوجب العمل دون العلم)**(مختصر الحسامی:ص96)

ترجمہ:جب اسلاف کرام کا اجماع ہر زمانے میں اس کی نقل پر علما کے اجماع کے

ساتھ ہم تک منقول ہو تو وہ حدیث متواتر کی نقل کے معنی میں ہوگا اور جب ہم تک چند افراد کے ذریعہ منقول ہو تو وہ حدیث کے اخبار آحاد کے ذریعہ نقل کی طرح ہوگا۔ وہ اپنی اصل کے اعتبار سے یقینی ہے، لیکن جب وہ ہم تک چند افراد کے ذریعہ منقول ہوا تو وہ عمل کو ثابت کرے گا، نہ کہ یقین کو۔

اجماعی مسئلہ خبر واحد کے طور پر منقول ہو تو گرچہ وہ اپنی اصل کے اعتبار سے یقینی ہو، لیکن نقل آحادی کے سبب اس میں پایا جانے والا یقین معدوم ہو گیا اور خبر واحد سے نقل ہونے کے سبب وہ غیر یقینی ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ خبر واحد کے طور پر منقول ہوں تو نقل آحادی کے سبب وہاں بھی یقین مفقود ہو جاتا ہے، حالاں کہ حدیث نبوی سے ثابت ہونے والا امر دینی اپنی اصل کے اعتبار سے قطعی بالمعنی الاخص ہے، یعنی جو دینی امر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے امت کو ملے، اس کا امر دینی ہونا قطعی بالمعنی بالمعنی الاخص ہے، لیکن نقل آحادی کے سبب قطع ویقین مفقود ہو جاتا ہے۔ احتمال کے سبب اس میں قطعیت نہیں پائی جاتی ہے۔ اب وہ امر دینی ظنی ہو جاتا ہے۔

فصل نہم

اجماع مجتہدین میں اہل بدعت کا اختلاف معتبر نہیں

امام اخسیکثی نے رقم فرمایا:(**ان اجماع علماء کل عصر من اهل العدالة والاجتهاد حُجَّةٌ–ولا عبرة بقلة العلماء وکثرتهم–ولا بالثبات علٰی ذٰلک حتّٰی یموتوا–ولا بمخالفة اهل الهوٰی فیما نُسِبُوْا به الَی الهواء–ولا بمخالفة من لا رَایَ لَهٗ فی الباب**) (مختصر الحسامی: ص95)

ترجمہ: ہر زمانے کے عادل و مجتہد علما کا اجماع حجت ہے، اور علما کی قلت وکثرت کا اعتبار نہیں، اور نہ ہی موت تک اس اجماع پر ثابت قدم رہنے کا اعتبار ہے، اور نہ ہی اس امر

میں اہل بدعت کی مخالفت کا اعتبار ہے جس امر میں وہ بدعت کی طرف منسوب کیا گیا ہو،اور نہ ہی اس کی مخالفت کا اعتبار ہے جو اس باب میں قابل رائے نہ ہو۔

اجماع مجتہدین کے انعقاد میں کسی اہل بدعت کا اختلاف معتبر نہیں۔اسی طرح غیر مجتہد کے اختلاف کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ایسے لوگوں کے اختلاف کے باوجود اجماع منعقد ہو جائے گا۔اجماع منعقد ہو جانے کے بعد اجماع میں شامل مجتہدین میں سے کسی نے اختلاف کیا تو یہ اختلاف معتبر نہیں اور اس مجتہد کو اختلاف کرنا جائز نہیں،کیوں کہ اجماع منعقد ہو چکا۔

اہل بدعت اور اہل فسق کے اختلاف کا اعتبار نہیں

امام نسفی نے متن ''منار'' میں رقم فرمایا:(اهل الاجماع من كان مجتهدًا صالحًا-ليس فيه هَوٰى وَلَا فِسْق)(نورالانوار:ص219-طبع ہندی)

ترجمہ:اہل اجماع وہ ہیں جو مجتہد و صالح ہوں،جن میں بدعت وفسق نہ ہو۔

اجماع مجتہدین میں کسی اہل بدعت یا اہل فسق کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں۔

اہل تعصب اور غیر محتاطین کے اختلاف کا اعتبار نہیں

صدرالشریعہ بخاری نے رقم فرمایا:((واما الثانی ففی اهلية من ينعقد به الاجماع-وهى لكل مجتهد ليس فيه فسق ولا بدعة-فان الفسق فيه يورث التهمة ويسقط العدالة-وصاحب البدعة يدعوا الناس اليها-وليس هو من الامة على الاطلاق-وسقطت العدالة بالتعصب او السفه-وكذا المجون)

اعلم ان البدعة لاتخلو من احد الامرين-اما تعصب واما سفه-لانه ان كان وافر العقل عالمًا بقبح مايعتقده ومع ذلک يعاند الحق ويكابره فهو المتعصب-وان لم يكن وافر العقل،كان سفيهًا-اذ السفه خفة واضطراب يحمله علىٰ فِعْلٍ مخالف للعقل لقلة التأمل-واما المجون فهو

عدم المبالاۃ–فالمفتی الماجن ھو الذی یعلم الناس الحیل)

(التوضیح مع التلویح: جلد دوم:ص99-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:امر ثانی،پس ان کی اہلیت کے بیان میں جن سے اجماع منعقد ہوتا ہے،اور یہ اہلیت ہر مجتہد کو حاصل ہے جس میں فسق وبدعت ہو،کیوں کہ فسق تہمت کا سبب بنتا ہے اور عدالت کو ساقط کر دیتا ہے اور اہل بدعت لوگوں کو اس بدعت کی طرف بلاتا ہے،اور وہ علی الاطلاق امت میں سے نہیں ہے،اور عدالت تعصب وحماقت اور لاپرواہی کے سبب ساقط ہوجاتی ہے۔

جان لو کہ بدعت دوامر میں سے ایک سے خالی نہیں،یا تعصب یا حماقت،کیوں کہ اگر وہ کثیر العقل ہو،اپنے اعتقاد کی قباحت کو جاننے والا ہو،اور اس کے باوجود وہ حق کا معاند ومکابر ہو تو وہ متعصب ہے،اور اگر کثیر العقل نہ ہو تو بے وقوف ہوگا،کیوں کہ حماقت (عقلی طور پر) ہلکا پن اور اضطراب ہے جو قلت تامل کے سبب اس کو خلاف عقل فعل پر آمادہ کرتی ہے،اور مجون لاپرواہی ہے،پس مفتی ماجن وہ ہے جو لوگوں کو حیلے سکھاتا ہے۔

اجماع مجتہدین میں اہل تعصب،غیر محتاط،مفتی ماجن وغیرہ کا اعتبار نہیں۔اہل بدعت کا شمار امت اجابت میں نہیں ہوتا۔وہ امت دعوت میں سے ہے۔

فصل دہم

اجماع مجرد کا وقوع کب ہوا؟

عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اجماع مجرد کا وجود نہیں ہوسکا،اور عہد رسالت کے بعد اجماع متصل نہیں ہوسکتا۔یہ ممکن ہے کہ کسی صحابی کو عہد رسالت میں کسی امر دینی پر اجماع متصل کی خبر نہ ہو،لیکن وہ تمام دینی امور کی اجمالی تصدیق کے سبب اس اجماع میں شامل وداخل ہوں گے،پھر جب ان کو تفصیلی علم ہوجائے تو ان کو اس اجماعی امر دینی کو

قبول کرنا ہوگا۔لاعلمی کے سبب معذور ہوں گے۔عہد نبوی میں اجماع مجرد کی صورت نہیں۔

عہد نبوی میں کسی خلیفۃ المسلمین کے انتخاب کے لیے ارباب حل وعقد کا اجماع نہیں ہوسکتا، کیوں کہ عہد مسعود میں مومنین کے انتظامی امور بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست اقدس میں تھے، پس عہد نبوی میں ارباب حل وعقد کا اجماع نہیں ہوسکتا۔

عہد نبوی میں اجماع مجتہدین کی بھی صورت نہیں۔عہد نبوی میں اجتہاد کی اجازت تھی،لیکن عہد نبوی میں اجماع مجتہدین کے وجود کی کوئی صورت نہیں۔

اجماع مجتہدین یہ ہے کہ ایک زمانے کے تمام مجتہدین کسی حکم شرعی پر متفق ہوجائیں، اور کائنات عالم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عظیم مجتہد کون سکتے ہیں اور جب اس اجماع میں خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام شریک ہوں تو وہ حکم شرعی قول نبوی سے ثابت ہوگا، نہ کہ اجماع امت سے ثابت ہوگا۔اگر دیگر تمام مجتہدین نے ہی اجتہاد کیا ہو، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تصویب فرمادی ہو تو یہ حکم بھی قول نبوی سے ثابت ہوا ، نہ کہ اجماع مجتہدین سے۔مجتہدین کا اجماع عہد نبوی کے بعد ہوتا ہے۔

صدرالشریعہ بخاری نے رقم فرمایا:(**وعلم المسائل الاجماعية يشترط الا في زمن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لعدم الاجماع في زمنه**)

(التوضیح مع التلویح: جلداول:ص31-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:(مجتہد کے لیے) مسائل اجماعیہ کا علم شرط ہے،مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مسعود میں (شرط نہیں)،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمان مبارک میں اجماع کے معدوم ہونے کے سبب۔

مجتہد کے لیے باب عملیات کے اجماعی مسائل کو جاننا شرط ہے،لیکن عہد نبوی کے مجتہدین کے لیے یہ شرط نہیں، کیوں کہ عہد نبوی میں اجماع مجرد کا وجود نہیں۔

حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد کسی عہد

میں کسی امر شرعی پر امت محمدیہ کے مجتہدین کے اتفاق کا نام اجماع ہے۔

امام بدرالدین زرکشی شافعی (۷۴۵ھ-۷۹۴ھ) نے اجماع کی بحث میں رقم فرمایا:

(اما فی الاصطلاح فهو اتفاق مجتهدی امة محمد صلی اللّٰه علیه وسلم بعد وفاته صلی اللّٰه علیه وسلم فی حادثة علٰی امر من الامور فی عصر من الاعصار) (البحر المحیط: جلد چہارم:ص436)

ترجمہ: لیکن اصطلاح میں پس اجماع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی زمانے میں کسی نو پیدا امر پر امت محمدیہ کے مجتہدین کا اتفاق ہے۔

امام زرکشی نے رقم فرمایا: **(وقولنا: بعد وفاته صلی اللّٰه علیه وسلم-قَیْدٌ لابد منه علٰی رایهم، فان الاجماع لاینعقد فی زمانه علیه السلام)**

(البحر المحیط جلد چہارم:ص436)

ترجمہ: ہمارا قول (بعد وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم) علما کی رائے کے مطابق ایک لازمی قید ہے، کیوں کہ اجماع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں منعقد نہیں ہوتا۔

عہد نبوی میں اجماع مجرد کا انعقاد نہیں ہوا۔ بعض علما نے عہد نبوی میں اجماع مجرد یعنی اجماع مجتہدین کے امکان عقلی کا قول کیا ہے، لیکن اس کا وجود نہیں ہوسکا۔

اجماع میں اتفاق سے کیا مراد ہے؟

علامہ تفتازانی شافعی نے اجماع شرعی کی تعریف میں رقم فرمایا: **(وفی الاصطلاح: اتفاق المجتهدین من امة محمد علیه الصلوٰة والسلام فی عصر علی حکم شرعی: والمراد بالاتفاق الاشتراک فی الاعتقاد او القول او الفعل)**

(التلویح مع التوضیح: جلد دوم ص:89-دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: اصطلاح میں (اجماع) کسی حکم شرعی پر کسی زمانے میں امت محمدیہ کے

مجتہدین کا اتفاق ہے، اور اتفاق سے اعتقاد یا قول یا فعل میں اشتراک مراد ہے۔

اجماع میں اتفاق سے اعتقاد یا قول یا فعل میں اشتراک واتفاق مراد ہے۔

قول جمہور کو اجماع کہنا

کبھی اجماع میں ایک دو فرد کے عدم اتفاق کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے، لیکن ایک، دو مجتہد کے انکار کا غیر حارج ہونا معتمد قول نہیں، معتمد یہی ہے کہ ایک، دو مجتہد کا بھی لحاظ ہوگا۔

علامہ بحر العلوم فرنگی محلی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: **((قیل: اجماع الاکثر مع ندرۃ المخالف) بان یکون واحد او اثنین (اجماع کغیر ابن عباس) اجمعوا (علی القول بالعول) عند تکثر السہام عن المال)**

(فواتح الرحموت: جلد دوم: ص272: دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: مخالف کی ندرت یعنی ایک دو مخالف کے ساتھ اکثر کا اجماع اجماع ہے، جیسے مال کے سہم کے زیادہ ہونے کے وقت عول کے قول پر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے علاوہ کا اجماع ہے۔

ایک کی مخالفت کے سبب اجماع غیر منعقد

صدر الشریعہ بخاری حنفی (م۷۴۷ھ) نے اجماع مجرد سے متعلق رقم فرمایا:

(والاجماع الاول لا ینعقد ما بقی مخالفٌ واحدٌ-وذلک المخالفُ اَوْ مخالفٌ اٰخَرُ فی عھدٍ اٰخَرَ لَا یُکْفَرُ بالمخالفۃ)

(التوضیح مع التلویح: جلد دوم: ص99-100-دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: اجماع اول (اجماع مجرد) منعقد نہیں ہوتا ہے جب کہ کوئی ایک مخالف باقی رہے، اور اس مخالف یا کسی دوسرے عہد میں کسی دوسرے مخالف کی مخالفت کے سبب تکفیر نہیں کی جاتی ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی شافعی نے رقم فرمایا:((لا یکفر بالمخالفة)یعنی فی صورة عدم تمام الاجماع بناء علٰی بقاء مخالف واحد)

(التلویح شرح التوضیح: جلد دوم:ص100-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:اجماع کی مخالفت سے کافر نہیں ہوگا،یعنی اجماع کے نامکمل ہونے کی صورت میں کسی ایک مخالف کے باقی رہنے کی بناپر۔

جب کسی مجتہد کی مخالفت کے سبب اجماع منعقد ہی نہیں ہوا تو اس کے منکر کو اجماع کا منکر نہیں کہا جائے گا،نہ ہی اجماع کی مخالفت کا شرعی حکم اس پر وارد ہوگا۔

فصل یازدہم

مجتہدین غیر صحابہ کے اجماعی مسائل کو قطعی کہنا

مجتہدین غیر صحابہ کے اجماعی مسائل کو بھی فقہائے کرام اپنی خاص اصطلاح کے اعتبار سے قطعی کہتے ہیں،لیکن اس کا حکم وہی ہے جو ماقبل میں تفصیل کے ساتھ مرقوم ہوا کہ ماقبل میں اختلاف نہ ہو تو اس اجماع کا منکر فقہا کے یہاں گمراہ ہے۔اگر ماقبل میں اختلاف ہو تو اس کا مرتبہ خبر واحد کی طرح ہے۔اس کا منکر فاسق وگنہگار ہے،گمراہ نہیں۔

علامہ تفتازانی شافعی نے رقم فرمایا:(فان السند اذا کان ظنیا فهو یفید اثبات الحکم بطریق القطع-واذا کان قطعیا فهو یفید التاکید کما فی النصوص المتعاضدة علٰی حکم واحد،فلا یکون لغوا بین الادلة.

وعلم انه لا معنی للنزاع فی جواز کون السند قطعیا لانه ان ارید انه لایقع اتفاق مجتهدی عصر علٰی حکم ثابت بدلیل قطعی فظاهر البطلان-وکذا ان ارید انه لا یسمی اجماعا،لان الحد صادق علیه-وان ارید انه لا یُثبِت الحکمَ فلا یتصور فیه نزاع لان اثبات الثابت محال)

(التلویح شرح التوضیح: جلد سوم: ص 64- مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: پس جب سند ظنی ہو تو اجماع حکم کو یقینی طور پر اثبات کا افادہ کرے گا اور جب سند قطعی ہو تو وہ تاکید کا افادہ کرے گا جیسا کہ ایک حکم کی تقویت کرنے والے دلائل میں ہوتا ہے، پس (اس وقت) اجماع بے فائدہ دلائل میں سے نہیں ہوگا۔

اور معلوم ہو گیا کہ سند کے قطعی ہونے کے جواز میں اختلاف کا کوئی معنی نہیں ہے، اس لیے کہ اگر اس سے یہ مراد ہو کہ مجتہدین زمانہ کا اتفاق دلیل قطعی سے ثابت ہونے والے حکم پر نہیں ہوتا ہے تو یہ ظاہر البطلان ہے اور اسی طرح اگر یہ مراد ہو کہ اس کا نام اجماع نہیں ہے (تو یہ ظاہر البطلان ہے)، کیوں کہ (اجماع کی) تعریف اس پر صادق آتی ہے، اور اگر یہ مراد ہو کہ (دلیل قطعی ہونے کی صورت میں اجماع سے) حکم ثابت نہیں ہوتا ہے تو اس میں اختلاف متصور نہیں، کیوں کہ ثابت کا اثبات محال ہے۔

مذکورہ بالا عبارت میں ہے کہ سند اجماع اگر ظنی بھی ہو تو اجماع کے سبب حکم قطعی ہو جاتا ہے۔ اگر سند اجماع قطعی ہو تو اجماع سے اس کی قطعیت مؤکد ہو جاتی ہے۔

ہاں، یہ صحیح ہے کہ جب سند اجماع قطعی ہو تو اس پر اجماع کے سبب کوئی نیا حکم ثابت نہیں ہوگا، کیوں کہ وہ قطعی حکم پہلے ہی سے ثابت تھا، اور ثابت کا اثبات محال ہے۔ اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مجتہدین غیر صحابہ کے اجماع سے ثابت ہونے والے مسئلہ کو بھی فقہا قطعی کہتے ہیں، لیکن اجماع قطعی سے اجماع صحابہ مراد ہوتا ہے۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا: **(وفائدة الاجماع بعد وجود السند سقوط البحث وحرمة المخالفة وصیرورة الحکم قطعیًّا-ثم اختلفوا فی السند.**

فذهب الجمهور الٰی اَنَّهٗ یجوز ان یکون قیاسًا-وَاَنَّهٗ وَقَعَ کالاجماع عَلٰی خِلَافَةِ اَبِیْ بکر قیاسًا عَلٰی اِمَامَتِه فی الصلوٰة-حَتّٰی قِیْلَ رَضِیَهٗ رَسُوْلُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لِاَمْرِ دِیْنِنَا-اَ فَلَا نَرْضَاهُ لِاَمْرِ دُنْیَانَا)

(التلویح حاشیۃ التوضیح: جلد دوم:ص 51)

ترجمہ: سند کے وجود کے بعد اجماع کا فائدہ بحث کا ختم ہوجانا اور مخالفت کا حرام ہو جانا اور حکم کا قطعی ہوجانا ہے، پھر سند کے بارے میں اختلاف ہوا، پس جمہور کا مذہب ہے کہ قیاس کا سند اجماع ہونا جائز ہے، جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز میں امامت پر قیاس کرتے ہوئے ان کی خلافت پر اجماع، یہاں تک کہ کہا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے دینی امر میں ان سے راضی تھے تو کیا ہم اپنے دنیاوی معاملہ میں ان سے راضی نہیں ہوں گے۔

منقولہ بالا عبارت میں اجماع کے تین فوائد کا ذکر ہے: (1) بحث وتحقیق کا ساقط ہوجانا۔ (2) اس اجماعی مسئلہ کی مخالفت حرام ہوجانا۔ (3) اس اجماعی مسئلہ کا قطعی ہوجانا۔

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مجتہدین غیر صحابہ کے اجماع سے ثابت ہونے والے مسئلہ کو بھی فقہائے کرام قطعی کہتے ہیں، لیکن صحابہ کرام کے اجماع منصوص ومتواتر کا جو حکم ہے، وہ حکم دیگر اجماع کا نہیں ہے، جیسا کہ ماقبل میں تفصیل مرقوم ہوئی۔ متکلمین حضرات صحابہ کرام کے اجماع منصوص کے علاوہ اجماع کی دیگر قسموں کو ظنی کہتے ہیں۔

فقہائے کرام کے یہاں قطعی کی تین قسمیں ہیں: (1) قطعی بالمعنی الاخص (2) قطعی بالمعنی الاعم (3) ظنی ملحق بالقطعی۔ تیسری قسم کو متکلمین قطعی نہیں مانتے۔

ابن بدران حنبلی دمشقی (۱۲۸۰ھ-۱۳۴۶ھ) نے رقم فرمایا: (**الإجماع حجة قاطعة يجب العمل به عند الجمهور خلافا للنظام–ومعنى كونه قاطعا أنه يقدم على باقى الأدلة–وليس القاطع هنا بمعنى الجازم الذى لا يحتمل النقيض كقولنا الواحد نصف الاثنين فى نفس الأمر–وإلا لما اختلف فى تكفير منكر حكمه**) (المدخل الیٰ مذہب الامام احمد بن حنبل: جلد اول: ص 278-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: جمہور فقہا کے یہاں اجماع قطعی حجت ہے، اس پر عمل واجب ہے، نظام

معتزلی کا اختلاف ہے اور اجماع کے قطعی ہونے کا معنی ہے کہ وہ دیگر دلیلوں پر مقدم ہے اور یہاں قطعی ہونے کا معنی یقینی ہونا نہیں ہے کہ جو نفس الامر میں نقیض کا احتمال نہ رکھتا ہو جیسے ہمارا قول: ایک دو کا نصف ہے، ورنہ اجماع کے حکم کے منکر کی تکفیر میں اختلاف نہیں ہوتا۔

فصل دوازدہم

نظام معتزلی اور حجیت اجماع کا انکار

نظام معتزلی: ابراہیم بن سیار بنہانی (١٦٠ھ-٢٢١ھ) نے اجماع مجرد کی حجیت کا انکار کیا، لیکن وہ متکلمین کے یہاں کافر نہیں، کیوں کہ اجماع کا ادلہ شرعیہ میں سے ایک دلیل ہونا ضروریات دین میں سے نہیں ہے۔ قرآن مجید کی جن آیات مقدسہ سے اجماع کے دلیل شرعی ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے، وہ اجماع کی حجیت کے اثبات میں مفسر نہیں، اور جن احادیث طیبہ سے اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے، وہ متواتر لفظی نہیں۔

جن فقہا کے یہاں ضروریات اہل سنت کا منکر کافر ہے، وہ نظام معتزلی کو کافر کہیں گے، لیکن متکلمین کے یہاں یہ کافر نہیں، بلکہ حجیت اجماع کے انکار کے سبب وہ گمراہ ہے۔

اجماع، قیاس اور خبر واحد کا دلیل شرعی ہونا ضروریات دین سے نہیں، بلکہ ضروریات اہل سنت سے ہے۔ داؤد ظاہری قیاس کا منکر ہے، لیکن اسے مرتدین میں شمار نہیں کیا گیا، بلکہ گمرہوں میں شمار کیا جاتا ہے، گرچہ کسی دوسرے اعتبار سے کوئی سخت حکم عائد ہو جائے۔

امام خفاجی نے نظام معتزلی کے بارے میں رقم فرمایا: (**احد فرسان المتکلمین من المعتزلة-وله احاطة بالفنون العقلية-وله شعر دقيق-كان فى دولة المعتصم**) (نسیم الریاض: جلد چہارم: ص 521- دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: معتزلہ کے ماہر متکلمین میں سے ایک اور اسے فنون عقلیہ میں مہارت تھی اور اس کے دقیق اشعار ہیں، وہ معتصم باللہ کے زمانے میں تھا۔

ملاعلی قاری نے رقم فرمایا:(**کان احد فرسان المتکلمین من المعتزلة-و کان فی دولة المعتصم**)(شرح الشفاء للقاری: جلد چہارم:ص521)

ترجمہ: وہ معتزلہ کے ماہر متکلمین میں سے ایک تھا،اور معتصم باللہ کے زمانے میں تھا۔

امام ابومنصور بغدادی(م۴۲۹ھ)نے رقم فرمایا:(**وقد زعم النظام ان هذه الامة من عهد نبيها عليه السلام الٰى ان تقوم القيامة لو اجمعت علٰى حكم شرعی-جاز ان یکون اجماعُها خَطَأً وَضَلَالًا**)

(اصول الدین:ص20-دارالکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: نظام معتزلی نے کہا ہے کہ اگر یہ امت مسلمہ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے قیامت قائم ہونے تک کسی حکم شرعی پر جمع ہو جائے تو جائز ہے کہ اس کا اجماع خطا وگمرہی ہو۔

امام ابن حجر ہیتمی شافعی نے طویل بحث کے بعد رقم فرمایا:(**اذا تأملت ما سبق من التقرير-علمت ان الملحظ فی التكفير انما هو انكار الضروری المستلزم لانكار الاجماع-بخلاف انكار الاجماع من اصله-او حجيته-او المجمع عليه الغير الضروری-فانه لايكون كفرًا**)(الاعلام بقواطع الاسلام:ص354)

ترجمہ: جب تم گزشتہ تشریح میں غور کرو گے تو جان لوگے کہ تکفیر میں ضروری دینی کا انکار ملحوظ ہے جو اجماع کے انکار کو مستلزم ہے،اصل اجماع یا اجماع کی حجیت یا غیر ضروری اجماعی مسئلہ کے انکار کے برخلاف،کیوں کہ یہ انکار کفر نہیں۔

اجماع مجرد کا انکار،یا اجماع کی حجیت کا انکار،یا غیر ضروری اجماعی امر دینی کا انکار متکلمین کے یہاں کفر نہیں۔نظام معتزلی(م۲۳۰ھ)نے اصل اجماع کا انکار کیا،لیکن اس انکار کے سبب اس کی تکفیر کلامی نہیں کی گئی۔متواتر امر دینی کے انکار کے سبب تکفیر کلامی ہوتی ہے۔اسی متواتر امر دینی کو ضروری دینی،قطعی بالمعنی الاخص اور اجماعی بھی کہا جاتا ہے۔

نظام معتزلی وغیرہ نے اجماع مجرد کا انکار کیا ہے، لہٰذا اس کی تکفیر کلامی نہیں کی گئی، کیوں کہ اجماع مجرد کی حجیت ضروریات دین سے نہیں، بلکہ ضروریات اہل سنت سے ہے۔ حضرات صحابہ کرام کے اجماع قطعی سے اجماع کی حجیت ثابت ہے، پس وہ ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔ صحابہ کرام کے اجماع قطعی سے ثابت ہونے والا امر ضروری دینی اور قطعی بالمعنی الاخص نہیں ہوتا، بلکہ قطعی بالمعنی الاعم اور ضروریات اہل سنت میں سے ہوتا ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی شافعی نے نقل فرمایا:(ان النظام وغیرہ انما انکروا کَوْنَ الاجماع حجةً زَعْمًا منهم–اَنَّهُ لَا یَسْتَحِیْلُ الْخَطَاءُ عَلٰی اَهْلِ الْاِجْمَاع–وَاَنَّهُ لَا دَلِیْلَ عَلٰی عِصْمَتِهِمْ قَطْعًا–اِذْ مَا اُسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰی ذٰلِکَ،یَحْتَمِلُ التَّاوِیْلَ–فَالْاِ جْمَاعُ الذی انکروہ هو تطابق العلماء علٰی تفرقتهم وکثرتهم علٰی رای نظری–وهذا لیس کانکار الضروری الذی هو تطابقهم علی الاخبار عن محسوس علٰی نقل التواتر–وذلک قطعی لحصول العلم الضروری به–والقدح فیه یسری الی ابطال الشریعة من اصلها– فتطابق العلماء علٰی رای واحد نظری لا یوجب العلم القطعی الا من جهة الشرع، فلم یکن انکار کونه من اصله حجةً،ولا انکار افادته القطع مع الاعتراف بحجیته مکفِّرًا عَلَی الاصح–فانه بخلاف انکار الضروری یَجُرُّ اِلٰی انکار الشریعة بل الشرائع کلها–فَمِنْ ثم کان کفرًا کَمَا تَقَرَّرَ–فاتضح الفرق بین انکار اصل الاجماع اوکونه حجة قطعیة وبین انکار الضروری)

(الاعلام بقواطع الاسلام:ص354)

ترجمہ: نظام معتزلی وغیرہ نے اجماع کے حجت شرعی ہونے کا انکار کیا، یہ خیال کرتے ہوئے کہ ارباب اجماع پر خطا محال نہیں ہے، اور ان کی عصمت کی کوئی قطعی دلیل نہیں ہے، کیوں کہ جس دلیل سے عصمت پر استدلال کیا گیا، وہ تاویل کا احتمال رکھتی ہے، پس جس

اجماع کا ان لوگوں نے انکار کیا، وہ علما کے متفرق (مختلف آبادیوں میں) ہونے اور کثرت کے باوجود کسی نظری رائے پر متفق ہونا ہے، اور یہ ضروری دینی کے انکار کی طرح نہیں جو نقل متواتر کے ساتھ کسی امر محسوس کی خبر دینے پر علما کا متفق ہونا ہے، اور اس اجماع سے علم بدیہی حاصل ہونے کے سبب یہ اجماع قطعی ہے، اور اس میں اعتراض کرنا شریعت کو اس کی جڑ سے باطل قرار دینے کی طرف لے جاتا ہے۔

پس علما کا کسی ایک نظری رائے پر متفق ہونا صرف شریعت (شرعی دلائل) کے اعتبار سے علم قطعی کا سبب بنتا ہے، پس سرے سے اس کے حجت ہونے کا انکار اور اس کی حجیت کے اقرار کے ساتھ اس کی قطعیت کے افادے کا انکار اصح مسلک پر کافر بنانے والا نہیں، کیوں کہ یہ بدیہی کے انکار کے برخلاف ہے، جس کا انکار شریعت اسلامیہ کے انکار، بلکہ تمام شریعتوں کے انکار کی طرف لے جاتا ہے، اسی وجہ سے یہ (ضروری دینی کا انکار) کفر ہے، جیسا کہ ثابت ہو چکا، پس اصل اجماع یا اس کی حجیت قطعیہ ہونے کے انکار اور ضروری دینی کے انکار کے درمیان فرق ہے۔

اجماع مجرد، قیاس اور خبر واحد کی حجیت ضروریات دین سے نہیں، بلکہ ضروریات اہل سنت سے ہے، پس ان تینوں کی حجیت کا انکار متکلمین کے یہاں کفر نہیں۔ نظام معتزلی نے اجماع مجرد کی حجیت کا انکار کیا، وہ متکلمین کے یہاں گمراہ ہے۔ اسی طرح داؤد ظاہری نے قیاس کی حجیت کا انکار کیا، وہ بھی اس سبب سے متکلمین کے یہاں گمراہ ہے۔

قوم ہنود اپنی کج عقلی کے سبب کسی نبی ورسول کی بعثت کو محال مانتی ہے، لہٰذا وہ لوگ کسی نبی ورسول کو نہیں مانتے ہیں۔ نظام معتزلی کی طرف بھی یہ عقیدہ منسوب ہے۔

مؤرخ صلاح الدین صفدی (۶۹۶ھ-۷۶۴ھ) نے رقم کیا: **(قد ذهب جماعة من العلماء إلى أن النظام كان فى الباطن على مذهب البراهمة الذين ينكرون النبوة وأنه لم يظهر ذلک خوفاً من السيف–فكفره معظم**

العلماء-و کفره جماعة من المعتزلة حتى أبو الهذيل والإسكافی وجعفر ابن حرب كلٌ منهم صنف كتاباً فی تكفيره-وكان مع ذلک فاسقاً مدمناً على الخمور (الوافی بالوفیات: جلد دوم: ص227-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: علما کی ایک جماعت کا مذہب ہے کہ نظام معتزلی باطنی طور پر برہمنوں کے مذہب پر تھا جو نبوت کا انکار کرتے ہیں، اور نظام نے تلوار کے خوف سے اس (عقیدہ) کو ظاہر نہ کیا، پس بہت سے علمانے اس کی تکفیر کی اور معتزلہ کی ایک جماعت نے اس کی تکفیر کی، یہاں تک کہ ابو ہذیل، اسکافی اور جعفر بن حرب میں سے ہر ایک نے اس کی تکفیر میں کتاب لکھی، اور اس کے ساتھ وہ فاسق اور دائمی شرابی تھا۔

اگر نظام معتزلی کا مذکورہ بالا عقیدہ ثابت ہو تو اس عقیدہ کے سبب وہ کافر ہوگا۔

فصل سیزدہم

خبر واحد کی حجیت اور اس کے انکار کا حکم

خبر واحد کا انکار الگ ہے اور کسی دلیل کے سبب کسی خبر واحد کا ترک الگ ہے۔ مجتہدین کرام کے کسی دلیل کے سبب کسی خبر واحد کو ترک کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے "الفضل الموہبی اذا صح الحدیث فہو مذہبی" میں رقم فرمادی ہے۔

خبر واحد کے انکار کی متعدد صورتیں

خبر واحد کے انکار کی متعدد صورتیں ہیں۔ وہ صورتیں اور احکام مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) خبر واحد سے ثابت ہونے والے کسی حکم کا انکار: یہ انکار فسق وگناہ ہے۔

(2) راویوں کی تکذیب کی وجہ سے کسی خبر واحد کا انکار: یہ فسق اور ضلالت ہے۔

(3) اگر اس وجہ سے انکار کرے کہ یہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں ہے تو یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی اور کفر ہے۔

(4) خبر واحد کی حجیت کا انکار: خبر واحد کی حجیت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع قطعی سے ثابت ہے۔ یہ ضروریات اہل سنت سے ہے۔ اس کے انکار کا حکم وہی ہے جو ضروریات اہل سنت کے انکار کا حکم ہے۔

(1) خبر واحد سے ثابت شدہ حکم کا انکار

خبر واحد سے ثابت شدہ حکم کا منکر گنہ گار ہے، لیکن وہ کافر نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''عالمگیری میں ہے:

(من انکر خبر الواحد لا یکفر غیر انہ یاثم بترک القبول-ھکذا فی الظھیریۃ) (فتاویٰ رضویہ: جلد سوم: ص280-رضا اکیڈمی ممبئی)

ترجمہ: جو خبر واحد کا انکار کرے، وہ کافر نہیں، مگر وہ اس کو قبول نہ کرنے کے سبب گنہ گار ہوگا۔ ایسا ہی ظہیریہ میں ہے۔

(2) راویوں کی تکذیب کے سبب انکار

راویوں کی تکذیب کے سبب خبر واحد کا انکار فسق وضلالت ہے۔ صدقہ فطر کا وجوب خبر متواتر سے ثابت نہیں، بلکہ خبر واحد سے ثابت ہے۔ اس کے انکار کی دو صورتیں ہیں۔

علامہ فضل رسول بدایونی نے رقم فرمایا: **(یَکْفُرُ الشَّاھِدُ بِاِنْکَارِ اِیْجَابِ صَدَقَۃٍ بِسِمَاعِہٖ مِنْ فِیْہِ صلی اللہ علیہ وسلم-وَیُفَسَّقُ الغائب وَیُضَلَّلُ-لِاَنَّہٗ لَمَّا لَمْ یَسْمَعْہُ من فیہ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ-لَمْ یَکُنْ ثُبُوْتُہٗ قَطْعِیًّا-فَلَمْ یَکُنْ اِنْکَارُہٗ تَکْذِیْبًا لَہٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم-بَلْ لِلرُّوَاۃِ وَتَغْلِیْطًا لَھُمْ-وھو فِسْقٌ وَ ضَلَالٌ، لا کُفْرٌ-اَللّٰھُمَّ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ اِسْتِخْفَافًا لِکَوْنِہٖ انما قالہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم-ولم ینزل فی القراٰن صَرِیْحًا-فَیَکْفُرُ لاستخفافہ بجناب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم)** (المعتقد المنتقد: ص212-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سماع کے سبب صدقہ کے وجوب کے انکار کی وجہ سے حاضر دربار رسالت کی تکفیر کی جائے گی اور غیر حاضر شخص کی تفسیق وتضلیل کی جائے گی، کیوں کہ جب اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نہیں سنا تو اس کا ثبوت قطعی نہیں، پس اس کا انکار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب نہیں ہے، بلکہ راویوں کی تکذیب اوران پر تغلیط ہے، اور وہ فسق وگمرہی ہے، کفر نہیں ہے، مگر یہ کہ (انکار) استخفاف کے طور پر ہو، کیوں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول مبارک ہے اور وہ قرآن میں صریح طور پر نازل نہیں ہوا، پس وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استخفاف شان کے سبب کافر ہوگا۔

(الف) راویوں کی تکذیب کے سبب خبر واحد کا انکار فسق وضلالت ہے۔

(ب) اگر خبر واحد کا انکار اس وجہ سے کیا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ یہ قرآن مقدس میں نازل نہیں ہوا تو یہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استخفاف اور کفر ہے۔ اگر کسی نے حدیث موضوع کو حدیث نبوی اعتقاد کر کے صرف اس لیے انکار کیا کہ یہ قول نبوی ہے، فرمان الٰہی نہیں تو وہ استخفاف کے سبب کافر ہے۔

(3) حدیث نبوی کا استخفاف

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث نبوی کو نہیں سنا، پھر اس تک خبر واحد کے طور پر حدیث نبوی پہنچی اور اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کے قصد سے حدیث نبوی کا انکار کیا تو یہ کفر ہے، بلکہ حدیث موضوع کو بھی حدیث نبوی سمجھ کر انکار کیا تو کافر ہے، کیوں کہ استخفاف نبوی موجود ہے اور حضوا اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تنقیص وبے ادبی کفر ہے۔

(الف) صدقہ فطر کے وجوب سے متعلق المعتقد المنتقد کی منقولہ بالا عبارت کے

حاشیہ میں امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ''دون الغائب'' کی تشریح میں رقم فرمایا:

(لَا نُكَفِّرُهٗ لاحتمال انه لم يثبت عنده-اَمَّا اِذَا عَلِمَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ يَعْلَمُ مَجِيءَ النَّبِيِّ صلى اللّٰه عليه وسلم بهذا الامر-ثُمَّ يُنْكِرُهٗ تَكْذِيْبًا لَهٗ صلى اللّٰه عليه وسلم-فَهُوَ كَافِرٌ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى قَطْعًا-وَاِنْ كَانَ الْحَدِيْثُ حَدِيْثَ اٰحَادٍ-وَلَوْ ضَعِيْفًا-بَلْ وَلَوْ سَاقِطًا-بَلْ وَلَوْ مَوْضُوْعًا-كَمَا قَدَّمْنَا-لِاَنَّ الْمَنَاطَ هُوَ تَكْذِيْبُهٗ صلى اللّٰه عليه وسلم بِزَعْمِهٖ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى اللّٰه عليه وسلم-وَاِنْ لَمْ يَكُنْ مَا زَعَمَهٗ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى اللّٰه عليه وسلم ،قَوْلُهٗ صلى اللّٰه عليه وسلم فى الواقع-وَهٰذَا ظَاهِرٌ جِدًّا)

(المعتمد المستند :ص 211-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: (خبر واحد سے ثابت ہونے والے صدقہ فطر کے وجوب کے انکار کے سبب دربار رسالت سے) غیر حاضر شخص کی ہم تکفیر نہیں کریں گے، کیوں کہ احتمال ہے کہ وہ (وجوب) اس کے نزدیک ثابت نہ ہو،لیکن جب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہو کہ وہ شخص جانتا ہے کہ اس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اللہ تعالیٰ کی جانب سے) لائے ، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کے واسطے اس کا انکار کرتا ہے، پس وہ عند اللہ یقینی طور پر کافر ہے، گرچہ حدیث خبر واحد ہو، اور گرچہ ضعیف ہو، بلکہ گرچہ ساقط ہو، بلکہ گرچہ موضوع ہو،جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا، کیوں کہ (کفر کا) مدار اپنے گمان کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کو جھوٹا جاننے پر ہے، گرچہ جس کو اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول گمان کیا ، وہ واقع میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول نہ ہو، اور یہ بہت ظاہر ہے۔

کسی کو حدیث نبوی خبر واحد کے طور پر پہنچی ،اور اس نے انکار کیا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی ۔ یہاں احتمال ہے کہ وہ حدیث اس کے نزدیک ثابت نہ ہو۔اگر وہ اسے حدیث

نبوی سمجھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کے قصد سے انکار کرے تو وہ عند اللہ قطعی کافر ہے، اگر چہ وہ حدیث خبر واحد، حدیث ضعیف وساقط ہو، بلکہ حدیث موضوع کو بھی حدیث نبوی سمجھ کر انکار کرے تو بھی کافر ہے، کیوں کہ اس وقوت یہ تکذیب نبوی ہے۔

(ب) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

(فمن رد حديث آحاد صحيحا،بل ولو ضعيفا–بل ولو ساقطا–بل ولو موضوعا زعما منه انه كلامه صلى الله تعالى عليه وسلم فيرده قاصدا رد خبره صلى الله تعالى عليه وسلم فانه يكفر قطعا بقصده السيء–فمناط الكفر هذا،وان لم يكن الخبر خبره صلى الله تعالى عليه وسلم)

(المعتمد المستند :ص152-153-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: جو صحیح حدیث آحاد کو رد کرے، بلکہ حدیث ضعیف، بلکہ ساقط، بلکہ موضوع کو رد کرے، اس گمان پر کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے، پس وہ (اپنے گمان کے مطابق) قصداً حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کو رد کر رہا ہے، لہٰذا وہ اپنے برے قصد کے سبب یقیناً کافر ہے، پس کفر کا مدار یہ (قصدی رد) ہے، گر چہ وہ کلام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام نہ ہو۔

اگر کسی نے کسی امر کو ضروریات دین میں سے اعتقاد کر کے انکار کیا تو کافر ہے، اگر چہ وہ امر ضروریات دین میں سے نہ ہو، کیوں کہ یہاں ارادۂ کفر، استخفاف بالدین اور ضروری دینی کے انکار کا قصد وعزم پایا گیا اور عزم کفر واستخفاف بالدین مستقل طور پر کفر ہے ،گر چہ وہاں کسی ضروری دینی کا انکار نہ پایا جائے۔

اسی طرح کسی نے حدیث صحیح، یا حدیث ضعیف، یا حدیث موضوع کو کلام نبوی سمجھ کر اس لیے قبول نہ کیا کہ یہ ارشاد خداوندی نہیں، بلکہ فرمان نبوی ہے، پس ایسا شخص کافر ہے، کیوں کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص وبے ادبی ہے۔

(4) خبر واحد کی حجیت اور اس کے انکار کا حکم

خبر واحد کی حجیت ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔اس کی حجیت کا منکر گمراہ ہے۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:(**وربما یستدل بالاجماع وهو انه نقل من الصحابة وغيرهم الاستدلال بخبر الواحد وعملهم به فى الوقائع التى لا تكاد تحصى وتكرر ذلک وشاع من غير نكير-وذلک يوجب العلم عادة باجماعهم كالقول الصريح-وقد دل سياق الاخبار على ان العمل فى تلک الوقائع كان بنفس خبر الواحد-وما نقل من انكارهم بعض اخبار الاحاد انما كان عند قصور فى افادة الظن ووقوع ريبة فى الصديق**)

(التلویح مع التوضیح: جلد دوم:ص7-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: کبھی اجماع سے استدلال کیا جاتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام اور غیر صحابہ کا خبر واحد سے استدلال کرنا اور بے شمار حوادث میں ان کا خبر واحد پر عمل کرنا منقول ہے اور یہ بار بار ہوا،اور بلا انکار عمل جاری رہا،اور یہ(طریقہ)عادتاً قول صریح کی طرح ان کے اجماع کا یقینی علم ثابت کرتا ہے،اور خبروں کے اسلوب نے دلالت کیا کہ ان حوادث میں خبر واحد پر عمل تھا اور جو بعض حضرات سے بعض اخبار آحاد کا انکار منقول ہے،وہ انکار اخبار آحاد کے ظن کے افادہ سے قاصر رہ جانے اور صدق میں شبہہ واقع ہو جانے کے سبب ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہمیشہ خبر واحد سے استدلال کرتے رہے۔کسی نے انکار نہیں کیا،پس خبر واحد کا دلیل شرعی ہونا اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔اس امر میں اجماع منصوص نہیں ہے،لیکن یہ اجماع اجماع سکوتی کی منزل میں نہیں،بلکہ اجماع منصوص کے حکم میں ہے،کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین خبر واحد سے استدلال کرتے رہے،اور اس بارے میں کسی صحابی کا انکار منقول نہیں۔جب قرینہ یہ ظاہر کرے کہ سکوت کا سبب اتفاق ہے تو وہ اجماع اجماع منصوص کے حکم میں ہے۔

علامہ بحر العلوم فرنگی محلی نے اجماع سکوتی سے متعلق رقم فرمایا:(**الاجماع الذی وقع عن سکوت ولا قرینۃ تدل قطعا علی ان السکوت للرضا لاحتمال عدم الموافقۃ**)(فواتح الرحموت: جلددوم:ص296-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:(اجماع سکوتی) جواجماع سکوت کے سبب سے واقع ہو،اورکوئی قرینہ قطعی طور پر دلالت نہ کرے کہ سکوت رضا کے سبب ہے،عدم موافقت کے احتمال کے سبب۔

اجماع سکوتی یہ ہے کہ کوئی قرینہ اس پر دلالت نہ کرے کہ سکوت رضا کے سبب ہے، کیوں کہ عدم موافقت کا احتمال ہے۔جب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع سکوتی میں کوئی قرینہ اتفاق کو بتائے تو ایسا اجماع سکوتی اجماع منصوص کی منزل میں ہے۔خبر واحد کی حجیت میں ایسا ہی اجماع ہے۔

علامہ بحر العلوم فرنگی محلی نے رقم فرمایا:(**ولعل مراد صاحب"التحریر"تسویۃ السکوتی الذی علم بقرائن الحال ان سکوت من سکت لاجل الموافقۃ علما قطعیا مع القولی-والسکوت علیٰ قتال مانعی الزکات من ھذا القبیل**)

(فواتح الرحموت: جلددوم:ص295-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:شاید صاحب تحریر الاصول کی مراد اس اجماع سکوتی کو اجماع قولی کے مساوی قرار دینا ہے،جس کے بارے میں قرائن حالیہ سے علم قطعی حاصل ہو چکا ہو کہ خاموش رہنے والوں کی خموشی موافقت کے سبب ہے اور مانعین زکات سے جہاد پر سکوت اسی قبیل سے ہے۔

جب قرینہ حالیہ سے قطعی علم حاصل ہو جائے کہ اہل اجماع کا سکوت موافقت کے سبب ہے تو ایسا اجماع سکوتی،اجماع منصوص کی منزل میں ہے۔

علامہ بحر العلوم فرنگی محلی نے رقم فرمایا:(**(المصیب)من المجتھدین ای الباذلین جھدھم(فی العقلیات واحد-والا اجتمع النقیضان)لکون کل من القدم والحدوث مثلًا مطابقًا للواقع(وخلاف العنبری)المعتزلی فیہ**

(بظاهره غير معقول)بل بتاويل كما سيجئ ان شاء اللّٰه تعالٰی

(وَالْـمُـخْطِئُ فِيْهَا)ای فی العقليات(اِنْ كَانَ نَافِيًا لِمِلَّةِ الاسلام فكافرٌ واٰثِـمٌ عـلٰـى اختـلاف فـى شـرائطه كَمَا مَرَّ)من بلوغ الدعوة عند الاشعرية ومـختـارالمصنف–وَمضىء مُدَّةِ التَّأمُّل والتمييز عند اكثر الماتريدية(وَاِنْ لَـمْ يـكـن)نـافيًـا لِـمِـلَّةِ الاسـلام(كـخَـلْقِ القراٰن)ای القول به ونفی الروية والميزان وامثال ذلک(فَاٰثِمٌ لَاكَافِرٌ) ....

(وَالشَّـرعيـات الـقـطـعيـات كـذلـک)ای مثـل الـعـقـليات(فمنكر الـضـروريـات)الـديـنية(مِـنْهَا كَالْاَرْكَانِ)الاربعة الَّتِىْ بُنِىَ الاسلامُ عَلَيْهَا–الـصَّـلٰـوةِ والـزَّكَاةِ وَالصَّوْمِ وَالْحَجِّ (وحجية القراٰن ونَحْوِهـمَا كافرٌ اٰثِمٌ–وَمُـنْكِرُ النَّظريات)منها(كحجية الاجماع وخبرالواحد)وَعَدُّوْا مِنْهَا حجيةَ القياس اَيْضًا(اٰثِمٌ فقط)غَيْرُ كَافِرٍ) (فواتح الرحموت: جلددوم:ص377)

ترجمہ:عقلی اعتقادیات میں اجتہاد کرنے والوں یعنی اپنی قوت صرف کرنے والوں میں سے ایک صحت کو پانے والا ہوتا ہے، ورنہ نقیضین کا اجتماع ہو جائے گا،مثلاً قدم وحدوث میں سے ہر ایک کے واقع (نفس الامر) کے مطابق ہونے کے سبب ،اوراس میں عبید اللہ عنبری معتزلی کا اختلاف بظاہر غیر معقول ہے، بلکہ وہ ایک تاویل کے سبب ہے،جیسا کہ ان شاءاللہ تعالیٰ عنقریب آئے گا۔

اورعقلی اعتقادیات میں خطا کرنے والا اگر ملت اسلامیہ کا انکار کرنے والا ہے تو کافر وآثم ہے،اس کے شرائط میں اختلاف کے ساتھ،جیسا کہ گزرا،یعنی اشعریہ کے یہاں دین کی دعوت کا پہنچنا،اور(یہی) مصنف (علامہ محبّ اللہ بہاری) کا مسلک مختار ہے،اور مدت تأمل کا گزرنااورسن تمیز(سات سال کی عمر) کو پہنچنا اکثر ماتریدیہ کے یہاں (شرط ہے)

اوراگر ملت اسلامیہ کی نفی کرنے والا نہ ہو، جیسے قرآن کے مخلوق ہونے کا قول کرنا

اور رویت الٰہی، میزان عمل اور ان جیسے امور کا انکار کرنا تو وہ آثم ہے، کافر نہیں۔

شرعی قطعیات اسی طرح ہیں، یعنی عقلی قطعیات کی طرح ہیں، پس قطعیات شرعیہ میں ضروریات دین کا انکار کرنے والا کافر وآثم ہے، جیسے ارکان اربعہ جن پر اسلام کی بنیاد ہے، نماز، زکات، روزہ وحج اور قرآن مقدس کے حجت ہونے اور ان جیسے امور کا انکار کرنے والا (کافر وآثم ہے)، اور شرعیات قطعیہ میں سے نظریات کا انکار کرنے والا صرف آثم ہے، کافر نہیں، جیسے اجماع اور خبر واحد کے حجت ہونے کا انکار کرنے والا، اور علما نے قیاس کی حجیت کو بھی اسی میں شمار کیا۔

اجماع، خبر واحد اور قیاس کی حجیت قطعیات نظریہ یعنی ضروریات اہل سنت سے ہے۔ان امور کی حجیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر نہیں۔

امام محمد غزالی شافعی قدس سرہ العزیز (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) نے رقم فرمایا:

(واما الفقهية:فالقطعية منها وجوب الصلوات الخمس والزكاة والحج والصوم وتحريم الزنا والقتل والسرقة والشرب وكل ما علم قطعا من دين الله فالحق فيها واحد وهو المعلوم-والمخالف فيها آثم.

ثم ينظر:فان انكر ما علم ضرورةً من مقصود الشارع كانكار تحريم الخمر والسرقة ووجوب الصلٰوة والصوم فهو كافر-لان هذا الانكار لا يصدر الا عن مكذب بالشرع.

وان علم قطعًا بطريق النظر،لا بالضرورة ككون الاجماع حجة وكون القياس وخبر الواحد حجة-وكذلک الفقهيات المعلومة بالاجماع فهي قطعية فمنكرها ليس بكافر-لكنه آثم مخطئ)

(المستصفٰی: جلد دوم:ص 407-مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

ترجمہ: فقہی امور میں سے قطعی امور نماز پنج گانہ، زکات، حج، روزہ کی فرضیت اور زنا

قتل، چوری وشراب کی حرمت اور وہ تمام امور جن کے بارے میں قطعی طور پر معلوم ہے کہ وہ دین خداوندی سے ہیں تو ان میں ایک ہی حق ہے اور وہ معلوم ہوتا ہے اور ان کی مخالفت کرنے والا گنہ گار رہے۔

پھر دیکھا جائے گا کہ اگر اس کا انکار کیا جس کا مقصود شارع ہونا بداہۃً معلوم ہو، جیسے شراب اور چوری کی حرمت کا انکار اور نماز وروزہ کی فرضیت کا انکار تو وہ کافر ہے، کیوں کہ یہ انکار صرف شریعت کی تکذیب کرنے والے سے صادر ہوتا ہے۔

اور اگر وہ نظر واستدلال کے ذریعہ قطعی طور پر معلوم ہو، بدیہی طور پر معلوم نہ ہو، جیسے اجماع کا حجت ہونا اور قیاس اور خبر واحد کا حجت ہونا، اور اسی طرح جو فقہیات اجماع سے معلوم ہوں، وہ قطعی ہیں، پس ان کا منکر کافر نہیں، لیکن وہ گنہ گار وخطا کار رہے۔

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ اجماع مجرد ،خبر واحد اور قیاس کی حجیت ضروریات دین سے نہیں ہے، بلکہ ضروریات اہل سنت سے ہے۔قطعیات نظریہ ضروریات اہل سنت میں سے ہوتے ہیں اور ظنیات نظریہ ضروریات اہل سنت سے خارج ہوتے ہیں۔

امام غزالی وعلامہ بحر العلوم فرنگی محلی نے اجماع مجرد، قیاس اور خبر واحد کی حجیت کو قطعیات نظریہ یعنی ضروریات اہل سنت میں شمار فرمایا۔ان تینوں امور کے دلیل شرعی ہونے کا ثبوت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر نہیں، اس لیے ان امور ثلاثہ کی حجیت ضروریات دین میں سے نہیں ،یعنی ضروریات دین کی قسم اول سے نہیں ، بلکہ ان تینوں امور کی حجیت قسم دوم میں شامل ہیں ۔ جہاں ان امور کو ضروریات دین کہا جائے ،وہاں ضروریات دین کی قسم دوم مراد ہوگی ۔ان تینوں امور کے اانکار کا حکم وہی ہے جو ضروریات اہل سنت کے انکار کا حکم ہے۔اس کی قطعیت کا علم ہے تو تاویل کے ساتھ اس کا انکار متکلمین کے یہاں ضلالت ہے اور فقہائے احناف اور ان کے مؤیدین کے یہاں کفر فقہی ہے۔اس کی قطعیت کا علم ہو تو بلا تاویل انکار استخفاف بالدین اور کفر کلامی ہے، جب کہ انکار مفسر و

صریح متعین ہو۔ تفصیل ہمارے رسالہ: ''ضروریات اہل سنت وفقہائے احناف'' میں ہے۔

فصل چہاردہم

قیاس کی حجیت اور اس کے انکار کا حکم

خبر واحد، اجماع مجرد اور قیاس کی حجیت کی بحث فصل سیزدہم اور فصل ششم میں مرقوم ہوئی۔ قیاس شرعی کی حجیت ضروریات اہل سنت میں سے ہے، پس اس کا منکر متکلمین کے یہاں گمراہ ہے۔ داؤد ظاہری قیاس شرعی کا منکر تھا، لہٰذا اسے گمراہ قرار دیا گیا۔

(1) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ) نے فرقہ ظاہریہ سے متعلق رقم فرمایا: (**والظاهری من لا يقول بالقياس ولا باثار الصحابة والتابعين كداؤد وابن حزم**) (حجۃ اللہ البالغہ: جلد اول: ص 161)

ترجمہ: ظاہری وہ ہے جو نہ قیاس کا قائل ہو، اور نہ آثار صحابہ وتابعین کا قائل ہو جیسے داؤد ظاہری اور ابن حزم ظاہری۔

(2) شاہ ولی اللہ دہلوی نے رقم فرمایا: (**وهم غير الظاهرية من اهل الحديث الذين لايقولون بالقياس ولابالاجماع**) (عقد الجید: ص 40)

ترجمہ: یہ محدثین میں سے غیر ظاہریہ ہیں جو نہ قیاس کے قائل ہیں اور نہ اجماع کے۔

فرقہ ظاہریہ اجماع، قیاس، آثار صحابہ وآثار تابعین کے منکر ہیں۔

(3) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے امام غزالی کے حوالے سے رقم فرمایا:

(**وكذا(لا يجوز)تقليد من لايقول بالاجماع كالخوارج او باخبار الأحاد كالقدرية او بالقياس كالشيعة**) (عقد الجید: ص 32)

ترجمہ: اسی طرح اس کی تقلید جائز نہیں جو اجماع کا قائل نہ ہو جیسے خوارج، یا جو اخبار آحاد کا قائل نہ ہو جیسے قدریہ، یا جو قیاس کا قائل نہ ہو جیسے شیعہ۔

(4) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''شاہ عبد العزیز صاحب گفتہ اند: داؤد ظاہری ومتبعانش را اہل سنت و جماعت شمردن در چہ مرتبہ از جہل وسفاہت است۔ رافضیاں کہ ظاہریہ راسنی گفتہ باقوال ایشاں بر اہل سنت اعتراض می کردند۔ شاہ صاحب جوابش دادند کہ فرقہ ظاہریہ ہرگز از اہل سنت نیست۔ ایں جہل وسفاہت شما است کہ ایشاں را سنی گفتہ بر سنی طعن می کنید۔ امام ابن حجر مکی شافعی در ''کف الرعاع'' فرماید:

(واعلم ان الائمة صرحوا بان الظاهرية لایعتد بخلافهم ولا یجوز تقلید احد منهم لانهم سلبوا العقول حتّٰی انکروا القیاس الجلی) (کف الرعاع: ص ۳۱۵- استنبول ترکی) نیز فرمود **(ولانهم اصحاب ظاهرية محضة تكاد عقولهم ان تكون مسخت-ومن وصل الٰی انه یقول-اِنْ بَالَ الشَّخْصُ فی الماء یتنجس-او فی اناء ثم صبه فی الماء لم یتنجس-کیف یقام له وزن ویعد من العقلاء فَضْلًا عن العلماء)** (کف الرعاع: ص ۳۰۸)

(فتاویٰ رضویہ: جلد پنجم: ص 324)

ترجمہ: شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے فرمایا ہے کہ داؤد ظاہری اور اس کے متبعین کو اہل سنت وجماعت میں شمار کرنا کس قدر جہالت وبے وقوفی ہے۔ رافضی لوگ جوفرقہ ظاہریہ کو اہل سنت وجماعت بتا کر ان کے اقوال سے اہل سنت وجماعت پر اعتراض کرتے ہیں، شاہ صاحب نے اس کا جواب دیا کہ فرقہ ظاہریہ ہرگز اہل سنت وجماعت سے نہیں ہے۔ یہ تم لوگوں کی جہالت وسفاہت ہے کہ ان لوگوں کو سنی کہ کر اہل سنت وجماعت پر اعتراض کرتے ہو۔ امام ابن حجر مکی شافعی ''کف الرعاع'' میں فرماتے ہیں: جان لو کہ ظاہریہ کے خلاف کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور نہ ان میں سے کسی کی تقلید جائز ہے، اس لیے کہ وہ مسلوب العقل ہو گئے، یہاں تک کہ انہوں نے قیاس جلی کا انکار کر دیا اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ چوں کہ یہ سب ظاہریہ محضہ والے ہیں، قریب ہے کہ ان کی عقلیں مسخ ہو جائیں اور جو

یہاں تک پہنچ گیا ہو کہ کہتا ہو کہ اگر کوئی شخص پانی میں پیشاب کر دیا ہو تو پانی نجس ہو جائے گا، اور برتن میں پیشاب کر دے، پھر اس کو پانی میں بہادے تو پانی نجس نہیں ہوگا تو کیسے اس کی کوئی اہمیت ہوگی، اور کیسے اہل عقل میں شمار کیا جائے گا چہ جائے کہ اہل علم میں۔

(5)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے حوالہ سے رقم فرمایا: ''وظاہریہ خود مبتدعانند ومبتدع را در اجماع اعتبارے نیست و وفاقش ملحوظ نشود و خلافش خلل نہ پذیرند-**لانهم ليسوا من الامة على الاطلاق كما فى التوضيح وغيره-ليسوا من امة الاجابة-وانما هم من امة الدعوة كما فى مرقاة المفاتيح وغيرها**''۔(فتاویٰ رضویہ: جلد پنجم:ص375)

ترجمہ: فرقہ ظاہریہ خود بدعتی ہے اور بدعتی کا اجماع میں کوئی اعتبار نہیں ہے، اور اس کے اتفاق کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے، اور اس کے اختلاف سے خلل نہیں ہوتا ہے، اس لیے کہ یہ سب علی الاطلاق امت میں سے نہیں ہیں جیسا کہ توضیح وغیرہ میں ہے کہ یہ سب امت اجابت میں سے نہیں ہیں اور یہ لوگ امت دعوت میں سے ہیں جیسا کہ مرقاۃ المفاتیح وغیرہ میں ہے۔

داؤد ظاہری اور فرقہ ظاہریہ قیاس کے انکار کے سبب اہل سنت وجماعت سے خارج اور اہل بدعت وضلالت میں سے ہیں، کیوں کہ قیاس کی حجیت ضروریات اہل سنت سے ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

باب سوم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

سند اجماع کے اعتبار سے اجماع کی قسمیں

اجماع کے لیے سند اجماع ضروری ہے اور سند اجماع کے اعتبار سے اجماع مجرد کی متعدد قسمیں ہیں۔ بہت سے اجماعی امور کی سند مروی نہیں ہوتی ہے۔ غیر ضروری اجماعی امر دینی کی مشہور مثال صلبی بیٹی کے ساتھ پوتی کا سدس کا مستحق ہونا ہے۔ سند اجماع کے اعتبار سے اجماع مجرد کی قسموں کا بیان اور مثال مذکور کی تشریح اس باب میں مرقوم ہے۔

فصل اول

سند اجماع اور اجماع مجرد کی قسمیں

اجماع مجرد کا معنی یہ ہے کہ کسی عہد کے مجتہدین کسی حکم شرعی پر متفق ہو جائیں۔ اجماع مجرد کے لیے سند اجماع ضروری ہے، خواہ وہ آیت قرآنیہ ہو، یا حدیث نبوی ہو، یا قیاس ہو۔

علامہ محب اللہ بہاری نے رقم فرمایا: (**لا اجماع الا عن مستند علی المختار**)

(فواتح الرحموت: جلد دوم: ص289- درالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: مذہب مختار پر بلا سند کوئی اجماع نہیں۔

علامہ محب اللہ بہاری نے رقم فرمایا: (**جاز کون المستند قیاسًا**)

(فواتح الرحموت: جلد دوم: ص290- درالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: سند اجماع کا قیاس ہونا جائز ہے۔

امام جصاص رازی حنفی (م ۳۷۰ھ) نے رقم فرمایا: (**قد یکون الاجماع عن توقیف- ویکون عن استخراج فهم معنی التوقیف- فمنه ما علم وجه**

التوقیف فیہ–ومنہ ما لا یعلم–لعدم النقل فیہ–ویکون ایضًا عن رأی واجتھاد) (الفصول فی الاصول: جلدسوم:ص 277)

ترجمہ: کبھی اجماع توقیف (آیت وحدیث) کے سبب ہوتا ہے، اور کبھی توقیف کے سمجھے ہوئے مستخرج معنی کے سبب ہوتا ہے، پس بعض اجماع وہ ہے جس کے بارے میں وجہ توقیف کا علم ہے اور بعض اجماع وہ ہے جس میں (سبب اجماع کے) نقل نہ ہونے کے سبب وجہ توقیف کا علم نہیں اور اجماع اجتہاد ورائے کے سبب بھی ہوتا ہے۔

سند اجماع کبھی توقیف یعنی آیت قرآنیہ یا حدیث نبوی ہوتی ہے اور کبھی قرآن و حدیث کے معانی اور کبھی قیاس سند اجماع ہوتا ہے۔ کبھی سند کا علم ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔

(1) قطعی الدلالت آیات مقدسہ سے ثابت ہونے والے اجماعی امور

امام جصاص رازی حنفی نے رقم فرمایا: (**فاما الاجماع الذی علمنا کونہ عن توقیف–فنحو قولہ تعالیٰ(حرمت علیکم امھا تکم وبناتکم)الٰایۃ–وقد اجمعت الامۃ علیٰ ما ذکر فی الأیۃ–وانما صدر اجماعھم عن التوقیف المذکور فیھا–وکذلک سائر الأی المحکمۃ التی اتفق الناس علیٰ حکمھا**)

(الفصول فی الاصول: جلدسوم:ص 277)

ترجمہ: لیکن وہ اجماع جس کے توقیف سے ہونے کا ہمیں علم ہے، پس جیسے ارشاد الٰہی (تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں حرام کی گئیں: آخر آیت تک) اور امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہو گیا ہے جو آیت میں بیان کیا گیا اور مسلمانوں کا اجماع اس بارے میں مذکورہ توقیف کے سبب ہوا۔ اسی طرح تمام محکم آیات مقدسہ جن کے حکم پر امت کا اجماع ہے۔

توقیف یعنی آیت قرآنیہ (حرمت علیکم امہاتکم :الآیہ) کے سبب امت مسلمہ کا اجماع ہوا کہ اس آیت مقدسہ میں جن عورتوں کو حرام قرار دیا گیا، وہ حرام ہیں اور یہ اجماع مذکورہ آیت مقدسہ کے سبب ہوا۔ اسی طرح تمام آیات محکمہ کے احکام پر امت کا اجماع ہوا۔

(2) قطعی الدلالت احادیث متواترہ سے ثابت ہونے والے اجماعی امور

امام جصاص رازی حنفی نے رقم فرمایا:(ومنه ما هو عن توقيف من النبی صلی الله عليه وسلم-منه ما ورد من جهة التواتر-ومنه ما روی فی اخبار الافراد من طريق التواتر-فمما ورد من طريق التواتر-رجم المحصن-اجتمعت الامة عليه-الا قوم من الخوارج-وليسوا عندنا بخلاف-ومنه قوله(لا تنكح المرأة علىٰ عمتها-ولا علىٰ خالتها)ومنه قوله (الذهب بالذهب-مثلًا بمثل -والفضة مثلاً بمثل)قد اجتمعت الامة عليه-وقد كان ابن عباس خالف فيه-ثم رجع الی قول الجماعة)

(الفصول فی الاصول: جلدسوم:ص278)

ترجمہ:اوراجماع میں سے بعض وہ ہے جوحدیث نبوی کے سبب ہوا۔بعض اجماعی امروہ ہے متواترطریقے پرمروی ہوا،اوربعض وہ ہے جومتواترطورپراخبارآحادمیں مروی ہوا ،پس وہ جومتواترطریقے پرمروی ہوا،شادی شدہ زانی کی سنگساری ہے،خوارج کی ایک جماعت کےعلاوہ امت مسلمہ کااس پراجماع ہے،اورخوارج ہمارے نزدیک اختلاف کی منزل میں نہیں ۔اسی میں سے ارشادنبوی ہے کہ عورت کا نکاح اس کی پھوپھی یا خالہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے نہیں کیا جائے گااوراسی میں سے ارشادنبوی ہے کہ سونا سونا کے بدلے اور چاندی چاندی کے بدلے برابر برابر بیچی جائے گی ،امت مسلمہ کااس پراجماع ہے،اوراس معاملے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے مخالفت کی تھی ،پھر وہ جماعت مومنین کےقول کی طرف رجوع کر لیے۔

توقیف یعنی حدیث نبوی کے سبب جواجماع ہوا،اس میں بعض وہ ہے جومتواتر طورپرمروی ہے ۔فرمان نبوی کے سبب شادی شدہ زانی کی سنگ ساری پراجماع امت ہے۔یہ امر دینی متواتر طورپرمروی ہے۔خوارج کی ایک جماعت کااس میں اختلاف ہے،

لیکن خوارج اہل بدعت میں سے ہیں،لہٰذاان کے اختلاف کا اعتبار نہیں۔

(3)اخبارآحاد سے ثابت ہونے والے اجماعی امور

امام جصاص رازی حنفی نے رقم فرمایا:(ومما ورد من التوقیف من طریق الافراد -واجتمعت الامة علی معناه-ما روی عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انه قال:(۱)فی احدی الیدین نصف الدیة(۲)وفی الانف الدیة(۳) وان الدیة مائة من الابل(۴)ومن ابتاع طعامًا فلا یبیعه حتی یقبضه-و اجتمعت الامة علٰی ما وردت به هذه الاخبار)(الفصول فی الاصول:جلدسوم:ص278)

ترجمہ:اوراس حدیث نبوی میں سے جوخبرواحد کے طور پرمروی ہوئی اورامت مسلمہ نے اس کے معنی پراجماع کیا،وہ ہے جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ (۱)ایک ہاتھ میں نصف دیت ہے(۲)اورناک میں نصف دیت ہے(۳)اوردیت سو اونٹ ہے(۴)اورجوغلہ خریدے تواسے قبضہ سے پہلے نہ بیچے،اورامت مسلمہ نے اس پر اجماع کیاجوان احادیث نے بیان کیا۔

خبرواحد کے سبب جواجماع ہوا،جیسےایک ہاتھ کے بدلے نصف دیت ہے۔

(4)نص کے مدلولات سے ثابت ہونے والے اجماعی امور

امام جصاص رازی حنفی نے رقم فرمایا:(واما الاجماع الواقع عن غیر توقیف نعلمه عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم-وانما کان استخراج بعضهم لمعنی التوقیف واتباع الباقین ایاه-فی نحو ما روی:

(۱)ان بلالًا ونَفَرًا معه من الصحابة قد کانوا سالوا عمر قسمة السواد فابٰی علیهم-وراجعوه فیه مرارًا- ثم قال بهم یومًا-وجدت فی کتاب اللّٰه عزوجل ما یفصل بینی وبینکم-وهوقوله تعالٰی:(مَا اَفَاءَ اللّٰه علٰی رسوله من اهل القری فَلِلّٰه وللرسول)الٰی قوله تعالٰی(کیلا یکون دولةً

بین الاغنیاء منکم)الٰی ان قال(للفقراء المهاجرین)ثم ذکرالانصار(والذین تبوئوا الدار والایمان من قبلهم)ثم ذکر من جاء بعدهم فقال(والذین جاؤوا من بعدهم)فقد جعل لهولاء کلهم فیه الحق–ومنع ان یکون دولةً بین الا غنیاء منکم–ولو قسمت السواد بینکم لتداوله الاغنیاء منکم–و بقی اٰخر الناس لاشیء لهم–فلما سمعوا ذلک من عمر–عرفوا صحة احتجاجه بها–وابانته عن موضع الدلالة منها–علٰی ما ذهب الیه–فرجعوا الی قوله–وتابعوه علٰی رایه.

(۲)ونحوا جماعهم علٰی ان عمة الاب وخالته حرام علیه–و کذلک عمة امه وخالتها–ولیس ذلک منصوصًا علیه فی الکتاب–و انما اجمعوا علیه بدلالة المنصوص فی تحریمه–العمة والخالة–ثم کانت ام الاب بمنزلة امه فی التحریم–کذلک عمة الاب وخالته بمنزلة عمته وخالته.

(۳)ونحو قول ابی بکر الصدیق للصحابة حین خالفوه فی قتال اهل الردة–لاقاتلن مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلاَةِ وَالزَّکَاةِ–فَقَالَ لَه اصْحَابُه–قد قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم–اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یقولوا:لااله الا اللّٰه–فاذا قالوها–عصموا منی دمائهم واموالهم–فقال:انما قال:عصموا منی دمائهم واموالهم الابحقها–وهذا من حقها–فعرف الجمع صحة استخراجه لمعنی التوقیف ورجعوا الٰی قوله)

(الفصول فی الاصول:جلدسوم:ص279)

ترجمہ:لیکن وہ اجماع جوبغیرکسی ایسی توقیف کے واقع ہوجس کاعلم ہمیں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہوا ہو،اور وہ اجماع بعض فقہا کے توقیف کے معنی

کے استخراج کے سبب اور باقی لوگوں کے اس کے اتباع کے سبب ہوا ہو جیسے جو مروی ہے کہ:

(۱) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سواد عراق کی تقسیم کا مطالبہ کیا تو انہوں نے انکار فرمایا اور ان حضرات نے اس زمین کے بارے میں کئی بار ان سے رجوع کیا، پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن ان حضرات سے فرمایا: میں نے قرآن مجید میں وہ پالیا جو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے، اور وہ ارشاد الٰہی ہے: (ماافاء اللہ: الآیہ)

پس اللہ تعالیٰ نے ان تمام کا حق اس میں رکھا ہے اور منع فرمایا کہ یہ تمہارے مالداروں کی دولت ہو جائے، اور اگر سواد عراق تقسیم کر دیا جائے تو ضرور تمہارے مالدار لوگ اسے یکے بعد دیگرے لیں گے اور دوسرے لوگوں کا اس میں کچھ حصہ نہیں ہوگا، پس جب ان حضرات نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ سنا تو مذکورہ آیت سے ان کے استدلال کی صحت کو جان لیا اور اس آیت سے ان کے موقف کے موضع دلالت کے ظہور کو جان لیا، پس ان کے قول کی طرف رجوع کر لیے اور ان کی رائے کی پیروی کیے۔

(۲) اور جیسے فقہا کا اجماع اس پر کہ باپ کی پھوپھی اور خالہ اس پر حرام ہے اور اسی طرح اس کی ماں کی پھوپھی اور اس کی خالہ اس پر حرام ہے، اور یہ کتاب اللہ میں منصوص نہیں ہے اور فقہا نے اس کی پھوپھی اور خالہ کی حرمت کے سلسلے میں حکم منصوص کی دلالت سے اس پر اجماع کیا، پھر دادی حرمت میں اس کی ماں کی منزل میں ہے، اسی طرح باپ کی پھوپھی اور اس کی خالہ اس کی (اپنی) پھوپھی اور خالہ کی منزل میں ہے۔

(۳) اور جیسے مرتدین سے جہاد سے متعلق صحابہ کرام سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان کہ ضرور میں اس سے جہاد کروں گا جو نماز اور زکات میں فرق کرے، پس ان کے اصحاب نے ان سے عرض کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے جہاد کروں، یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں، پس

جب یہ کہ لیں تو ان لوگوں نے اپنے خون اور اپنے اموال کی مجھ سے حفاظت کر لی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنے خون اور اپنے اموال کی مجھ سے حفاظت کر لی، مگر اس کے حق کے سبب اور یہ (زکات) اس (مال) کے حق میں سے ہے، پس تمام صحابہ کرام نے ان کے توقیف کے معنی کے استخراج کی صحت کو جان لیا اور ان کے قول کی طرف رجوع کر لیے۔

(5) قیاس واجتہاد سے ثابت ہونے والے اجماعی امور

امام جصاص رازی حنفی نے رقم فرمایا: (**ومما علمنا وقوعه عن اجتهاد–حد الخمر ثمانين–وذلك ان عمر شاور الصحابة فی حد الخمر–فقال عَلِیٌّ: اذا شرب،سكر–واذا سكر،هذٰی–واذا هذٰی افترٰی–وحد الفرية ثمانون –وكذلك قال عبد الرحمن بن عوف–وقال علی عليه السلام:ما احدٌ أُقِيْمُ عَلَيْهِ حَدًّا فيموت منه فاديه(لان الحق قتله)اِلَّا حَدَّ الخمر فانه شیء وَضَعْنَاهُ بارٰائنا**) (الفصول فی الاصول: جلدسوم:ص279)

ترجمہ: اجماع میں سے وہ جس کا بذریعہ اجتہاد واقع ہونے کا ہمیں علم ہے، وہ شراب کی حد اسی کوڑا ہے، اور وہ یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شراب کی حد کے بارے میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مشورہ طلب فرمایا، پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب شراب پئے گا تو نشہ میں مست ہو جائے گا اور جب مست ہو جائے گا تو بکواس کرے گا اور جب بکواس کرے گا تو افترا والزام تراشی کرے گا اور الزام تراشی کی سزا اسی کوڑا ہے۔ اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کسی پر میں حد قائم کروں اور وہ مر جائے تو اس کی دیت میں نہیں دوں گا، کیوں کہ حق (منصوص شرعی حد) نے اسے ہلاک کیا، لیکن حد خمر، کیوں کہ یہ ایسی چیز ہے جسے ہم نے اپنی رائے سے وضع کیا۔

یعنی شراب کی حد لگانے کے سبب کسی کی موت ہو جائے تو اس کی دیت میں دوں گا۔

شراب کی حد اسی کوڑے پر صحابہ کرام کا اجماع قیاس کے سبب ہوا۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ طلب کرنے پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب کوئی شراب پئے گا تو نشہ میں مبتلا ہو گا، پھر بکواس کرے گا اور افترا والزام تراشی کرے گا اور الزام تراشی کی سزا اسی کوڑے ہیں،لہٰذا شراب نوشی کی سزا اسی کوڑا ہونا چاہئے۔

(6)اجماعی امور جن کی سند اجماع کا علم نہیں

امام جصاص رازی حنفی نے رقم فرمایا:(**واجمعوا ایضًا علٰی تاجیل امرأة العنین-و لیس فیه توقیف-والاغلب من امره-انه عن اجتهاد-وکذلک اتفاقهم- علٰی ان عدة الامة علٰی نصف من عدة الحرة-مع قوله تعالٰی: (والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء)وان دیة المرأة علی النصف من دیة الرجل- واجماعهم علٰی جواز شهادة النساء وحدهن فیما لا یطلع علیه الرجال- کالولادة ونحوها**)(الفصول فی الاصول:جلدسوم:ص279)

ترجمہ:فقہائے کرام نے عنین (نامرد) کی بیوی کے لیے مدت مقرر کرنے پر اجماع کیا اور اس بارے میں توقیف (آیت وحدیث) نہیں ہے،اور اس کے بارے میں ظن اغلب ہے کہ وہ اجتہاد کے سبب ہے اور اسی طرح فقہائے کرام کا اجماع اس بات پر کہ باندی کی عدت آزاد عورت کی عدت کا نصف ہے، رب تعالیٰ کے ارشاد کے باوجود کہ (مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین قروء تک روک رکھیں) اور (اس پر اجماع ہے کہ) عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے اور فقہا کا اس پر اجماع ہے کہ صرف عورتوں کی گواہی اس میں جائز ہے جس پر مرد مطلع نہیں ہوتے ہیں جیسے ولادت اور اس جیسا معاملہ۔

بعض اجماع اجتہاد وقیاس کے واقع ہوا، کیوں کہ اس بارے میں آیت وحدیث نہیں،اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اجتہاد وقیاس کے ذریعہ ان امور پر اجماع واقع ہوا۔

اجماع کی قسم ششم کی تفاصیل

(1)امام جصاص رازی نے رقم فرمایا:(ولیس یمنع ان یکون کثیرمن الاجماعات التی لاتعرفها معها توقیف-قد کانت صدرت له عن توقیف من النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم-تَرَکَ النَّاسُ نقله-اکتفاءً بوقوع الاتفاق وفقد الخلاف) (الفصول فی الاصول: جلدسوم:ص278)

ترجمہ: اس میں کوئی مانع نہیں ہے کہ بہت سے اجماع جس کے ساتھ کسی توقیف (آیت وحدیث) کا تمہیں علم نہیں، وہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی حدیث کے سبب واقع ہوئے ہوں اورلوگوں نے اتفاق کے واقع ہونے اوراختلاف کے مفقود ہونے کے سبب اس حدیث کی روایت کوترک کردیا ہو۔

(2)امام جصاص رازی حنفی نے رقم فرمایا:(واماالاجماع الذی وقع منهم من غیر توقیف وَرَدَ فِیْهِ-ولا استخراج معنی التوقیف-فَجَائِزٌ ان یکون اصله کان توقیفًا-وجائزٌ ان یکون اجتهادًا-نحواجماعهم علٰی ان للجدتین ام الام وام الاب-اذا اجتمعتاءالسدس-وان لبنت الابن نصف المیراث اذا لم یکن للمیت ولد الصلب)(الفصول فی الاصول: جلدسوم:ص279)

ترجمہ:لیکن فقہا کا وہ اجماع جواس بارے میں توقیف کے ورود کے بغیراورتوقیف (آیت وحدیث) کے معنی کے استخراج کے بغیرواقع ہوتو جائز ہے کہ اس کی اصل توقیف ہو اورجائز ہے کہ(اس کی اصل)اجتہاد ہوجیسے فقہا کا اجماع کہ نانی ودادی جب دونوں جمع ہوں توان کے لیے سدس ہے،اور پوتی کے لیے نصف میراث ہے جب میت کی صلبی اولاد نہ ہو۔

(3)امام زرکشی شافعی نے رقم فرمایا:(اذا احتمل اجماعهم ان یکون عن قیاس اوتوقیف-فعلٰی ایهما یحمل؟-الثالث-اذا احتمل ان یکون

اجـمـاعهم عن قياس لامكانه فی الحادثة-او عن دليل-فهل الاولی حمله علٰی ان يكـون صـادرًا عـن الـقيـاس اوعـن التوقيف؟ لا اعلم فيـه كلامًا للاصوليين) (البحرالمحیط: جلد چہارم:ص455)

ترجمہ: جب فقہا کا اجماع احتمال رکھے کہ قیاس یا توقیف کے سبب ہو تو ان دونوں میں سے کس پر محمول کیا جائے؟ تیسرا یہ کہ جب ان کا اجماع احتمال رکھے کہ ان کا اجماع قیاس کے سبب ہو، تو حادث امر میں قیاس کے امکان کی وجہ سے، یا کسی دلیل کے سبب اجماع ہو تو کیا اس کو اس پر محمول کرنا اولیٰ ہے کہ وہ اجماع قیاس کے سبب صادر ہوا ہے، یا توقیف کے سبب صادر ہوا ہے، مجھے اس بارے میں علمائے اصول کی بات معلوم نہیں۔

(4)امام زرکشی شافعی نے رقم فرمایا:(يـجـوز لـلـمجمعين تَرْكُ الدَّليل بعد اشتهار المسالة وانعقاد الاجماع)(البحرالمحیط: جلد چہارم:ص455)

ترجمہ: مسئلہ مشہور ہونے اور اجماع منعقد ہو جانے کے بعد اہل اجماع کو دلیل ترک کر دینا جائز ہے۔

(5)امام زرکشی شافعی نے رقم فرمایا:(قـال ابـن بـرهان فی الوجيز: اذا انعقد الاجـماع وكان دليله مجهولًا عند اهل العصر الثانی-ووجدنا خبرًا واحدًا فهـل يـجـب ان يكون الخبر مستنده ام لا؟-نقل عن الشافعی انه قال: لابد ان يكون ذلك الخبر مستندًا للاجماع-وخالف فی ذلك الاصوليون الخ.

وانـمـا قيـد الـمسألة بخبر الواحد- لانه اذاكان الخبر متواترًا-فهو مستـنـدهـم بـلا خلاف-كما قال القاضی عبد الوهاب-كما يجب عليهم الـعـمـل بـمـوجـب النص-قال: وانما الخلاف فی خبر الأحاد-وهو ثلاثة اقسام-ان يعلم ظهوره بينهم والعمل بموجبه لاجله-او يعلم ظهوره بينهم والعمل بموجبه ولايعلم انهم عملوا لاجله-او لا يكون ظاهرًا-بل عملوا

بما تضمنه–ففی القسم الثانی–ثلاثة مذاهب–ثاالثها–اِنْ کَانَ علٰی خلاف القیاس فهو مستندهم–واما الثالث فلا یدل علٰی انهم عملوا من اجله)

(البحر المحیط : جلد چہارم :ص456)

ترجمہ: امام ابن برہان شافعی (۴۴۴ھ–۵۱۸ھ) نے ''الوجیز''میں فرمایا:

جب اجماع منعقد ہو جائے ،اور عہد دوم والوں کے یہاں اجماع کی دلیل مجہول ہو، اور ہم کوئی خبر واحد پائیں تو کیا ضروری ہے کہ وہ خبر واحد اس کی سند ہو یا ضروری نہیں؟ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ضروری ہے کہ خبر واحد اجماع کی سند ہو، اور اس بارے میں علمائے اصول نے مخالفت کی: الخ

اور مسئلہ کو خبر واحد سے مقید کیا، کیوں کہ جب خبر متواتر ہو تو بلا اختلاف وہ ان کی سند اجماع ہوگی ،جیسا کہ قاضی عبد الوہاب نے فرمایا، کیوں کہ ان پر نص (حدیث متواتر) کے مقتضا پر عمل واجب ہے۔انہوں نے فرمایا کہ اختلاف خبر واحد کے بارے میں ہے۔

اور اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) اس خبر واحد کا ان کے درمیان ظہور اور اس خبر واحد کے سبب اس کے مقتضا کے مطابق عمل معلوم ہو، (۲) یا اس خبر واحد کا ان کے درمیان ظہور اور اس کے مقتضا کے مطابق عمل معلوم ہو، اور یہ معلوم نہ ہو کہ انہوں نے اسی خبر واحد کے مطابق عمل کیا (۳) یا وہ خبر واحد ظاہر نہ ہو، بلکہ اس خبر واحد کے مضمون پر عمل کیا ہو، پس قسم ثانی میں تین مذاہب ہیں۔تیسرا یہ کہ اگر وہ خبر واحد خلاف قیاس ہو تو وہی ان کی سند ہے، اور لیکن قسم سوم تو یہ دلالت نہیں کرتی کہ انہوں نے اسی خبر واحد کے سبب عمل کیا ہو۔

(6) علامہ بحر العلوم فرنگی محلی نے رقم فرمایا: **((واما فی المستقبلات کاشراط الساعة وامور الأخرة فلا) اجماع (عند الحنفیة) یعنی لا حاجة الی الاحتجاج به–لَا انَّه لیس حجة فیها–کیف لا، والدلائل عامة (لان الغیب لا مدخل فیه للاجتهاد) اذ لایکفی فیه الظن–فلا بد من دلیل قطعی یدل**

علیه وحینئذ لا حاجة الی الاجماع فی الاحتجاج.

والحق انه یصح الاحتجاج فیها ایضًا لتعاضد الدلائل-ولانه احتمل ان یسمعوا کُلٌّ منفردًا-فَاَجْمَعُوا علٰی ما سمعوا-ولم ینقلوا لِوُجُوْدِ الاتفاق-فیفید هذا الاجماع لنا-ولا یفید ذلک القاطع لعدم بقاء تواتره-فالحق اذن ان المستقبلات من الاخبار کالشرعیات فی الثبوت بالاجماع) (فواتح الرحموت: جلد دوم:ص296-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:لیکن مستقبلات جیسے قیامت کی نشانیاں اور امور آخرت تو فقہائے احناف کے نزدیک اجماع نہیں ہے،یعنی اس سے استدلال کی حاجت نہیں،ایسا نہیں کہ اجماع اس بارے میں حجت نہیں، بھلا وہ حجت کیسے نہ ہوگا،حالاں کہ دلائل عام ہوتے ہیں۔

(مستقبلات میں اجماع نہیں) کیوں کہ غیبی امر میں اجتہاد کا دخل نہیں،اس لیے کہ اس میں ظن کافی نہیں، پس اس کے لیے دلیل قطعی ضروری ہے جواس پر دلالت کرے،اور اس وقت(دلیل قطعی ہونے کے وقت)استدلال کے لیےاجماع کی ضرورت نہیں۔

اور حق یہ ہے کہ دلائل کے ایک دوسرے کوقوت دینے کے سبب مستقبلات میں بھی (اجماع سے)استدلال صحیح ہے،اوراس لیے کہ احتمال ہے کہ سبھوں نے انفرادی طور پر سنا ہو، پھر اپنی سنی ہوئی حدیث پر اجماع کرلیا ہو،اور وہ حدیث اتفاق کے پائے جانے کے سبب منقول نہ ہوئی ہو، پس یہ اجماع ہمارے لیے مفید ہوگا،اور وہ حدیث قطعی ہمارے لیے مفید نہیں، کیوں کہ اس کا تواتر باقی نہیں (اوراس کی قطعیت باقی نہیں رہی)، پس اس وقت حق ہے کہ مستقبل سے متعلق خبریں اجماع کے ذریعہ ثبوت میں شرعیات کی طرح ہیں۔

منقولہ بالا اقتباسات سے واضح ہوگیا کہ بہت سے اجماعی مسائل کی سند مذکور نہیں ہوتی ہے،لیکن اس کی سند ضرور ہوتی ہے۔اجماع کے بعد اس امر کی مخالفت جائز نہیں، نہ ہی اجماعی مسئلہ میں اجتہاد جائز ہے،لہٰذا اجماع کے بعد اس کی سند کی ضرورت نہیں رہتی۔

فصل دوم

اجماع مجرد کی کثیر الاستعمال مثال

غیر ضروری دینی اجماعی امر کی مشہور مثال ہے کہ جب ایک بیٹی ہو، اور اس کے ساتھ پوتی ہو تو بیٹی کو نصف اور پوتی کو سدس ملے گا۔ اگر چند پوتی ہوں تو وہ تمام اسی سدس میں حصہ دار ہوں گی ۔ یہ مسئلہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر نہیں ،لیکن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اس پر اجماع ہے، لہٰذا یہ ضروریات اہل سنت سے ہے۔

امام سبط ماردینی نے رقم فرمایا: (**اقول: ممن فرضه السدس بنت الابن فاكثر–اذا كانت مع البنت الواحدة– فتاخذ بنت الابن اوبنات الابن السدس تكملة الثلثين اجماعًا لقول ابن مسعود رضى الله عنه–وقد سئل عن بنت وبنت ابن واخت–فقال لاقضين فيها بقضاء النبى صلى الله عليه وسلم–للبنت النصف ولبنت الابن السدس تكملة الثلثين–وما بقى فللاخت–رواه البخارى وغيره**) (شرح الرحبیہ: ص68- دار القلم دمشق)

ترجمہ: ان میں سے جس کا حصہ سدس ہے، ایک یا ایک سے زیادہ پوتی ہے جب کہ وہ ایک بیٹی کے ساتھ ہو، پس حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر اجماع کے سبب ایک پوتی یا چند پوتیاں دوثلث کی تکمیل کے لیے سدس (چھٹا حصہ) لیں گی ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیٹی ، پوتی اور بہن کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ بیٹی کے لیے نصف ہے اور پوتی کے لیے سدس ہے، دوثلث کی تکمیل کے لیے، اور جو باقی بچے، وہ بہن کا ہے۔ اس کی روایت امام بخاری وغیرہ نے کی۔

اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا، لہٰذا یہ مسئلہ ضروریات اہل سنت میں شامل ہو گیا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسئلہ وراثت

(عن هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيْلٍ قَال سُئِلَ اَبُوْ مُوْسٰى عن ابنةٍ وبنت ابنٍ واختٍ-فقال للبنت النصف وللاخت النصف-وائت ابن مسعود فَسَيُتَابِعُنِىْ-فَسُئِلَ ابن مسعود واُخْبِرَ بقول ابى موسٰى-فقال لقد ضللت اذًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ-اَقْضِىْ فيها بما قضى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم-للابنة النصف ولابنة الابن السدس تكملة الثلثين وما بقى فللاخت-فَاَتَيْنَا اَبَا مُوْسٰى فَاَخْبَرْنَاهُ بقول ابن مسعود فقال:''لا تسألونى ما دام هذا الحبر فيكم'')(صحیح البخاری: جلد دوم:ص997:طبع ہندی)

ترجمہ: حضرت ہزیل بن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیٹی، پوتی اور بہن کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: بیٹی کے لیے نصف ہے اور بہن کے لیے نصف ہے اور تم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاؤ، وہ عنقریب میرا اتباع کریں گے۔

پس حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا اور انہیں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات بتائی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ (اگر میں ان کی پیروی کروں تو) میں ضرور اس وقت غلط راہ پر چلا جاؤں گا اور میں ہدایت پر نہیں رہوں گا۔ میں اس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ بیٹی کے لیے نصف ہے اور دوثلث کی تکمیل کے لیے پوتی کے لیے سدس ہے اور جو باقی بچے، بہن کے لیے ہے، پس ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور ہم نے انہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات بتائی تو انہوں نے فرمایا:

مجھ سے مت پوچھو، جب تک تمہارے درمیان یہ عالم رہیں۔

(عن هزيل بن شرحبيل الاودى قال: جاء رجل الى ابى موسى الاشعرى وسلمان بن ربيعة فسألهما عن ابنة وابنة ابن واخت لاب وام- فقالا: لابنته النصف وللاخت من الاب والام النصف ولم يورثا ابنة الابن شيئا -وأت ابن مسعود فانه سيتابعنا،فاتاه الرجل،فسأله واخبره بقولهما -فقال: لقد ضللت اذا وما انا من المهتدين-ولكنى ساقضى فيها بقضاء النبى صلى اللّٰه عليه وسلم-لابنته النصف ولابنة الابن سهم تكملة الثلثين ،وما بقى فللاخت من الاب والام)

(سنن ابی داؤد: باب الفرائض: ص400: طبع ہندی)

ترجمہ: حضرت ہزیل بن شرحبیل اودی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا: ایک شخص حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آیا اور ان دونوں سے بیٹی، پوتی اور سگی بہن کے بارے میں سوال کیا تو ان دونوں نے فرمایا کہ بیٹی کے لیے نصف ہے اور سگی بہن کے لیے نصف ہے اور ان دونوں نے پوتی کو کچھ وراثت نہ دی اور (ان دونوں نے فرمایا کہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاؤ، وہ عنقریب ہماری پیروی کریں گے، پس وہ آدمی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور ان سے دریافت کیا اور انہیں ان دونوں کی بات بتائی، پس انہوں نے فرمایا کہ (اگر میں ان کی پیروی کروں تو) میں ضرور اس وقت غلط راہ پر چلا جاؤں گا اور میں ہدایت پر نہیں رہوں گا، لیکن میں اس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ بیٹی کے لیے نصف ہے اور دوثلث کی تکمیل کے لیے پوتی کے لیے ایک حصہ (سدس) ہے اور جو باقی بچے، سگی بہن کے لیے ہے۔

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی طرف رجوع کرلیا اور سلمان بن ربیعہ باہلی کے رجوع کی بات بھی کہی گئی۔

مسئلہ مذکورہ ضروریات دین سے نہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذکورہ واقعہ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں واقع ہوا۔ یہ مسئلہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر نہیں ہے۔ یہ ضروریات دین سے نہیں۔اس مسئلہ میں روافض کا اختلاف ہے۔

محدث بدرالدین عینی حنفی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے رقم فرمایا:

(وکانت هذه القضية فی زمن عثمان رضی اللّٰه تعالٰی عنه)

(عمدۃ القاری: جلد23:ص240-داراحیاءالتراث العربی بیروت)

ترجمہ: یہ واقعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہوا۔

محدث ابن عبدالبر مالکی نے رقم فرمایا:(**علٰی هذا استقر مذهب الفقهاء وجماعة العلماء علٰی ان لابنة الابن مع الابنة للصلب السدس تكملة الثلثين علٰی ما فی حديث ابن مسعود–هذا عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم –وللشيعة فی هذا المذهب مسئلة علٰی اصولهم فی ان لا ترث ابنة الابن شيئا مع الابنة كما لايرث ابن الابن مع الابن شيئا**)

(الاستذکار: جلد پنجم:ص327-دارالکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: اسی پر فقہا اور جماعت علما کا مذہب مستقر ہو گیا کہ دوثلث کی تکمیل کے لیے صلبی بیٹی کے ساتھ پوتی کے لیے سدس ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے،اور شیعہ کا ان کے اصول کے مطابق اس مذہب کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ بیٹی کے ساتھ پوتی کسی چیز کی وارث نہیں ہوگی جیسا کہ بیٹے کے ساتھ پوتا کسی چیز کا وراث نہیں ہوتا ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی شافعی نے رقم فرمایا:(**وخرج بالمجمع عليه بالضرورة**

کاستحقاق بنت الابن السدس مع بنت الصلب وتحریم نکاح المعتدة- فلا یکفر جاحدهما کما بینته فی شرح الارشاد) (الاعلام:ص353)

ترجمہ: مجمع علیہ بدیہی سے نکل گیا صلبی بیٹی کے ساتھ پوتی کے سدس کا مستحق ہونا اور عدت والی عورت کے نکاح کا حرام ہونا، پس ان دونوں کا منکر کافر نہیں ہوگا جیسا کہ میں نے شرح ارشاد میں اس کو بیان کردیا۔

مذکورہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہوگیا کہ صلبی بیٹی کے ساتھ پوتی کا سدس کا مستحق ہونا ضروریات دین سے نہیں ہے، پس تاویل کے ساتھ اس کا انکار کفر کلامی نہیں ہوگا۔

مسئلہ مذکورہ پر صحابہ کرام کا اجماع

خلافت عثمانیہ کے عہد میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے حاکم تھے ، اور حضرت سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے قاضی تھے۔حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رجوع مشہور ہے،اور حضرت سلمان بن ربیعہ باہلی کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی جانب رجوع کا قول کیا گیا ہے،اور یہ مسئلہ فقہا کے درمیان اجماعی ہے۔اگر وہ رجوع نہیں کرتے تو یہ مسئلہ اجماعی نہیں ہوتا۔

محدث ابن عبدالبر مالکی نے رقم فرمایا:(**هذا ایضا لاخلاف فیه الا شئ روی عن ابی موسی وسلمان بن ربیعة-لم یتابعهما احد علیه واظنهما انصرفا عنه بحدیث ابن مسعود**) (الاستذکار: جلد پنجم:ص327-دارالکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ:اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں ،مگر ایک چیز کہ وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری وحضرت سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔اس پر ان دونوں کی کسی نے پیروی نہیں کی اور مجھے ظن ہے کہ یہ دونوں حضرات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے سبب اس سے رجوع فرمالیے۔

محدث ابن ملقن نے رقم فرمایا:(**لا خلاف بین الفقهاء واهل الفرائض فی میراث ابنة الابن مع الابنة–وابوموسی قد رجع اذ خصم بالسنة**) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح: جلد30:ص475:وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ،قطر)

ترجمہ:فقہا اور علمائے میراث کے درمیان بیٹی کے ساتھ پوتی کی میراث میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے(اپنے قول سے)رجوع فرمالیا ہے جب(ان کا قول)حدیث کے خلاف ہوا۔

محدث ابن ملقن شافعی(م۸۰۴ھ)نے رقم فرمایا:(**قال ابن عبد البر:قال بما ذکره ابوموسی وسلمان بن ربیعة ولم یتابعهما احد علیه،واظنهما انصرفا عنه**)(التوضیح لشرح الجامع الصحیح جلد:30ص476:وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ قطر)

ترجمہ:حافظ ابن عبدالبر مالکی نے فرمایا:انہوں نے فرمایا اس بارے میں جس کا ذکر حضرت ابوموسیٰ اشعری وسلمان بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کیا اور اس پر ان دونوں کی کسی نے پیروی نہیں کی اور مجھے ظن ہے کہ یہ دونوں اس سے رجوع کر لیے۔

محدث ابن حجر عسقلانی نے رقم فرمایا:(**قال ابن عبد البر:لم یخالف فی ذلک الا ابو موسی الاشعری وسلمان بن ربیعة الباهلی وقد رجع ابو موسی عن ذلک ولعل سلمان ایضا رجع کابی موسی–وسلمان المذکور مختلف فی صحبته وله اثر فی فتوح العراق ایام عمر وعثمان رضی الله تعالی عنهما واستشهد فی زمان عثمان وکان یقال له سلمان الخیل لمعرفته بها**)(فتح الباری بشرح البخاری:ج14:ص12-داراحیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ:حافظ ابن عبد البر مالکی نے فرمایا:اس بارے میں صرف حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اختلاف کیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے رجوع فرمالیا ہے اور شاید حضرت سلیمان بن

ربیعہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح رجوع فرمالیا، اور مذکورہ سلمان بن ربیعہ باہلی کی صحابیت میں اختلاف ہے اور حضرت فاروق اعظم وحضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں عراق کی فتوحات میں ان کا بڑا اثر ہے۔ان کی شہادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہوئی، اور اان کی گھوڑوں کی معرفت وجانکاری کے سبب ان کو سلمان الخیل کہا جاتا تھا۔

حضرت سلیمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابت مختلف فیہ ہے۔محدث عسقلانی کے مذکورہ بالا اقتباس اور محدث عینی کی منقولہ ذیل عبارت میں صراحت ہے۔

محدث بدرالدین عینی (م۸۵۵ھ) نے رقم فرمایا:(**قال ابن بطال:ولا خلاف بين العلماء فيما رواه ابن مسعود-وفي جواب ابي موسى اشعار بانه رجع عما قاله-وقال ابوعمر:لم يخالف في ذلك الا ابو موسى الاشعري وسليمان بن ربيعة الباهلي وقد رجع ابو موسى عن ذلك ولعل سلمان ايضا رجع كابي موسى -وسلمان هذا مختلف في صحبته وله اثر في فتوح العراق ايام عمر وعثمان رضي اللّٰه تعالىٰ عنهما واستشهد في زمان عثمان وكان يقال له سلمان الخيل لمعرفته بها -وقال ابن العربي:يوخذ من قصة ابي موسى وابن مسعود جواز العمل بالقياس قبل معرفة الخبر-والرجوع الى الخبر بعد معرفته ونقض الحكم اذا خالف النص**)

(عمدۃ القاری شرح البخاری: جلد23:ص240-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: شارح بخاری محدث ابن بطال (م۴۴۹ھ) نے فرمایا: علما کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں جس کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب میں یہ اطلاع ہے کہ وہ اپنے قول سے رجوع فرمالیے، اور حافظ ابن عبد البر ابوعمر یوسف بن عبداللہ نمری مالکی نے فرمایا: اس بارے

میں صرف حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت سلیمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اختلاف کیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے رجوع کرلیا ہے اور شاید حضرت سلیمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح رجوع فرمالیا۔

اوراس سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت میں اختلاف ہے اور حضرت فاروق اعظم وحضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں عراق کی فتوحات میں ان کا بڑا اثر ہے۔ان کی شہادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہوئی ،اوراان کی گھوڑوں کی معرفت وجانکاری کے سبب ان کوسلمان الخیل کہا جاتا تھا۔

شارح ترمذی محدث ابن عربی مالکی (۴۶۸ھ-۵۴۳ھ) نے فرمایا: حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے واقعہ سے حدیث کی معرفت سے قبل قیاس پرعمل کا جواز اور حدیث کی معرفت کے بعد حدیث کی طرف رجوع کرنا اور جب حکم ،نص (حدیث) کے خلاف ہوتو حکم کوختم کرنا اخذ کیا جاتا ہے۔

مسئلہ مذکورہ پراجماع مسلمین

علامہ شامی نے رقم فرمایا:(ولـذا ذکر فی المسایرة:اَنَّ مَا ینفی الاستسلام او یـوجـب التـکـذیـب فهـو کُـفـرٌ–فـما ینفی الاستسلام،کُلُّ مَا قَدَّمْنَاهُ عَن الـحـنـفیة–اَیْ مِـمَّـا یـدل عـلـی الاستخفاف وما ذکر قبله من قتل نبی–اذ الاستـخـفـاف فیـه اظهر–وما یوجب التکذیب جَحْدُ کُلِّ مَا ثَبَتَ عن النبی صـلـی الـلّٰـه عـلیـه وسـلـم اِدِّعَـائُـه ضـرورةً–واما ما لم یبلغ حد الضرورة کـاسـتـحقاق بنت الابن السدس مع البنت باجماع المسلمین فظاهر کلام الـحـنـفیة الاکـفـار بـجـحده–فانهم لم یشرطوا سوی القطع فی الثبوت–

ویجب حملہ علٰی ما اذا عَلِمَ المنکر ثبوتہ قَطْعًا-لان مناط التکفیر وھو التکذیب او الاستخفاف عند ذلک یکون-اما اذا لم یعلم فلا-الا ان یذکر لہ اھل العلم ذلک فَیَلَجُّ-الخ-وھذا موافق لما قدمناہ عنہ من انہ یکفر بانکار ما اجمع علیہ بعد العلم بہ(ردالمختار: جلد چہارم: ص407-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:اسی لیے مسایرہ میں ذکر کیا گیا کہ جو استسلام کے منافی ہو، یا تکذیب کا سبب ہو ،وہ کفر ہے، پس ہر وہ امر استسلام کی نفی کرتا ہے جو ہم نے ائمہ احناف (کے حوالے) سے ماقبل میں بیان کیا، یعنی جو استخفاف پر دلالت کرے اور جو اس سے قبل ذکر کیا گیا یعنی کسی نبی علیہ السلام کا قتل، اس لیے کہ قتل میں استخفاف و بے ادبی زیادہ ظاہر ہے، اور ہر وہ امر جس کی نسبت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بداہۃً ثابت ہو، اس کا انکار تکذیب کا سبب ہے۔

لیکن جو ضرورت و بداہت کی حد تک نہ پہنچا ہو، جیسے مسلمانوں کے اجماع سے پوتی کا بیٹی کے ساتھ چھٹے حصے کا مستحق ہونا، پس فقہائے احناف کے کلام کا ظاہری مفہوم اس کے انکار کے سبب تکفیر کرنا ہے، کیوں کہ فقہائے احناف نے تکفیر کے لیے صرف ثبوت کے قطعی ہونے کی شرط لگائی۔(اس کے علم کے ضرورت و بداہت کی حد تک پہنچنے کی شرط نہیں لگائی)

اور اس (فقہائے احناف کے کلام) کو اس پر محمول کرنا ضروری ہے کہ جب منکر کو اس کے ثبوت کا قطعی علم ہو، اس لیے کہ تکفیر کی بنیاد یعنی تکذیب یا استخفاف بالدین علم قطعی کے وقت ہی متحقق ہوگا، لیکن جب اس (امر دینی) کو (قطعی طور پر) نہ جانے تو تکفیر نہیں، مگر جب اہل علم اس کو یہ بات بتا دیں، پس وہ ضد کرے: الخ۔ یہ اس کے موافق ہے جو ہم نے ماقبل میں صاحب درمختار سے نقل کیا کہ اجماعی امر کے علم کے بعد اس کا انکار کفر ہے۔

یعنی یہ جان لینے کے بعد کہ یہ دینی امر قطعی ہے، پھر بھی وہ بطور عناد اسی انکار پر اصرار کرے تو اس صورت میں تکذیب کے ظاہر ہونے کے سبب اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

مسئلہ مذکورہ ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔ضروریات اہل سنت کے انکار کی

تفصیلی بحث ہمارے رسالہ: ''ضروریات اہل سنت اور فقہائے احناف'' میں مرقوم ہے۔

اجماع صحابہ کے وقت تابعی مجتہد کا اعتبار

حضرت سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت مختلف فیہ ہے۔اگر وہ تابعی مجتہد ہیں تو ان کا عدم اتفاق اجماع میں حارج ہوگا۔اگر وہ مجتہد نہیں تو پھر تابعی ہونے کی صورت میں ان کا اختلاف غیر معتبر ہوگا۔ان کا شمار مجتہدین تابعین میں نہیں ہوتا ہے۔

علامہ محبّ اللہ فاضل بہاری نے رقم فرمایا:(**التابعی المجتهد معتبر عند انعقاد اجماع الصحابة عند الحنفية والشافعية واكثر المتكلمين**)

(مسلم الثبوت مع فواتح الرحموت: جلد دوم:ص271: دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: احناف وشوافع اور اکثر متکلمین کے یہاں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع کے انعقاد کے وقت تابعی مجتہد معتبر ہیں۔

الحاصل حضرت سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا،جیسا کہ علامہ ابن عبدالبر مالکی قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔بصورت دیگر وہ غیر مجتہد تابعی ہیں۔اجماع صحابہ میں ان کے اختلاف کا اعتبار نہیں۔اجماع صحابہ کرام کے باوجود ان کے عدم رجوع کی بات قرین قیاس نہیں،پس راجح یہی ہے کہ انہوں نے رجوع فرمالیا ہے:واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

خاتمہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

ضروریات دین کا منکر متکلمین وفقہا دونوں کے یہاں کافر کلامی ہے اور ضروریات اہل سنت کا منکر فقہائے احناف اور ان کے مؤیدین کے یہاں کافر فقہی ہے اور متکلمین کے یہاں گمراہ ہے۔ بعض فقہانے ہر اجماعی مسئلہ کے انکار کو کفر قرار دیا۔ یہ لوگ اجماعی عقائد واجماعی مسائل کے منکر کو کافر کہتے ہیں۔ یہ مرجوح قول ہے۔ یہ جمہور فقہا کا مذہب نہیں۔

علامہ شامی نے رقم فرمایا:(**هـذا مـوافق لِمَا قَدَّمْنَاهُ عنه من انه يَكْفُرُ بانكار مـا اُجْمِعَ عَلَيْهِ بَعْدَ الْعِلْمِ بِهٖ–ومثله ما فى نور العين عن شرح العمدة–اطلق بـعـضـهـم ان مـخـالف الاجماع يكفر–والحق ان المسائل الاجماعية تارةً يـصحبها التواترُ عن صاحب الشرع كوجوب الخمس–وقد لا يصحبها– فالاول يكفر جاحده لمخالفته التواتر لا لمخالفة الاجماع–الخ**)

(ردالمحتار: جلد چہارم:ص407-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: یہ اس کے موافق ہے جو ہم نے صاحب درمختار کے حوالے سے پہلے بیان کیا کہ اجماعی امر کے علم کے بعد اس کے انکار کے سبب کافر ہو جائے گا، اور اسی کی مثل (امام ابن دقیق العید شافعی کی) شرح عمدۃ الاحکام کے حوالے سے نور العین میں منقول ہے کہ بعض فقہانے مطلقاً فرمایا کہ اجماع کا مخالف کافر ہے۔

اور حق یہ ہے کہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر مسائل اجماعیہ کے ساتھ ہوتا ہے، جیسے نماز پنج گانہ کی فرضیت، اور کبھی ان مسائل کے ساتھ تواتر نہیں ہوتا ہے، پس تواتر کی مخالفت کے سبب اول کا منکر کافر ہوگا، نہ کہ اجماع کی مخالفت کے سبب: الخ۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر امر دینی کا انکار کفر ہے۔

اجماع مجتہدین کا لقب اجماع شرعی

ابن بدران حنبلی دمشقی (۱۲۸۰ھ-۱۳۴۶ھ) نے اجماع مجتہدین سے متعلق تحریر کیا:

(الإجماع لغة العزم والاتفاق-قال تعالى:(أجمعوا أمركم)أى اعزموا-ويقال أجمع القوم علىٰ كذا أى اتفقوا عليه.

واصطلاحا اتفاق المجتهدين من هذه الأمة فى عصر من العصور علىٰ أمر-ومن يرى انقراض العصر يزيد إلى انقراض العصر-ومن يرى أن الإجماع لا ينعقد مع سبق خلاف مستقر من حى أو ميت جوز وقوعه،يزيد لم يسبقه خلاف مجتهد مستقر-فقوله:(اتفاق المجتهدين)يخرج المقلدين لأنهم من العوام عند أهل الأصول فلا تعتبر مخالفته ولا موافقته.

وقوله:(على أمر)يتناول الدينى والدنيوى لكن المراد بالدنيوى ما يعود إلى الدين كأمر البيع والسلم وأما الاتفاق علىٰ أمر دنيوى محض كالاتفاق علىٰ مصلحة إقامة متجر أو حرفة-أو علىٰ أمر دينى لكنه لا يتعلق بالدين لذاته بل بواسطة كاتفاقهم علىٰ بعض مسائل العربية أو اللغة أو الحساب ونحوه فإن ذلک ليس إجماعا شرعيا أو اصطلاحيا-وإن كان إجماعا شرعيا فى الحقيقة لتعلقه بالشرع وإن كان بواسطة)

(المدخل الیٰ مذہب الامام احمد بن حنبل: جلد اول:ص278-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: اجماع کا لغوی معنی عزم واتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:(فاجمعوا امرکم) یعنی پختہ ارادہ کرو، اور کہا جاتا ہے:(اجمع القوم علیٰ کذا) یعنی قوم اس پر متفق ہوگئی۔

اور اصطلاح میں اجماع اس امت کے مجتہدین کا کسی زمانے میں کسی امر پر متفق ہو جانا ہے اور جو زمانہ گزر جانے کی رائے رکھتے ہیں، وہ ”الیٰ انقراض العصر“ کا اضافہ کرتے

ہیں اور جن کی رائے ہے کہ کسی زندہ مجتہد کے موجود اختلاف کے ہوتے ہوئے اجماع منعقد نہیں ہوگا اور مردہ کا اختلاف ہو تو اجماع کے وقوع کو جائز قرار دیتے ہیں، وہ اضافہ کرتے ہیں کہ اجماع سے پہلے کسی مجتہد کا موجود اختلاف نہ ہو۔

پس اس کا قول (مجتہدین کا اتفاق) مقلدین کو خارج کر دیتا ہے، کیوں کہ وہ علمائے اصول کے یہاں عوام میں سے ہیں، پس ان کی مخالفت وموافقت کا اعتبار نہیں ہوگا۔

اور اس کا قول (کسی امر پر) یہ دینی اور دنیوی امر کو شامل ہے، لیکن دنیوی سے وہ مراد ہے جو دین کی طرف واپس آئے جیسے بیع وسلم کا معاملہ، لیکن کسی محض دنیوی امر پر اتفاق جیسے تجارت گاہ یا پیشہ کو قائم کرنے کی مصلحت پر اتفاق، یا کسی ایسے دینی امر پر اتفاق جس کا دین سے براہ راست تعلق نہ ہو، بلکہ بالواسطہ تعلق ہو جیسے عربی قواعد یا لغت یا حساب وغیرہ کے مسائل پر اتفاق تو یہ اجماع شرعی یا اجماع اصطلاحی نہیں ہے، گرچہ حقیقت میں اجماع شرعی ہے، کیوں کہ شریعت سے اس کا تعلق ہے، گرچہ بالواسطہ تعلق ہے۔

اصطلاح کے اعتبار سے کسی دینی امر پر مجتہدین کے اتفاق کا نام اجماع شرعی ہے۔ اس میں اجتہاد ورائے کا دخل ہوتا ہے۔ضروری دینی پر مجتہد وغیر مجتہد سب کا اتفاق ہوتا ہے، لیکن وہ اجماع شرعی کے لقب سے متعارف نہیں، نہ ہی اس میں اجتہاد ورائے کا دخل ہے۔

جو دنیوی امر مآل وانجام کے اعتبار سے دینی ہو، اس امر پر اتفاق کو بھی اجماع شرعی کہا جاتا ہے، جیسے بیع ،تجارت وغیرہ کے مسائل۔خالص دنیاوی معاملہ پر اتفاق اجماع شرعی نہیں، جیسے اسکول بنانے پر اتفاق، نیز مجتہدین کا کسی امر پر اتفاق اجماع ہے، غیر مجتہدین کا اتفاق اجماع نہیں ہے اور امت مسلمہ کے مجتہدین کا اتفاق اجماع ہے۔اہل اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کے رہنماؤں ولیڈروں کا اتفاق اجماع نہیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

مؤلف کے کلامی وفقہی رسائل وکتب

(1) البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ (بارہ رسائل)

(2) مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟ (خلیل بجنوری کے نظریات کا رد)

(3) ضروریات دین: تعریفات واقسام (ضروریات دین کی تعریفات کا تجزیہ)

(4) فرقہ وہابیہ: اقسام واحکام (مرتد فرقوں کے چار طبقات واحکام کا بیان)

(5) تحقیقات وتنقیدات (لفظ خطا سے متعلق مضامین کا مجموعہ)

(6) اسماعیل دہلوی اورا کا بر دیوبند (اسماعیل دہلوی اورا کا بر دیوبند کا شرعی حکم)

(7) معبودان کفار اور شرعی احکام (معبودان کفار کی مدح سرائی کے احکام: تین حصے)

(8) مناظراتی مباحث اور عقائد ونظریات (اہل قبلہ کی تکفیر پر تبصرہ)

(9) تاویلات اقوال کلامیہ (کلامی اقوال کی توضیح وتشریح)

(10) معروضات وتأثرات (رسالہ: ''اہل قبلہ کی تکفیر'' پر معروضات: شش حصص)

(11) ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین (دفتر اول)

(12) ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین (دفتر دوم)

(13) ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین (دفتر سوم)

(14) روشن مستقبل کے سنہرے خاکے (دین ومسلک کے فروغ کی تدابیر)

(15) تصاویر حیوانات: اقسام واحکام (کس تصویر کی حرمت پر اجماع ہے؟)

(16) عرفانی نظریات کے حساس مقامات (عرفان مذہب ومسلک پر تبصرہ)

(17) ہندودھرم اور پیغمبر واوتار (مکتوب مظہری کی توضیح وتشریح)

(18) ظلم وستم اور حفاظتی تدابیر (بدمذہبوں سے میل جول کے احکام)

(19) تکفیر دہلوی اور علمائے اہل سنت وجماعت (دہلوی کی تکفیر فقہی کا بیان)

(20) حوالہ دکھاؤ! ایک لاکھ انعام پاؤ! (تکفیر دہلوی سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ)

(62) قرآن وحدیث اور ضروریات دین (ضروری دینی کی دلیل: قرآن وحدیث کا بیان)
(63) عقل سلیم اور ضروریات دین (ضروری دینی کی دلیل: عقل سلیم کا بیان)
(64) علم عقائد وکلام: تعلیم اور ضرورت (علم عقائد وکلام کی ضرورت کا بیان)
(65) تخصص فی العقائد: نصاب ونظام (تخصص فی العقائد وعلم کلام کورس کی تفصیل)
(66) تاویل قریب اور تاویل بعید (تاویل قریب، تاویل بعید وتاویل متعذر کا بیان)
(67) ضروریات اہل سنت اور اجماعی عقائد (اجماعی عقائد کا بیان)
(68) تقلید حقیقی اور تقلید عرفی (ائمہ مجتہدین کی تقلید عرفی کا بیان اور غیر مقلدین کا رد)
(69) مصباح المصابیح فی احکام التراویح (بیس رکعت تراویح کے دلائل)
(70) عمان اعلامیہ حقائق کے اجالے میں (عمان اعلامیہ کے نظریات کا ردوابطال)
(71) اہداء ثواب الخیرات الی الاحیاء والاموت (ایصال ثواب کے جواز کی بحث)
(72) شب میلاد کی افضلیت (شب ولادت اقدس کی افضلیت کی بحث)
(73) امواج البحر علیٰ اصحاب الصدر (غیر مقلدوں کے چند فقہی مسائل کا رد)
(74) قانون شریعت شافعی (فقہ شافعی کے روزہ، نماز، حج وزکات کے مسائل)
(75) السواد الاعظم من عہد الرسالۃ الیٰ قرب القیامہ (اہل سنت کی حقانیت کی علامات)
(76) احادیث وآثار اور مجتہدین اسلام (اذا صح الحدیث فہو مذہبی کی تشریح)
(77) سلفیوں کے اسلاف وائمہ (غیر مقلدین کے مذہبی پیشواؤں کا تذکرہ)
(78) کشف والہام اور تقلید مجتہدین (کشف والہام کے شرعی دلیل نہ ہونے کا بیان)
(79) گمراہ سے نکاح جائز نہیں (گمراہ سے نکاح کے ناجائز ہونے کا بیان)
(80) تعلیم دین اور اطفال مسلمین (دینی تعلیم کی ترغیب اور شرعی احکام کا بیان)
(81) مذاہب اربعہ اور مرجوح اقوال (مرجوح قول پر عمل نہ کرنے کے حکم کا بیان)
(82) ولایت واجتہاد: وہبی یا کسبی؟ (درجہ اجتہاد کے مثل وہبی ہونے کا بیان)
(83) تلخیص رسائل رضویہ (تین رسائل رضویہ کی تلخیص وتبصرہ)

متفرق کتب ورسائل

(1) آزاد بھارت کی سیاسی تاریخ (بھارت کی مرکزی حکومتوں کی مختصر تاریخ)
(2) دیوان لوح وقلم (دفتر اول) (مذہبی وغیر مذہبی مضامین کا مجموعہ)
(3) دیوان لوح وقلم (دفتر دوم) (مذہبی وغیر مذہبی مضامین کا مجموعہ)
(4) تعلیمی مسائل (دینی وعصری تعلیم سے متعلق مضامین)
(5) قومی مسائل (بھارتی مسلمانوں کے ملی وسیاسی مسائل)
(6) البیان الکافی فی حیاۃ الشافعی (امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت مبارکہ)
(7) تاریخ آمد رسول (تاریخ ولادت اقدس کا تعین اور جواز میلاد کی بحث)
(8) امام احمد رضا کے پانچ سو باسٹھ علوم وفنون (پانچ سو باسٹھ علوم وفنون کی تفصیل)
(9) جنوبی کرناٹک اور حنفی وشافعی اتحاد (رویت ہلال واقتدا وغیرہ کے مسائل)
(10) تصانیف مجدد اسلام (امام اہل سنت کے سات سو چار رسائل کی فہرست)
(11) تجدید دین ومجدد دین (تجدید دین کی تشریح وتوضیح اور مجددین کی فہرست)
(12) عشق نبوی کے آداب ووسائل (عشق نبوی کے آداب واسباب کا بیان)
(13) سراج ملت: حیات وخدمات (حضرت سید سراج اظہر قدس سرہ کے حالات)
(14) تاریخ کیرلا (بھارت کی ریاست کیرلا کی مختصر اسلامی وسیاسی تاریخ)
(15) وہابیوں کی سیاسی بازی گری (وہابیوں اور دیوبندیوں کی سیاسی تاریخ)
(16) امام اعظم اور علم حدیث (علم حدیث میں امام اعظم کی مہارت کا بیان)
(17) ملک العلما اور صحیح البہاری (صحیح البہاری کا تعارف اور ضرورت)
(18) رفاعی کبیر: فضائل ومناقب (حضرت سید احمد کبیر رفاعی کے فضائل ومناقب)
(19) فقیہ زین الدین مخدوم شافعی (کیرلا کے مخدومی خاندان کے احوال وخدمات)

(یہ ان کتابوں کی فہرست ہے جن کی پی ڈی ایف فائل دستیاب ہے)

علم عقائد کورس کی نصابی کتابیں

درج ذیل دس کتب ورسائل تخصص فی العقائد میں داخل مطالعہ اور علم کلام کورس میں داخل درس ہیں ۔ان کتابوں میں علم عقائد وفن کلام کے اصول وقوانین اور عقائد اسلامیہ (ضروریات دین،ضروریات اہل سنت،اجماعی عقائد اور ظنی فروعی غیر اجماعی عقائد) کے دلائل وبراہین کے تفصیلی مباحث اور کفر کلامی وکفر فقہی کے اقسام واحکام اور شرائط ولوازم مرقوم ہیں ۔دیگر تفاصیل ''تخصص فی العقائد:نصاب ونظام'' میں مرقوم ہیں ۔

(1)ضروریات دین:تعریفات واقسام

(ضروریات دین کی آٹھ تعریفات کا تجزیہ اور ضروری دینی کی حد تام کا تعین، ضروریات عقلیہ وضروریات شرعیہ کا بیان ،ضروری دین کے مومنین کے لیے مثل بدیہی ہونے کی بحث اور بعض ضروریات دین کے تفصیلی علم کے محال ہونے کی تفصیل)

(2)قرآن وحدیث اور ضروریات دین

(ضروریات دین کی دلیل ''مفسر آیات قرآنیہ ومفسر احادیث متواترہ'' کا بیان،خبر متواتر کا تفصیلی بیان اور متواترات دینیہ ومتواترات غیر دینیہ کے احکام کا بیان)

(3)اجماع متصل اور ضروریات دین

(ضروریات دین کی دلیل ''اجماع متصل'' کا بیان،اجماع مجرد کے اقسام اور ان قسموں کے انکار کے احکام کا بیان اور سند اجماع کے اعتبار سے اجماع کی قسموں کا بیان)

(4)عقل سلیم اور ضروریات دین

(ضروریات دین کی دلیل ''عقل سلیم'' کا بیان،شریعت سے عقلیات کی تائید کی بحث،ضروریات دین کی نقیض کو نہ ماننے کی بحث اور عقلیات غیر ضروریہ کا بیان)

(5) ضروریات اہل سنت اور فقہائے احناف

(ضروریات اہل سنت کی توضیح وتشریح اوران کے دلائل کا بیان اور فقہائے احناف کے یہاں تاویل کے ساتھ ضروریات اہل سنت کے انکار پر تکفیر فقہی کی بحث)

(6) قطعیات اربعہ اور ظنیات

(قطعی بالمعنی الاخص، قطعی بالمعنی الاعم، قطعی اخص، ظنی ملحق بالقطعی، ظنی بالمعنی الاخص، ظنی بالمعنی الاعم، احتمال قریب، احتمال بعید واحتمال باطل کی تشریح، ایہام واحتمال کے فرق کا بیان، عقائد اسلامیہ کے درجات اور اجماعی عقائد کا تعارف)

(7) کفر کلامی اور کفر فقہی

(کفر کلامی کے اقسام (کفر بدیہی غیر کسبی، کفر بدیہی اولی وکفر بدیہی خفی) وکفر فقہی کے اقسام (کفر فقہی قطعی، کفر فقہی ظنی وکفر فقہی احتمالی) اوران کے احکام کا بیان)

(8) تاویل قریب اور تاویل بعید

(تاویل قریب، تاویل بعید، تاویل متعذر، تاویل صحیح، تاویل فاسد، تاویل باطل کی تعریفات وتشریحات اور متکلمین کے یہاں تاویل بعید کی قبولیت کا بیان، ضروریات دین میں تاویل کی عدم قبولیت اوراحتمال بعید کے سبب تکفیر کلامی نہ ہونے کا بیان)

(9) تکفیر کلامی کے شرائط ولوازم

(تکفیر کلامی کے لیے احتمال فی الکلام، احتمال فی التکلم اوراحتمال فی المتکلم کے معدوم ہونے کی بحث، کفر کلامی کی تشریح اور کفر کلامی کی متعدد صورتوں کا بیان)

(10) کفر لزومی اور فقہا ومتکلمین

(کفر لزومی وکفر التزامی کی تشریح وتفصیل اور فقہا کے یہاں لازم مذہب کے مذہب ہونے اور متکلمین کے یہاں لازم مذہب کے مذہب نہ ہونے کا تفصیلی بیان)

تخصص فی العقائد

(آن لائن دوسالہ کورس)

شرط داخلہ: امیدوار کسی سنی ادارہ سے فضیلت یا عالمیت کی سند حاصل کیا ہو۔

وقت تعلیم: بعد نماز ظہر (ایک گھنٹہ) (2 PM--3 PM)

ایام تعلیم: ہفتہ میں ایک دن (بروز یک شنبہ)

سوال وجواب: نصابی امور سے متعلق سوال کے لیے جمعہ کا دن مقرر ہوگا۔

علم کلام کورس

(آن لائن دوسالہ کورس)

شرط داخلہ: امیدوار درس نظامی کے ابتدائی درجات کی تعلیم حاصل کر چکا ہو۔

وقت تعلیم: بعد نماز عشا (ایک گھنٹہ) (10 PM--11 PM)

ایام تعلیم: ہفتہ میں ایک دن (بروز یک شنبہ)

سوال وجواب: نصابی امور سے متعلق سوال کے لیے جمعہ کا دن مقرر ہوگا۔

نصاب تعلیم ونظام تعلیم کی تفصیل ''تخصص فی العقائد: نصاب ونظام'' میں مرقوم ہے۔

دونوں کورس میں ہر دو ماہ کے بعد ایک بار متعلمین کا تعلیمی جائزہ لیا جائے گا۔

داخلہ: تخصص فی العقائد اور علم کلام کورس میں ہر سال ماہ شوال و ماہ ذی قعدہ میں داخلہ ہوگا۔ ماہ ربیع الآخر میں دونوں کورس کا ششماہی امتحان اور ماہ شوال میں سالانہ امتحان ہوگا۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

تخصص فی العقائد

(آن لائن دوسالہ کورس)

علم کلام کورس

(آن لائن دوسالہ کورس)